



پہلا باب

مرا دہلی - اوپہی - اوپر پھیل - اوپگی !

”آتی ہوں - مان“

مان نے پکارا - بیٹی قریب آئی - کہنے لگی -

”دیکھا ہے مان؟“

مان نے جواب دیا ”جی ہاں - گھوش بابو کے گھر سے ایک بیگ مانگ لا“

”پر پھیل کہنے لگی - مجھ سے تو یہ نہ ہوگا - مجھے مانگتے پڑی شرم آتی ہے“

”مان - تو کھائے گی کیا با آج گھر میں کچھ بھی نہیں ہے -

پر پھل۔ تو خالی بھات کھا لون گی۔ روز روز مانگ کر کھانا کیسا؟
 مان۔ تیرے نصیبوں میں یہی لکھا ہے۔ غریب کنگال کو مانگنے میں شرم ہی کیا؟
 پر پھل نے کچھ جواب نہ دیا۔ مان کہنے لگی۔

”اچھا تو چاول چڑھا دے میں ترکاری کی فکر میں جاتی ہوں۔“
 پر پھل۔ تین تین میرے سر کی قسم۔ مانگئے نہ جانا۔ گھر میں چاول ہیں۔ نمک ہے
 پیڑوں میں مرچے لگے ہیں۔ عورتوں کے لئے یہی بہت ہے۔
 مجبوراً مان نے بیٹی کا کھانا منظور کیا چاولوں کے لئے ادھن چڑھا چکی تھی۔
 مان چاول دھوئے گئی۔

چاول نکالتے وقت مان نے گال پر ہاتھ رکھا اور کہنے لگی۔
 ”چاول کہاں؟“ بیٹی کو دکھلایا کہ کوئی آدھی ٹھھی چاول ہوں گے۔ اتنے
 چاولوں میں تو ایک آدمی کا بھی پیٹ نہیں بھر سکتا۔ مان ایک ٹوکری لیکر باہر چلی
 پر پھل نے پوچھا۔ ”دکھان جاتی ہو؟“
 مان۔ جاتی ہوں کہیں سے چاول ادھار لاؤں گی۔ نہیں تو خالی بھات
 بھی کھانے کو نہ ملے گا۔

پر پھل۔ ہم لوگوں نے نہ معلوم کتنی مرتبہ چاول ادھار لیے مگر پھر دینے کی نوبت
 یہ آئی کہ اب کسی سے ادھار نہ لینا۔

مان۔ تو پھر کھائے گی کیا؟ گھر میں تو ایک پیسہ بھی نہیں۔

پر پھل۔ ناقہ کرونگی۔
 مان۔ ناقہ کر کے کتنے دنوں بجے گی۔

پر پھل۔ تو مر جاؤں گی

مان۔ جب میں مر جاؤں تو تیرے جی میں جو آئے کرنا۔ اپنے جیتے جی تو میں

نہیں دیکھ سکتی کہ توفیقہ کر کے جان دے جس طرح ہوگا بھیک مانگوں گی اور مجھے کھاؤں گی۔

پر پھیل - بھیک مانگنے کی ضرورت ہی کیا - ایک دن کے فاقہ سے آدمی مرنا نہیں - آؤ آج ہم دونوں ملکر جتنی تیار کریں - کل بیچ لیگے۔

مان - سوت کہاں ہے؟

پر پھیل - نہ سہی - چرعد تو ہے۔

مان - اور روٹی کہاں؟

یہ منکر پر پھیل رونے لگی - مان پھر ٹوکری لے کر چاول مانگنے چلی - پر پھیل نے مان کے ہاتھ سے ٹوکری چھین لی اور الگ رکھ دی - کہنے لگی - دو مان - ہم لوگ ادھار لیکر کیوں کھائیں - یہیں کمی کس چیز کی ہے؟

مان - ہے تو سب کچھ - مگر جب نصیبوں میں ہو۔

پر پھیل - نصیبوں میں کیوں نہیں ہے - آخر میں نے کونسا قصور کیا ہے۔

سسرال والے اسقدر مالدار ہوں اور میں کھانے کو ترسوں!

مان قصور یہی کہ مجھ ایسی نہجی کے پیٹ سے ہوئی - تیرے نصیبوں میں آگ لگی ہے نہیں تو مجھے کمی ہی کیا تھی۔

پر پھیل - شتو مان - میں نے آج ٹھان لی ہے جب سسرال سے ملے گا

مجھے کھاؤں گی - نہیں تو نہیں کھاؤں گی - تم کہیں سے مانگ جانچ کر اپنے لئے نذر دبت کر لو اور کھاپی کر میرے ساتھ چلو - مجھے سسرال میں چھوڑ آؤ۔

مان - یہ کیا - بیٹی - پھلا کہیں ایسا بھی ہوا ہے۔

پر پھیل - کیوں؟

مان - جب تک کوئی بلانے نہ آئے تب تک کوئی سسرال جاتا ہے۔
پرچھل - غیروں سے بھیک مانگ کر کھائے اور بے بلائے سسرال نہ جائے۔
مان - وہ لوگ تو کبھی تیرا نام بھی نہیں لیتے۔
پرچھل - نہ لین - جن لوگوں کے ذمہ ہماری پرورش ہے ان سے مانگ کر
کھانے میں ذلت نہیں - اپنا مال آپ ہی مانگ کے کھائیں گے اس میں
شرم کا ہے کیا۔

مان خاموش ہو کر رونے لگی۔ پرچھل نے کہا۔
”میری یہ خوشی نہ تھی کہ تمہیں اکیلا چھوڑ کے جاؤں مگر میرا دکھ بٹ جانے
سے تمہاری مصیبت بھی کم ہو جائیگی۔ اسی امیر پر جانا چاہتی ہو؟“
مان بیٹی بہت سی باتیں ہوئیں۔ بالآخر مان سمجھ گئی کہ بیٹی ہی کی تجویز
مناسب ہے۔ مان نے تھوڑے سے چاول جو موجود تھے پکائے۔ مگر پرچھل
کسی طرح کھانے پر راضی نہ ہوئی۔ پھر بھلا مان کیونکر کھاتی۔ جب مان نے کھانا
بنتور نہ کیا تو پرچھل کہنے لگی۔ ”اچھا۔ تو اب دیر کیوں کریں۔ دور جانا ہے۔“
مان - نے کہا۔ ”آ۔ تیرے بال تو گونا گھ دون“

پرچھل - نہ - یوں ہی رہنے دو۔
مان نے سوچا کہ اس کی بیٹی کو بناؤ سنگار کی ضرورت نہیں بیٹی نے یہ
خیال کیا کہ ”واہ بن سنور کے کیا کسی کو رہنا ہے۔“ مان بیٹی دونوں لیے کھیلے
کپڑے پہنے روانہ ہوئیں۔



دوسرا باب

بنگال کے جس حصہ میں بارتندر رہیں آباد ہیں وہاں ایک موضع کھونٹا تھا ہے۔ پرنسپل کی سسرال وہیں تھی۔ پرنسپل کی حالت جو کچھ ہو مگر اس کا خسر ہر بلجہ بہت بڑا آدمی تھا۔ اس کے پاس زمینداری کے دیہات تھے مکان مالکان دو منتر لکھٹیکا۔ دیواستھان۔ ناچ گھر۔ دفتر کا مکان۔ پائین باغ۔ بختہ دیواروں سے گھرا ہوا تالاب۔ وہ موضع پرنسپل کے باپ کے گاؤں سے چھ کوں تھا۔ چھ کوں پاپیادہ چل کر مان اور پٹی بھو کی پیاسی کوئی تیسرے پہر اس امیر کے مکان پر پہنچیں۔

مکان کے اندر جاتے وقت پرنسپل کی مان کا ایک ایک پاؤں من من بھر کا ہو گیا تھا۔ پرنسپل کو ایک مفلس خنی بیٹی سمجھ کر ہر بلجہ اس سے نفرت کرتے ہیں یہ بات نہ تھی۔ شادی کے بعد ایک نیا شگوفہ کھلا تھا۔ ہر بلجہ کو بخوبی معلوم تھا کہ وہ لوگ بالکل غریب ہیں۔ یہ سب جان بوجھ کر لڑکا بیاہا تھا۔

وجہ یہ تھی کہ لڑکی بے انتہا حسین تھی۔ ایسی خوبصورت لڑکی اور کہیں نہ ملی۔ اس لیے وہاں شادی کی۔ ار حرم پرنسپل کی مان خوش تھی کہ ایسے بڑے آدمی کے گھر میں لڑکی جاتی ہے۔

جو کچھ اس کے پاس تھا شادی میں صرف کر دیا اسی وجہ سے اب کھانے تک کو محتاج تھی۔ تقدیر کی خوبی۔ جو شادی اس ذوق و شوق سے ہوئی اس کا نتیجہ اچھا نہ ہوا پرنسپل کی مان کے پاس جو کچھ تھا اس نے سب صرف کر ڈالا۔ مگر اس نے پاس تھا ہی کتنا۔ وہ رائے بیوہ بالکل گھٹک ہو گئی پھر بھی خرچ پورا نہ ہوا بلکہ

کو پوچھی اور نہ دیش اچھی طرح کھلائی۔ مگر جانیوں کے لیے صرف چوڑے اور پٹی کا انتظام کر سکی۔ پڑوسیوں کو بڑا معلوم ہوا۔ کھائے بغیر اٹھ گئے۔ اس پر پھل کی مان آن لوگوں سے بہت نفا ہوئی بہت سی گالیاں سنائیں۔ اُن لوگوں نے سخت عوض لیا۔ جس روز پہو کھانا پکاتی ہے اس روز ہر بلجھنے سمجھنے کے پڑوسیوں کو نیو تہ دیا۔ وہ لوگ نہ گئے ایک شخص کی زبانی کہلا بھیجا۔

ہر بلجھ بابو نے ایک بار چلن عورت سے مانہ کیا ہے بڑوں کی بڑی باتیں۔ ہم لوگ غریب آدمی۔ ہمارے پاس سوا ذات کے اور کیا ہے بد چلن عورت کو ذات سے خارج سمجھنا چاہیے۔ جس کھانے کو اس کی لڑکی ہاتھ لگائے وہ کھانا ہم نہیں کھا سکتے۔

بھری محل میں اس بات کا چرچہ ہوا۔ پھل کی مان اول تو یہ تھی اس کے گھر میں لڑکی کے سوا کوئی نہ تھا۔ عمر بھی کچھ ایسی زیادہ نہ تھی۔ ممکن تھا کہ یہ الزام سچا ہو۔ ہر بلجھ کو یہ بھی خیال آیا کہ شادی کے روز جانی کھائے بغیر چلے گئے تھے۔ پڑوسیوں کو کیا پڑی جو جھوٹ بولیں۔ ہر بلجھ نے اس الزام کو سچا سمجھ لیا۔ اور جو لوگ موجود تھے اُن کو بھی یقین آگیا۔ کسی نے نئی بہو کا چھوٹا اکھانا نہ کھایا۔ اور چیزیں کھائیں۔ دوسرے روز ہر بلجھ نے بہو کو اسکی مان کے گھر بھیج دیا۔ پھر کبھی نہ بلایا۔ نہ کبھی خود خبر ہوا نہ بیٹے کو خبر لینے دی۔ بلکہ بیٹے کی اور شادیان کر دیں۔ دو ایک مرتبہ پھل کی مان نے حسبِ حیثیت کچھ تحفے بھیجے مگر ہر بلجھ نے واپس کر دیے۔ اسی وجہ سے اس مکان میں جاتے ہوئے پھل کی مان کا قدم نہ اٹھتا تھا۔

جب اتنی دور آچکی تھی تو واپس کیا جاتی۔ مان اور بیٹی دونوں ہمت کر کے مکان کے اندر چلی گئیں اسوقت زمانے محل کے ایک کمرے میں

گنتی دوپہر کا کھانا کھا کے سو رہے تھے۔ اور گنتی پر پھیل کی ساس، پانوں پھیلائے ہوئے مرے سفید بال چنوار ہی تھی۔ اتنے میں پر پھیل اور اس کی مان وہاں پہنچیں۔ پر پھیل نے ہاتھ بھر کا گھونگھٹ نکال لیا۔ اس زمانہ میں اس کی عمر کوئی اٹھارہ برس کی تھی۔

گنتی نے ان دونوں کو دیکھ کر پوچھا۔ دو تم لوگ کون ہو؟
پر پھیل کی مان نے ٹھنڈی سانس لیکر کہا۔ دو کیا بتاؤں ہم کون ہیں؟
گنتی۔ کیوں۔ آخر تائیں کیوں نہیں؟
پر پھیل کی مان۔ ہم تمھارے ناتے دار ہیں۔
گنتی۔ ناتے دار۔ ناتا کیا ہے۔

وہاں پر ایک خادمہ کام کر رہی تھی۔ اس کو سب لوگ تار کی مان کہتے تھے۔ سوہ شادی کے بعد بھی دو ایک مرتبہ پر پھیل کے مکان پر گئی تھی۔ اُسے پہچان لیا۔ کہنے لگی۔ دو تم نے نہیں پہچانا۔ ارے۔ یہ تو سمدھن ہیں۔
اس زمانہ کے نوکر بھی وہی رشتہ مانتے تھے جو مالک سے ہوتا تھا۔
گنتی۔ سمدھن۔ کون سمدھن؟

تار کی مان۔ درگا پور والی سمدھن۔ تمھارے بڑے بیٹے کی بڑی ساس۔
گنتی سمجھ گئی چہرے پر ناخوشی کے آثار نمایاں ہوئے۔ کہنے لگی۔ ”دیٹھ جاؤ“
سمدھن میٹھ گئی۔ پر پھیل کھڑی رہی۔ گنتی نے پوچھا۔ ”یہ لڑکی کون ہے؟“

جہ گمرین جو مرد بڑا اور گھر کا منتظم ہوتا ہے اس کو بنگالی زبان میں ”دکرتا“ کہتے ہیں۔
اور اس کی بیوی کو ”دگنتی“۔
یہاں کرتا سے مراد ہر میٹھ ہے اور گنتی سے اسکی بیوی

پر پھیل کی مان نے جواب دیا ”تمہاری بڑی بہو“
 گنتی آزرده ہو کر تھوڑی دیر تک چپ شائے میں بیٹھی رہی۔ اسکے بعد پوچھا
 دو تم لوگ ادھر کہاں آئے تھے۔
 سمجھن۔ تمہارے ہی گھر آئے تھے۔
 گنتی۔ کس لیے۔
 سمجھن۔ کیا ہماری بیٹی اپنی سسرال نہ آتی۔
 گنتی۔ آتی تھیں نہیں۔ مگر جب ساس سسرال میں تب آنا واجب تھا پہلے بلوین
 کی لڑکیاں کہیں بے ہلارے چلی آتی ہیں۔
 سمجھن۔ جو ساس سسرال میں نہ بلوین۔
 گنتی۔ نہ بلوین تو آنا سیکار۔
 سمجھن۔ تو پھر کھلانے کون۔ بین لاور شاہیوہ۔ تمہارے بیٹے کی بیوی کو میں
 کہاں سے لاکے کھلاؤں
 گنتی۔ اگر کھلائیں سکتیں تو چاہی کیوں تھا۔
 سمجھن۔ کیا تم نے کھانے پینے کا حساب کر کے بیٹا یہ اکیلا تھا اگر ایسا ہی ہے
 تو بیٹے کے ساتھ اسکی جو دو کے گزارے کا حساب بھی کر لیا ہوگا۔
 گنتی۔ خوب۔ تو کیا تم لڑنے کے لیے آئی ہو۔ معلوم تو ایسا ہی پڑتا ہے۔
 سمجھن۔ لڑنے تو نہیں آئی تمہاری بہو اکیلی نہ آسکی۔ میں یہاں تک پہنچانے
 چلی آئی۔ اب تم جانو تمہاری بہو جانے۔ میں جاتی ہوں۔
 یہ کہہ کر پھل کی مان گھر کے باہر چلی گئی۔ پیاری اسوقت تک بے آب و دانہ
 تھی۔ مان گئی۔ مگر پھل نہ گئی۔ اسی طرح گھونگھٹ نکالے کھڑی رہی۔

ماس نے کہا۔
وہ تمھاری مان گئی۔ تم بھی جاؤ۔
پر پھیل اپنی جگہ سے نہ اٹھی۔

رگنتی۔ جانی گیون نہیں۔
پر پھیل نے جیش نہ کی۔

رگنتی۔ کیا مصیبت ہے۔ کیا کسی آدمی سے کہو تمھیں بٹانا پڑے گا۔
اس وقت پر پھیل نے اپنے منہ سے گھوگھٹ بٹایا۔ گھوگھٹ کے سنتے ہوئے
مسلم ہوا کہ ایک چاند نکل آیا۔ آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گر رہے تھے برائے
نے دل ہی دل میں کہا کہ ہاے ایسی خوبصورت بیوا اس گھر میں نہ ہوئی۔
صورت دیکھ کر دل کسی قدر ملایم ہوا۔ پر پھیل نے دلی ہوئی آواز سے کہا۔
وہیں جانے کے لیے نہیں آئی تھی۔

رگنتی۔ بیٹی۔ میرا کیا پس ہے۔ بھاری یہ مجال نہیں کہ تمھیں گھر میں بٹھائیں
لوگ نہ معلوم کیا کیا کہتے ہیں۔ برادری سے خارج کر دینے کی دھمکی
دیتے ہیں۔ اسی لیے تم سے بھجری اختیار کی۔
پر پھیل۔ مان۔ برادری کے ور سے کوئی اپنی اولاد کو نہیں چھوڑ دیتا کیا

میں تمھاری اولاد نہیں ہوں۔
گنتی کا دل اور بھی ملایم ہوا کہنے لگی۔ کیا کروں بیٹی بھائی بندہ دن کا بڑا
ڈرہوتا ہے۔

پر پھیل۔ میں بے دھرم نہ ہوں۔ آپ کے گھر میں بہت سے شور و کام کرتے ہیں
اگر میں بھی اسی طرح کام کروں تو کیا ہرج۔
گنتی زیادہ بحث نہ کر سکی۔ کہنے لگی۔

”بیٹی - تو تو کچھی ہے - جیسی اچھی صورت - ویسی ہی اچھی بات چیت
 اچھا - تو میں کرتا کے پاس جاتی ہوں - دیکھوں وہ کیا کہتے ہیں -
 بیٹی - تم یہیں بیٹھ جاؤ - بیٹھو -
 پر پھل بیٹھ گئی - آسن وقت ایک دروازے کی آڑ سے ایک چودہ برس
 کی خوبصورت لڑکی جھانک رہی تھی - منہ پر چھوٹا سا گھونگھٹ تھا - آنے
 ہاتھ کے اشارے سے پر پھل کو بلایا - پر پھل دل میں سوچنے لگی کہ یہ ہے کون
 آٹھ کراس لڑکی کے پاس گئی -

تفسیر باب

جس وقت گنی بدن کو ہلاتی اور اپنے ہاتھ کے چھین کی کیل کو کھڑکاتی
 ہوئی کرتا کے کمرے میں پہنچیں اس وقت کرتا بابو نیند سے بیدار ہو چکے تھے
 ہاتھ منہ دھو کر کمرے سے پوچھ رہے تھے - گنی اس فکر میں تھی کہ اس وقت
 کرتا کے دل کو نرم کرے - دیکھ کر کہنے لگی وہ یہ کس نے جگا دیا - میں اتنی تاکید
 رکھتی ہوں تب بھی کوئی سنتا نہیں -
 کرتا بابو نے دل ہی دل میں کہا - اس میں کیا شک جگا دینے کے لیے
 تمہیں کیا کم ہو - ہونہ ہو اس وقت کوئی کام نکالنے آئی ہیں - ظاہر اجاب دیا
 دوسری نے جگا پانہیں - میں خوب سوچکا - تم اپنا مطلب کہو -
 گنی نے بوڑھے غمزوں کے ساتھ ہنسبکدہ آج بڑے مزے کی ایک بات
 ہوئی ہے - وہی کہنے آئی ہوں -

گنی نے اس طریقہ سے بات کو چھڑا۔ باتیں کرنے میں تھا اور کنگن بھی پلٹے جاتے تھے۔ کیونکہ اُس کی عمر کوئی پچیس برس کے قریب تھی۔ گنی نے سارا حال شروع سے آخر تک کہہ سنایا۔ بہو کی چاندی صورت اور شیریں گفتگو کو یاد کر کے اس کے لیے بہت کچھ کہا۔ مگر وہ ان کچھ بھی اثر نہ ہوا۔
کرنا کا چہرہ غصہ سے تپتا اٹھا۔ کہنے لگا۔

”ایسی ذہیت! وہ چاری کی بیٹی میرے گھر آئے ابھی ابھی جھاڑو مار کر نکال دو۔“

گنی۔ جاؤ بھی۔ ایسی بات کوئی زبان پر لٹاتا ہے۔ ہزار ہو کر ہے تو اپنی ہو۔ اور وہ چاری کی بیٹی کیونکر ہوئی تو کون کے کہنے ہی سے ہو گئی؟
گنی نے بہت کچھ کہا۔ مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ وہ اس چاری کی بیٹی کو جھاڑو مار کر نکال دو۔ یہی حکم کمال رہا۔

بالآخر گنی نے کسی قدر رنج کر کہا۔ ”دو جھاڑو مارنا ہو تمہیں مارو۔ میں اب تمہارے گھر کے کاموں میں دخل نہ دوں گی۔“
یہ کہتی ہوئی گنی خفا ہو کر چلی آئی۔ جہاں پر پھل کو بٹھلا گئی تھی وہاں آکر دیکھا کہ پھل نہیں ہے۔

پر پھل کہاں گئی۔ ناظرین کو یاد ہوگا۔ ایک چودہ برس کی خوبصورت لڑکی نے ہاتھ کے اشارے سے اُسے بلایا تھا۔

پر پھل وہیں چلی گئی۔ جیسے ہی وہ کمرے میں داخل ہوئی اس لڑکی نے کمرے کا دروازہ بند کر لیا۔

پر پھل نے کہا۔ ”دروازہ کیونکر بند کر لیا۔“
لڑکی۔ کوئی یہاں آنے والے۔ تم سے دو چار باتیں کر دوں گی۔

پرچھیل - تمہارا نام کیا ہے - مین ؟

ساگر - مین مجھے ساگر کہتے ہیں -

پرچھیل - مین تم ہو کون ؟

ساگر - مین مین تمہاری سوت چون -

پرچھیل - کیا تم مجھے جانتی ہو ؟

ساگر - مین نے اچھی دروازے کی آڑ میں کھڑے ہو کر سب باتیں سنیں -

پرچھیل - تو آج کل خاص محل ٹھہرے ہو ؟

ساگر - واہ مین خاص محل کیون ہونے لگی - نہ میرے بڑے بڑے دانت

نہ کالی کالی صورت

پرچھیل - وہ کون ہے ؟ دانت کس کے بڑے بڑے مین ؟

ساگر - انھیں کے جو خاص محل مین -

پرچھیل - وہ مین کون ؟

ساگر - تمھیں نہیں معلوم - مگر بان تمھیں معلوم کیونکر ہوتا - تم تو یہاں کبھی آئی

نہیں ہو - ہم لوگوں کی ایک اور سوتا ہے -

پرچھیل - مجھے تو اپنی شادی کے سوا صرف ایک اور شادی کی خبر تھی مین سمجھی

کہ دوسری شادی تمھیں سے ہوئی -

ساگر - دوسری شادی والی دہی مین - میری شادی کو ابھی صرف تین برس ہوئے

پرچھیل - تو وہ دوسری بیوی بہت بد شکل مین -

ساگر - مجھے تو اسکی صورت دیکھ کر رونا آتا ہے -

پرچھیل - اسی لئے پھر تم سے شادی کی -

ساگر - نہیں - یہ وجہ نہ تھی - مین تم سے کہتی ہوں - کسی اور سے نہ کہتا

دساگر چیکے چیکے باتیں کرنے لگی، میرا باپ بڑا دلہندا ہے۔ میرے سوا آنکے اور کوئی اولاد نہیں اسی دولت کی لالچ میں۔
 پرچھیل۔ میں سمجھ گئی۔ زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ مگر تمھاری صورت تو بہت اچھی ہے۔ تمھارے ہوتے ہوئے وہ خاص محل کیونکر ہو سکتی۔
 ساگر۔ میرے باپ کے اور کوئی اولاد نہیں۔ وہ مجھے یہاں نہیں بھیجتے علاوہ اس کے میرے باپ سے اور کرتا بابو سے بتتی بھی نہیں۔ جب کوئی کام کاج ہوتا ہے تو یہاں چلی آتی ہوں۔ مجھے یہاں آئے ہوئے دو چار دن ہوئے۔ اور بہت جلد اپنے باپ کے گھر لیٹ جاؤں گی۔
 پرچھیل کو معلوم ہو گیا۔ کہ ساگر بہت ہی فیک بخت لڑکی ہے۔ روت تھی تو کیا۔ ایسی سوت سے رنج نہیں ہوتا۔

پرچھیل نے کہا۔ ”مجھے تم نے بلایا کس لئے؟“

ساگر۔ تم کچھ کھاؤ گی؟
 پرچھیل۔ نہیں بڑی۔ ”کیون یہ کھانے کا کوئی نداشت ہے۔“
 ساگر۔ تمھارا چہرہ مرجھا گیا ہے۔ اتنی دور چل کر آئی ہو۔ پیاس بھی معلوم ہوتی ہو گی۔ کسی نے تم سے کھانے کے لئے نہ پوچھا۔ اسی لئے میں نے تم کو بلایا۔
 پرچھیل اس وقت بے آب و دانہ تھی۔ پیاس کے مارے پریشان تھی۔
 مگر جواب دیا۔

”گنتی کرتا سے پوچھنے گئی ہیں۔ جب تک میری قسمت کا فیصلہ نہ ہو جائے میں یہاں کچھ نہ کھاؤں گی۔ اگر جھاڑ دکھانا بار ہے تو وہی کھاؤں گی اور کچھ نہ کھاؤں گی۔“
 ساگر۔ تم یہاں کی کوئی چیز نہ کھانا۔ میرے باپ کے گھر سے سزائش آئے ہیں۔

بہت اچھے سندیش ہیں۔

یہ کہہ کر ساگر تھوڑے سے سندیش لے آئی اور پرمچل کے منہ میں ٹھونس
ٹھونس کر زبردستی کھلائے۔ مجبوراً پرمچل کو کھانا پڑا۔ ساگر نے ٹھٹھا
پانی پلایا۔ پرمچل کی جان میں جان آگئی۔ اس وقت پرمچل کہنے لگی دو بین
تو آسو وہ ہوگئی۔ مگر میری مان بے کھائے پیے مر جائیگی۔

ساگر۔ تمھاری مان گئیں کدھر؟
پرمچل۔ معلوم نہیں۔ مگر خیال ہوتا ہے کہ راستہ پر کھڑی ہوگئی۔
ساگر۔ میں ایک فکر کرتی ہوں۔
پرمچل۔ کیا؟

ساگر۔ برمجہ دیدی کو ان کے پاس بھیجوں گی۔
پرمچل۔ برمجہ دیدی کون؟
ساگر۔ وہ کرتا بابو کی رشتہ کی خالہ ہیں۔ اسی گھر میں رہتی ہیں۔
پرمچل۔ وہ کیا کرے گی؟

ساگر۔ جا کر تمھاری مان کو کھلائیں پلائیں گی۔
پرمچل۔ مان تو اس گھر کی کوئی چیز نہ کھائیں گی۔
ساگر۔ جاؤ بھی۔ کیا میں اتنا نہیں جانتی۔ کسی اڈریر میں کے مکان پر انکے
کے انتظام ہو جائے گا۔

پرمچل۔ جو مناسب ہو کرو۔ مان کی تکلیف تو اب برداشت نہیں ہوتی۔
ساگر اسی وقت برمجہ دیدی کے پاس گئی اور جا کر سب باتیں سمجھا دیں۔
برمجہ دیدی فوراً پرمچل کی مان کی تلاش میں گئیں۔
ساگر نے پلٹ کر پرمچل کا اطمینان کر دیا۔ پرمچل کہنے لگی۔ اچھا تو اب

وہی باتیں کرو جو تم نے شروع کی تھیں۔“
ساگر۔ باتیں کیا کروں۔ میں تو یہاں رہتی نہیں۔ اور نہ رہنے پاؤں گی۔
میں مٹی کا سا آم ہوں۔ طاق پر رہی رہوں گی۔ کھانے کے کام نہ آؤ گی۔
اب تو تم آئی ہو۔ جس طور پر مکن ہو یہاں ٹھہرنے کا انتظام کرو۔ وہ
کاوٹی مجھے ایک آنکھ نہیں بھاتی۔

پریچھل۔ میں آئی تو اسی لئے ہوں کہ یہاں ٹھہروں۔ دیکھو۔ اگر ٹھہرنے پاؤں
ساگر۔ دیکھیں کرتا بابو کیا حکم لگاتے ہیں۔ اگر وہ نہ ٹھہرنے دیں تو نور آہی
چلی نہ جانا۔

پریچھل۔ نہ جاؤں گی تو کروں گی کیا۔ پھر یہاں کس مطلب سے ٹھہرو گی۔
ٹھہرو جاؤں اگر۔

ساگر۔ اگر کیا؟
پریچھل۔ اگر تمہاری بدولت میرے تعیب جاگین۔
ساگر۔ یہ کیونکر؟

پریچھل کے ہونٹوں پر کچھ ہنسی آگئی۔ پھر ہنسی جاتی رہی۔ آنکھوں سے
آنسو ٹپک رہے۔ کہنے لگی۔ وہ بہن تم سمجھیں نہیں۔ اس وقت ساگر کی
سمجھ میں آیا۔ پہلے کچھ سوچتی رہی۔ پھر ایک ٹھنڈی سانس لیکر کہا۔ وہ تم
شام ہونے کے بعد اسی گھر میں آکر بیٹھ رہتا۔ دن کے وقت تو وہ انہیں کے
ماظریں کو خیال رہے کہ ہم یہ قصہ آج کل کے لوگوں کا نہیں لکھتے ہیں
یہ قصہ سو برس پیشتر کا ہے۔ چالیس برس اُدھر بھی کوئی کشوہرا اپنی بیوی کے
پاسس دن کے وقت نہیں جاتا تھا۔

پریچھل۔ نے جواب دیا وہ پہلے جا کر یہ دریافت کر آؤں کہ میری قسمت کا

فیصلہ کیا ہوا۔ پلٹ کر تم سے ملوں گی۔ غیر نصیبوں میں جو بدامی ہو
ایک مرتبہ شوہر اپنی سے ملکر جاؤں گی۔ دیکھوں وہ کیا کہتے ہیں۔
یہ کہہ کر پھیل اُس کمرے سے باہر آئی۔ دیکھا کہ اُس کی ساس اسکی تلاش
میں ہے۔ پر پھیل کو دیکھ کر گئی نے کہا۔ ”ویشی۔ تم کہاں تھیں۔“

پھیل۔ کھردیکھ رہی تھی
تھکنی۔ اچھا کھریا تمھارا ہی ہے۔ بیٹی۔ میں کیا کروں تمھارا سسر کسی طرح
راضی نہیں ہوتا۔

پھیل کے سر پر بھلی ٹوٹ پڑی۔ وہ سر پر کڑکھٹ گئی روئی نہیں سناٹے
میں آگئی۔ ساس کو بہت رحم آیا۔ دل ہی دل میں ارادہ کیا کہ ایک مرتبہ پھر
زور لگائے گی۔ مگر اس کو ظلم نہیں کیا۔ کہنے لگی۔

”تو پھر آج کہاں جاؤ گی۔ آج یہیں سو رہو۔ کل چلی جانا۔
پہل۔ نے سر اٹھا کر جواب دیا۔ ”جو حکم ہو۔ کرتا ہوں۔“ بات پوچھ لینا۔
میری مان چرغہ چلا کر کھاتی ہے۔ اُس سے ایک آدمی کی بوسہ بھی نہیں ہو سکتی
پوچھ لینا کہ میں اپنے کھانے پیئے کا کیا انتظام کروں۔ میں چوڑی چارسی ہی سہی
مگر ہون تو اُن کی بہو۔ اُن کی بہو کی بوسہ اوقات کیونکر ہو۔“
ساس نے کہا۔ ”دھڑور کہوں گی۔“ اس کے بعد پھیل وہاں سے اٹھ گئی۔

چوتھا باب

شام کے بعد اسی کمرے میں ساگر اور پھیل دروازہ بند کئے ہوئے چپکے چپکے

باتیں کر رہی تھیں کہ اتنے میں کسی نے آکر دروازہ کھٹکھٹایا ساگر نے پوچھا: "کون ہے؟"
"میں ہوں۔"

ساگر نے چپکے چپکے پرچھل سے کہا: "مجھ سے نہ بولنا۔ وہی کھوٹی آئی ہے۔"
پرچھل۔ وہی سوت؟

ساگر۔ ہاں۔ بس جب!
جو آئی تھی اس نے کہا: "اندر اور کون ہے۔ جواب کیوں نہیں دیتی۔"
نسی اور کی آواز معلوم ہوئی۔

ساگر۔ تم کون ہو۔ نائین کی بہو کی سہیلی آواز معلوم ہوتی ہے۔
جواب۔ ہاں۔۔ اور کیا۔ میں کیا نائین کی بہو کی طرح ہوں۔
ساگر۔ تو تم ہو کون؟

جواب۔ تیری سوت۔ سوت۔ سوت۔ نام نین بہو داس کا نام
نین تارا تھا۔ لوگ نین بہو کہتے تھے اور ساگر کو ساگر بہو
اس وقت ساگر نے مصنوعی گھبراہٹ کے ساتھ جواب دیا: "اری۔ بہن۔ فوج۔"
تم نائین کی بہو کی طرح کیوں ہونے لگیں۔ اسکا رنگ تو کیا قدر صاف ہے۔"
نین۔ خوب۔ تو کیا میں اس سے بھی زیادہ کالی ہوں۔ یہ سوتا پے کی یا تین
ہیں۔ اگر چودہ برس کی نہ ہوتی تو معلوم ہوتا۔

ساگر۔ چودہ برس کی ہونے سے کیا ہو گیا۔ تم بھی سترہ ہی برس کی ہو۔ مگر میری صورت
شکل تم سے ہزار درجہ اچھی ہے۔

نین۔ باپ کے گھر بیٹھے بیٹھے صورت شکل کو دھو دھو کر مینا۔ کیا کہوں مجھ
نگوڑی سے رہا نہیں جاتا۔ نہیں تو مجھے پوچھنے کیوں آتی۔
ساگر۔ بہن۔ کیا پوچھتی ہو۔

نہیں۔ تو نے دروازہ تو کھولا نہیں۔ میں تجھے کہوں کیا خاک۔ سرشام دروازہ کیون نہ کر لیں
ساگر۔ میں دروازہ بند کئے ہوئے دو ایک من لیش کھا رہی ہوں۔ کیا تم نہیں کھاتے
نہیں۔ اچھا تو کھا۔ کھا رہیں کون لیش کھانے کا بڑا شوق تھا) میں یہ پوچھتی تھی
کہ کیا ایک شخص اور آیا ہے۔

ساگر۔ ایک شخص اور کون۔ اور شوامی
نہیں۔ کیا خوب کہیں شوامی بھی اور ہوتے ہیں۔
ساگر۔ اگر ہوتا تو اچھا ہی تھا۔ ہم تم دونوں بانٹ لیتے۔ یا شوامی تم کو دیدیتے
نہیں۔ بس۔ بس۔ بس! ایسی بات زبان پر نہیں لاتے۔
ساگر۔ دل میں کہتے ہیں۔

نہیں۔ تیرے منہ میں جو کچھ آتا ہے مجھے کہہ بیٹھتی ہے۔
ساگر۔ بہن! جب تک یہ نہ معلوم ہو کہ تم پوچھتی کیا ہو میں جواب کیا دوں۔
نہیں۔ میں پوچھتی ہوں کہ کیا گنی کی ایک اور ہو آئی ہے۔
ساگر۔ کون ہو۔

نہیں۔ وہی چاری ہو۔
ساگر۔ چاری۔ اس کا حال تو میں نے نہیں سنا۔
نہیں۔ تو۔ تمہیں معلوم ہی نہیں۔ ایک چاری بھی ہم لوگوں کی سوت ہے۔
ساگر۔ مجھے نہیں معلوم۔

نہیں۔ ایسی میری بھولی۔ وہی۔ وہی جس کے ساتھ پہلی شادی ہوئی تھی۔
ساگر۔ وہ تو بہن کی لڑکی تھی۔
نہیں۔ بہن کی لڑکی! اگر بہن ہی کی لڑکی ہوتی تو اس گھر میں بلائی کیون نہ جاتی
ساگر۔ اگر لڑکی وہ رخصت کر دیں اور نہ بلائیں تو کیا تم چاری ہو جاؤ گی۔

نمین - دیکھ - تو پھر مجھی کو باتین سنانے لگی -
 ساگر - تو کسی اور کو کیوں برا بھلا کہتی ہے -
 نمین - تو بھڑا میں جا - میں جا کر انہی گئی سے کہتی ہوں کہ تو بڑے آدمی کی لڑکی بن کر
 جو جا رہی ہے مجھے کہتی ہے -
 یہ کہہ کر نمین تارا عرف کلونٹی دھم دھم کرتی ہوئی وہاں سے جانے لگی ساگر نے سوچا
 کہ یہ ٹھیک نہوا - آواز دی نہ ہن - ہن - پھر آواز تصور ہوا - ہن دروازہ کھولے دیتی ہوں
 نمین تارا خفا ہو گئی تھی - واپسی کا قصہ نہ تھا - مگر جی میں آیا کہ چکر دیکھیے کہ
 ساگر کتنے شیش کھار ہی ہے - پلٹ آئی - مگرے میں دیکھا - کہ ساریش تو
 نمین ہن مگر ایک اور عورت بیٹھی ہے - پوچھا کہ یہ کون ہن -
 ساگر - پر پھل -
 نمین - یہ کس کا نام ہے -
 ساگر - چار جی ہوگا -
 نمین - یہ تو بڑی خوبصورت ہن -
 ساگر - تم سے زیادہ نہیں -
 نمین - بہت نہ تا - تجھ سے اچھی نمین ہن -

پانچواں باب

ادھر پہر رات گئے کرتا بابو گھر میں کھانا کھا کرے شریف نائے - گئی پنکھا
 ہاتھ میں لے ہوئے تھالی کے قریب رونق افروز ہن - مکھی ایک بھی نہیں - مگر

عورتوں کے رسول کے موافق گنتی مکھیان اڑانے کے لئے موجود ہیں۔
ہے۔ وہ کوئی کمبخت لوگ ہیں جو عورتوں کے معمولی کاموں کو مٹانے دیتے
ہیں۔ گنتی کے پاس خدمت کے لیے پانچ عورتیں ہیں۔ مگر کیا مجال کہ گنتی کے ہوا کوئی
آپ کے شواہی کی خدمت کرے۔ جو کمبخت لوگ اس بات کو مٹانا چاہتے ہیں۔
اے آسمانی! کیا ان کے سروں کے لئے تیرے پاس بجلی باقی نہیں۔

گنتی نے منہ ہلا کر کہا: رات کو وہ کہاں جاتی۔ رات کو اگر کوئی فقیر آجاتا ہے
اس کو تو تم نکالتے نہیں ہو۔ میں بہو کو کیونکر نکال دیتی؟

گرتا۔ فقیر ہو تو فقروں والے مکان میں جا کر رہے۔ گھر میں کیا کام۔
گنتی۔ میں گھر میں ہوں کہ مجھ سے نکالنا نہ جائے گا۔ نکالنا ہو تو تمہیں نکال دو
مگر بہو کیسی خوبصورت ہے کہ

گرتا۔ چار یوں کے یہاں دو ایک ایسی خوبصورت لڑکیاں ہوتی ہیں۔ میں
نکالنے کی فکر کرتا ہوں۔ ارے کوئی ہے۔ ذرا برج کو بلا لا۔

برج کرتا کے لڑکے کا نام تھا۔ ایک خادمہ جا کر برج کو بلا لائی۔ برج بھیر کی
عمر اکیس بائیس سال کی تھی۔ حسین گبرو جوان۔ باپ کے قریب آکر مودب
کھڑا ہو گیا۔ بات کرنے کی ہمت نہ پڑی۔ دیکھ کر ہر بلجہ نے کہا۔ وہ بیٹا۔ تمہاری
تین بیویاں ہیں۔ یاد ہے۔ برج خاموش رہا۔

ہر بلجہ۔ پہلی شادی کا خیال ہو گا۔ وہ ایک چھاری کی بیٹی ہے۔

برج خاموش۔ بائیس برس کا لڑکا اور باپ کے سامنے۔ کیا ہی تیز طرار ہوتا
مگر اس زمانہ میں جواب نہ دیتا۔ آجکل جفا۔ جاہل بلیا ہوتا ہے۔ ایسی ایسی شے نکالتا ہے۔
گرتا کہنے لگے۔ وہ چھاری کی بیٹی۔ آج یہاں آئی ہوئی ہے۔ زبردستی ٹھہرنا۔

چاہتی ہے تمھاری مان سے میں نے کہہ دیا تھا کہ جھاڑو مار کر نکال دو۔ مگر عورتوں کا ہاتھ عورتوں پر نہیں اٹھتا۔ یہ کام تمھارا ہے۔ اور کوئی اس میں ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ تم آج رات کو جھاڑو مار کر اسے نکال دینا عین تو مجھے رات بھر نیند نہ آئے گی۔“

گنتی کہنے لگی۔ دیکھو! میں کرتے ہو کوئی عورتوں پر ہاتھ اٹھاتا ہے۔ اس حکم کے آگے میری کون سنتا ہے۔ بہر حال جو کچھ ہو۔ رخصت کرنا تو دو میٹھی باتیں کر کے برج نے باپ کو جواب دیا۔ ”جوار شاؤ۔“ مان کو جواب دیا۔ ”بہت اچھا۔“ جواب دیکر برج تھوڑی دیر کے لئے وہاں ٹھنک گیا۔ اُسی وقت گنتی نے کرتا سے مخاطب ہو کر کہا۔ ”بھوکو تو نکالے دیتے ہو۔ مگر بھوکھائے گی کیا۔“

کرپتا۔ جو خوشی ہو کر ہے۔ چوری کرے۔ ڈاکہ مارے۔ بھیک مانگے۔ کسی نے برجشیر سے کہا۔ ”رخصت کرتے وقت ہو سے یہی کہہ دینا اسے پوچھا تھا کہ وہ کیا کرے۔“

برجشیر وہاں سے برآمد پوری کے کمرے میں گیا۔ دیکھا کہ برآمد پوری والا جینے اور مچھڑا ڈرانے میں مشغول ہیں۔ جا کر پوچھا۔ ”آج تو نئی خبر ہے۔“

برآمد۔ کیا نئی خبر۔ ساگر نے میرا چرخہ توڑ ڈالا۔ یہی نئی خبر ہے۔ خیر وہ ابھی پچی ہے توڑ ڈالا۔ توڑ ڈالا۔ اُسے چرخہ کا تے کا شوق ہوا تھا۔

برج۔ یہ نہیں۔ اور بھی تو خبر۔

برآمد۔ ساگر سے کچھ نہ کہنا۔ تم ب جینے رہو مجھے اور بہتیرے چرخے مل جائیں گے۔ میں بوڑھی ہوں۔

برج۔ میری بات بھی تو سنو۔

برآمد۔ ہم بوڑھوں کا کیا۔ آج ہیں۔ کل نہیں۔ چرخے سے یہی قمار ہٹا کر

جب تک میں اسکو دیکھ نہ پاؤں تب تک نکال کیسے دون۔ اسی لئے
 تم سے پوچھنے آیا ہوں کہ اس سے کہاں ملاقات ہوگی۔
 برمجہ۔ سنو۔ میں بوڑھی ہوں۔ چاول کھاتی ہوں اور کرشن جی کا نام بتی ہوں
 اگر کہانی سننا چاہو تو سناؤں۔ باقی برہمنی یا چاری کے جھگڑوں
 میں میں نہیں پڑتی۔
 برج۔ نہ معلوم اس برمجہ اپنے میں تمہیں ڈاکو کب پکڑ لے جائیں گے۔
 برمجہ۔ ایسی بات نہ کہو۔ ڈاکوؤں سے بڑا ڈر معلوم ہوتا ہے۔ اچھا۔ تو ملاقات کرو گے
 برج۔ اور نہیں تو کیا تمہارا مالاجینا دیکھنے آیا ہوں۔
 برمجہ۔ ساگر بہو کے پاس جاؤ۔
 برج۔ کیا ایک سوت دوسری سوت سے ملاقات کرائے گی۔
 برمجہ۔ تم جاؤ تو۔ ساگر نے بلایا ہے۔ اپنے کمرے میں بیٹھی ہے۔ ایسی بھلیاں
 کہیں ہوتی ہیں۔
 برج۔ چرخہ توڑ ڈالا۔ تبھی اس کی تعریف ہوتی ہے۔ میں نے بھی کہنگا
 کہ تمہارا ایک چرخہ توڑ ڈالے۔
 برمجہ۔ کہاں ساگر۔ کہاں میں۔ اچھا۔ بس۔ جاؤ۔ جاؤ۔
 برج۔ جاؤں تو۔ مگر وہ چاری وہاں دیکھنے کو ملے گی۔
 برمجہ۔ کیا کہوں۔ بڑھیا کی بات تم سنتے ہی نہیں۔ مالے کا جینا بھی
 رہ گیا۔ تمہارے دادے کے ترسٹھ بیاہ ہوئے۔ لیکن جب کسی
 بیوی نے بلایا۔ چاہے وہ چودہ برس کی ہو یا چونسٹھ برس کی تبھی
 جانے سے انکار نہیں کیا۔
 برج۔ بڑوں کی بڑی باتیں۔ اچھا۔ لو۔ میں بھی چودہ برس والی کی تلاش

مین چلا۔ پاٹ کر چٹھ برس والی کا پتہ لگاؤں گا۔
 ہر مہ۔ جاؤ۔ جاؤ۔ جاؤ۔ مین مالانہ چنے پانی۔ رہو تو سہی۔ مین تارا سے
 کہہ۔ دن گی کہ تم بڑے شریہ ہو گئے ہو۔
 برج۔ اچھا۔ کہہ دینا۔ وہ بہت کرین گی۔ دوت ریش اور زیادہ کھا لینگے
 یہ کہہ کر برج شیر ساگر کی تلاش مین چلا گیا۔

چھٹا باب

ساگر کو سسرال مین دو کمرے لے تھے ایک نیچے تھا دوسرا اوپر
 نیچے کے کمرے مین بیٹھ کر ساگر گوریان بناتی ہمنون کے ساتھ کھلتی یا باتیں
 کرتی۔ اوپر والے کمرے مین رات کو سوئی تھی۔ دن کو بھی اگر نیند آتی
 تو وہ مین جا کر سو رہتی۔ برج شیر اس وقت اسی اوپر والے کمرے مین گیا۔
 وہاں ساگر کو نہ پایا۔ مگر بجائے اُس کے اور یہ کون ہے۔ سمجھ گیا
 کہ یہی پہلی بیوی ہے۔

کیا نازک وقت ہے۔ دونوں مین ایسا قریب کا تعلق بیان ہوئی
 ایک دوسرے کا آدھا جسم۔ دنیا مین سب سے زیادہ نزدیکی کا رشتہ
 مگر نہ کبھی ایک نے دوسرے کی صورت دیکھی۔ نہ کبھی دو باتیں ہوئیں
 ان دونوں مین باتیں کیونکر شروع ہوں گی۔ پہلے کون بولے گا۔ ایک
 تو نکال دیے آیا ہے اور دوسرا نکل جانے کے لئے۔ ہر تجربہ کار ناظر مین
 سے پوچھتے ہیں کہ ان دونوں مین کس طور پر باتوں کا شروع ہونا مناسب تھا۔

جو کچھ مناسب ہو۔ مناسب طریقہ پر کوئی کام نہ ہوا۔ پہلے ان دونوں میں کسی نے بات چیت شروع نہ کی۔ اس کے بعد کسی قدر سکراہٹ کے ساتھ پریچل نے دونوں ہاتھ جوڑ کر برصیشیر کو پرنام کیا۔ برصیشیر اپنے باپ کی طرح نہ تھا۔ پرنام نیکر اس نے پریچل کو ہاتھ پکڑ کے بلٹا کر پرتھو دیا۔ اور خود اس سے پاس بیٹھ گیا۔ پریچل گھونگھٹ نکالے تھی۔ اس زمانہ کی عورتیں آج کل کی عورتوں کی طرح یہ یقین۔ اس زمانہ پر لعنت۔ ہاتھ پکڑ کے بٹھاتے وقت گھونگھٹ کھل گیا۔ برصیشیر نے دیکھا کہ پریچل رو رہی ہے برصیشیر نے بے سمجھے ہو جھے۔ توبہ۔ توبہ۔ بائیس برس کی عمر پر لعنت برصیشیر نے بے سمجھے ہو جھے بغیر پوچھے مجھے جس مقام پر ڈیڈ بائی ہوئی آنکھوں سے نکل کر آنسو لڑھکتا ہوا آ رہا تھا۔ اسی مقام کا۔ توبہ۔ توبہ۔ برصیشیر نے جھپٹ کر بوسہ لے لیا مصنف تو بوڑھا ہوا اس کو لکھتے ہوئے مشرم نہیں آتی۔ مگر خیال ہوتا ہے کہ نئی تہذیب کے فوجان ناظرین اس کتاب کو یہیں تک پڑھ کر بند کر دیں گے۔

جس وقت برصیشیر ایسے غمزدب سنگین حرم میں آلودہ ہو رہا تھا۔ اور مصنف کو ایسی بات لکھنے کا ملزم بنانے کا باعث ہو رہا تھا۔ اور جس وقت پریچل دل ہی دل میں خیال کر رہی تھی کہ منہ جوٹنے سے بڑھکر ثواب کا کام دنیا میں کسی نے نہ کیا ہوگا۔ اس وقت دروازے کی طرف کس نے منہ ڈھایا۔ منہ پر کسی قدر منہسی نمایاں تھی۔ جس کا منہ تھا غالباً اس کے گھٹنے کی جھنکار ہوئی تھی۔ برصیشیر نے اُدھر نگاہ کی۔ دیکھا کہ پیارا پیارا چہرہ کالے کالے گھونگر والے بال۔ چھوٹا سا گھونگھٹ۔ گھونگھٹ کے اندر

گنول سی آنکھیں۔ تیلے تیلے سرخ ہونٹوں پر نہایت ہی خوش آئند مسکراہٹ۔
 برجیشہ نے یہاں کہہ ساگر ہے ساگر نے اسے شوہر کو ایک قفل اور کچی دکھلائی
 برج کچھ نہ سمجھا۔ لیکن تھوڑی دیر میں سمجھ گیا کیونکہ ساگر نے باہر کی طرف سے
 دروازہ بند کر کے زنجیر پڑھا دی اور قفل ڈال دیا۔ قفل بند کر کے وہ دھم دھم وہاں
 سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ برجیشہ کستا ہی رہا۔ وہ کیا کرتی ہو ساگر۔ یہ کیا کرتی ہو ساگر
 ساگر نے ایک نہ سنی۔ وہاں سے بھاگتی ہوئی گئی اور برآمدہ دی کے پائیاں پر
 جا کر لیٹ رہی۔

برآمدہ دیکھی۔ کہنے لگی۔ ”کیا ہے۔ ساگر ہو۔ کیا ہوا۔ یہاں آکر کیوں لیٹ رہی؟“
 ساگر بات ہی نہیں کرتی۔

برآمدہ۔ کیا تجھے برج نے نکال دیا۔
 ساگر۔ نکالی نہ جاتی تو تمہارے بیان کیوں آتی۔ آج میں تمہارے ہی ساتھ
 سوؤں گی۔

برآمدہ۔ اچھا۔ سوؤ۔ سوؤ۔ مگر دیکھنا۔ ابھی پھر بلانے آئے گا۔ میرے شوچی بھی
 اکثر یوں ہی مجھے نکال دیتے تھے اور پھر بلا لیتے تھے مجھے غصہ بھی آتا تھا
 مگر عورت ذات۔ نہ کئے چین نہ رہے چین۔ ایک روز ایسا
 ہوا کہ

ساگر۔ ایک کہانی سناؤ۔
 برآمدہ۔ کون سی کہانی۔ چڑیا والی کہانی سناؤ۔ تو کیا اکیلی سنے گی وہ
 نئی ہو کہان ہے۔ اُسے بلا نہ لو۔ دو نوں کو سناؤ۔
 ساگر۔ میں اس وقت انہیں کہان ڈھونڈھتی پھروں۔ میں اکیلی ہی
 سنوں گی۔ تم کہو۔

برجہ دیدی ساگر کے پاس لیٹ کر چڑیا دالی کہانی کہنے لگی۔ کہانی شروع ہوتے ہوئے ساگر سو گئی اس کے سونے کی خبر برجہ دیدی کو نہ ہوئی وہ ایک کھڑی وہ کہانی کہتی رہی۔ جب معلوم ہو گیا کہ سننے والی سو گئی تو مجبوراً اس روئے خط ہو کے اُس نے قصہ ناتمام چھوڑ دیا۔

دوسرے روز ترنگے ترنگے ساگر نے جا کر قفل کھول دیا۔ پلٹ کر پوڑھی برجہ دیدی کے کانوں کے پاس چرخہ لیکر گھر گھر چلانے لگی۔ قفل کھولنے سے کھٹ کھٹ جو ہوئی تو اُس کی آواز پھیل اور پھیل کے کانوں میں پہنچی۔ پر پھیل ٹپھی ٹپھی آٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اور تنہی لگی۔ ”ساگر نے زنجیر کھول دی۔ میں جاتی ہوں۔ مجھے بیوی سمجھو یا نہ سمجھو مگر اپنی لونڈی سمجھ کر مجھے یاد رکھنا۔“

برجہ دیدی نے جانا۔ میں بھی کرتا سے ایک مرتبہ کہہ کر دیکھ لوں۔ پر پھیل۔ کہنے سے کیا اُن کی رائے بدل جائے گی۔ برجہ دیدی۔ نہ بارے نہ سہی۔ میں اپنا کام خود کروں گا۔ انھیں بلا وجہ چھوڑنے سے میں شہکار ہوتا ہوں۔

پر پھیل۔ تم نے مجھے نہیں چھوڑا۔ ایک دن کے لئے مجھے اپنے پلیگ کے پاس جگہ دی۔ میرے لئے یہی بہت ہے میں ہاتھ جوڑتی ہوں کہ مجھ ایسی دکھیا کے واسطے اپنے باپ سے بگاڑ نہ کرنا اگر تم بگاڑ کر دے تو مجھے بڑا رنج ہوگا۔

برجہ دیدی۔ کم سے کم مجھے اتنی فکر تو ضرور کرنا چاہیے کہ وہ تھارے کھانے کپڑے کا بندوبست کر دیں۔

پر پھیل۔ انھوں نے میرے سرے ہاتھ اٹھالیا۔ میں اُن سے بھیک بھی

نہ لون گی۔ ہاں اگر تمہارے پاس کچھ ہوگا تو میں تم سے مانگ لون گی۔
 برج۔ میرے پاس کیا ہے۔ ہاں یہ انگوٹھی ہے۔ اسے لیتی جاؤ۔ ضرورت
 پر اس کو بیچ کر اپنا کام نکالنا۔ میں ایسی فکر کروں گا کہ خود چار پیسے
 پیدا کروں۔ جس طور پر ہوگا میں تمہارے کھانے پکڑے کا انتظام کروں گا۔
 میرے کہنے کے برج نے اپنی انگوٹھی اتار کر پھیل کو دیدی۔ پھیل نے اس کو
 اپنی انگلی میں پھینتے وقت کہا ”اگر تم مجھے بھول جاؤ۔“
 برج۔ سب کو بھول جاؤں گا۔ مگر تم کو کبھی نہ بھولوں گا۔

پھر پھیل۔ اگر اس کے بعد مجھے پہچان نہ سکو۔
 برج۔ تمہاری صورت کبھی نہ بھولوں گا۔
 پھر پھیل۔ میں اس انگوٹھی کو ہمیشہ اپنے پاس رکھوں گی۔ فاتے کر کے مر جاؤ گی
 مگر اس کو نہ پہچون گی۔ اگر کسی موقع پر تم مجھ کو نہ پہچانو گے تو میں تم کو یہی
 انگوٹھی دکھاؤں گی۔ اس میں لکھا کیا ہے۔
 برج۔ میرا نام لکھا ہے۔

دو دن دو رو کر ایک دوسرے سے رخصت ہوئے
 پھر جب نیچے اُتریں تو ساگر اور میں سے ملاقات ہوئی۔ میں کہجھتے
 نے پوچھا۔
 ”ہن۔ کل رات کہاں سوئی تھیں۔“

پھر پھیل۔ جو تیر تھ کرتا ہے وہ اس بات کو اپنی زبان سے نہیں کہتا۔
 میں۔ اس کا کیا مطلب۔
 ساگر۔ تیری سمجھ میں کیا خاک آئے گا۔ کل اٹھون نے مجھے نکال باہر کر دیا
 اور خود بشن کی چھمی نہیں۔ دیکھتی نہیں ہو کہ مردوے نے خوش ہو کر اپنی

انگوٹھی نذر کر دی۔
 مین تارا نے انگوٹھی جو دیکھی تو اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی جل کر
 کہنے لگی ”دوبن بھین معلوم ہے کہ کرتا بابو نے تمہارے سوال کا کیا جواب دیا؟“
 پر پھیل اس بات کو بھول بھی گئی تھی۔ کیونکہ برہمچیر نے اس کی بہت خاطر
 کی تھی۔ پر پھیل نے پوچھا۔
 ”کس سوال کا جواب؟“

مین۔ تم نے پوچھا نہ تھا کہ مین کھاؤں گی کیا۔
 پر پھیل۔ تو پھر اس کا جواب کیا ملا

مین۔ کرتا بابو نے کہا ہے کہ چوری کر کے ڈکیتی کر کے کھائے۔
 ”دیکھا جائے گا۔“ یہ کہہ کر پھیل رخصت ہوئی۔ اور کسی سے بات نہ کی۔
 کھڑکی کے راستے مکان سے باہر آئی۔ ساگر پیچھے پیچھے چلی گئی۔ پر پھیل نے اس سے
 کہا۔ ”دوبن۔ مین آج رخصت ہوتی ہوں۔ اس گھر میں قدم نہ رکھوں گی
 جب تم اپنے باپ کے گھر جاؤ گی تو وہاں تم سے ملوں گی۔“
 ساگر۔ تم میرے باپ کا گھر جانتی ہو۔

پر پھیل۔ اگر نہیں جانتی ہوں تو دریافت کر لوں گی

ساگر۔ تم میرے باپ کے گھر آؤ گی؟

پر پھیل۔ مجھے اب شرم ہی کا ہے کی۔

ساگر۔ تمہاری ماں تمہارے لئے منتظر کھڑی ہیں۔

ساگر نے بتلادیا کہ باغ کے پھاٹک پر پر پھیل کی ماں کھڑی ہے۔

پر پھیل وہیں ماں کے پاس چلی گئی۔

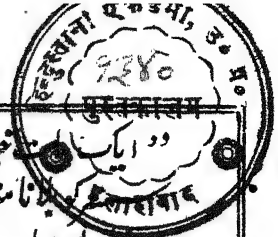
ساتوان باب

پر پھیل اور اس کی مان دونوں اپنے گھریٹ آئین - جانے آنے
 میں پر پھیل کی مان کو بڑی تکلیف ہوئی - جسمانی تکلیف سے زیادہ روحانی
 تکلیف ہوئی - واپس آنے کے بعد پر پھیل کی مان کو بخار آنے لگا - شروع میں
 ہلکا ہلکا بخار رہا - مگر سنگالی عورت - خاص کر برہمنی - زور برہمنی بھی سیوہ
 اس نے بخار کو بخار نہ سمجھا - وہ نون وقت کا نہاتا - اگر مل گیا تو کھانا پکھنوا
 رہا - پڑوسی ترس کھا کر کچھ دیر بیتے تھے اسی سے کھانا چلتا تھا - رفتہ رفتہ بخار
 نے زور پکڑا - اب وہ بستر سے اٹھنے کے قابل بھی نہ رہی -

اس زمانہ میں دیہات میں دوا علاج کا کوئی انتظام نہ تھا - بیواکین تو
 اکثر دوا کھاتی ہی نہ تھیں - بخار بڑھا - بڑھتے بڑھتے سر سام ہو گیا - چن - ونون بعد
 پر پھیل کی مان کو اس دنیا کے جھیلون سے نجات مل گئی -

وہی پڑوسی جنھوں نے جھوٹ موٹ کا عیب لگایا تھا مرنے کے وقت اگر
 موجود ہو گئے اور اس کا کر یا کرم کیا - ایسے وقت دشمنی مٹ جاتی ہے -
 خاص کر سنگالیوں میں یہ وصف ضرور پایا جاتا ہے -

پر پھیل تنہا نہ تھی - محلہ والوں نے آکر کہا دو تم کو جو تھی کا شرادھ کرنا ہوگا
 پر پھیل نے کہا گزین بھی چاہتی ہوں کہ بیٹہ وان کروں - مگر سامان کہاں پاؤں گی
 پڑوسیوں نے جواب دیا - دو تم کو فکر کی ضرورت نہیں ہم لوگ سب انتظام
 قئے لیتے ہیں - کسی نے نقہ دیا - کسی نے جس دی - شرادھ کا سارا انتظام
 پڑوسیوں نے کر لیا - ایک پڑوسی نے پر پھیل سے پوچھا -



دو ایک کے خیال میں آتی ہے۔ تمھاری ماں کے شرادھ میں تھکے
پر پھیلے جواب دیا۔ ”وہ بلائے تھے لئے جائے گا کون۔“
تھے کے دو آدمی سستہ ہو گئے۔ ہر کام میں وہی سب سے آگے ہوتے
تھے۔ اُن کو اس بات کا مرض تھا۔ پر پھیل نے کہا۔ ”وہ تمھیں لوگوں کے
کمنے سے بہن عیب لگایا گیا اور ہم سے وہ گھر چھوٹ گیا۔ اُن لوگوں نے
جواب دیا۔ ”اب اُن یا توں کو جانے دو۔ ہم لوگ اُس کا دفع دخل
کر لیں گے۔ تم لاوارث یتیم ہو۔ تم سے ہم کو کسی قسم کا رنج نہیں۔“
پر پھیل نے منظور کیا۔ وہ دونوں آدمی ہر بلجہ کو بلاوا دینے کے لیے
گئے۔ ہر بلجہ نے کہا۔

”وہ تمھیں نے تو سبھن کو بیاہرم کہہ کر برا دہی سے الگ کیا تھا۔
اور پھر تمھاری ہی زبان سے ہم یہ بات سنیں۔“
آنھوں نے جواب دیا۔ ”اروکیوں پر ویوں میں اکثر لڑائی سہجائی
ہے۔ مگر وہ الزام بالکل بے بنیاد تھا۔“ ہر بلجہ دل کا صاف آدمی نہ تھا۔
اس نے خیال کیا۔ ”یہ لوگ مجھے چالاک معلوم ہوتے ہیں۔ غالباً آنھوں
نے اُس چارمی کی بیٹی سے کچھ روپیہ پایا ہے اسی لئے اب اسکی طرف داری
کرتے ہیں۔ یہی بات ہے۔ مگر اس لڑکی نے روپیہ کیونکر پرایا ہر حال
ہر بلجہ نے بلاوے میں جانے کی بات تاک نہ سنی۔ بلکہ وہ پر پھیل سے
اور بھی ناراض ہو گیا۔

برجیشیر نے بھی یہ باتیں سنیں۔ اُس نے دل میں سوچا کہ کسی روز شب کو
جاگر پر پھیل سے ملوں گا۔ اور اسی رات پلٹ آؤں گا۔

پر پھیل کے پروسی مایوس واپس آئے۔ پھیل نے حسب دستور اپنی ماں کا شرادھ کیا۔ برہمن کھلائے۔ برہیشیر جانے کا موقع ڈھونڈ رہا تھا۔

آکھوان باب

پھول متی نان کا مکان پر پھیل کے مکان سے قریب تھا۔ پھیل خوبصورت جوان۔ رات کو اکیلی رہنے میں خوف بھی ہے اور عیب بھی رات کو کسی بھی دور عورت کا یا اس ہونا ضروری۔ اس کام کے لیے پر پھیل نے پھول متی سے خواہش کی پھول متی بیوہ تھی اور ایک اور بیوہ بہن کے سوا اس کا کوئی نہ تھا وہ دونوں بہنیں پر پھیل کی ماں کو بہت مانتی تھیں۔ اسی لیے پھیل نے پھول متی سے یہ خواہش کی اور اس نے منظور کر لیا۔ جس روز پھیل شی ماں کا انتقال ہوا اسی روز سے پھول متی شام کو اگر رات بھر پر پھیل کے ساتھ رہتی تھی پھول متی کا چال چلن کیسا تھا۔ اس کا حال معصوم پر پھیل کو پورے طور پر معلوم نہ تھا۔ پھول متی پر پھیل سے کوئی دس برس بڑی تھی۔ صورت شکل بھی خراب نہ تھی۔ بنی ٹھنی بھی رہتی تھی۔ ایک تو چھوٹی قوم کی لڑکی دوسرے بیوہ۔ تیسرے صورت دار۔ لوگوں نے اس کا چلن بگاڑ دیا۔ اس موضع کا زمیندار برہان چودھری تھا۔ اس کا کما مشیتہ درجہ اکثر اس موضع میں زمینداری کا کام کاج کیا کرتا تھا۔ لوگ کہتے تھے کہ درجہ پھول متی پر رکھا ہوا ہے۔ اور پھول متی بھی اس پر مٹی ہوئی ہے۔ پر پھیل کے کانوں میں بھی اس خبر کی بھنگ پڑی تھی۔ مگر وہ کرتی کیا۔ اور کوئی اس بات پر مٹی

نہ ہوا کہ اپنا گھر بار چھوڑ کر رات کو پھل کے مکان میں آکر رہے۔ پھل نے بدل میں خیال کیا دودھ خراب سی۔ اگر میں خراب نہ ہونگی تو مجھے کون بڑا کے گا۔“

پھول مئی تین چار روز تک پھل کے مکان میں آکر سوئی۔ شرادھ کے دوسرے روز پھول مئی کسی قدر بدتر کر کے آرہی تھی۔ راستے میں ایک آم کا پٹنٹھا اس کے نیچے ایک جھاڑی تھی۔ اُسی جھاڑی کے قریب پھول مئی چلی گئی وہاں ایک مرد کھڑا ہوا تھا۔ وہ مرد وہی درلچھا تھا۔
 درلچھا لال کنارے کی دھوئی پہنے۔ ہونٹوں پر پان چائے پھول مئی کو دیکھ کر ہنستے ہوئے بولا: ”کیون۔ آج۔“

پھول مئی نے جواب دیا۔ ”وہاں۔ آج ہی اچھا ہے۔ تم دوپہر رات گئے پانکی لیکر آ جاؤ۔ میں دروازہ کھول دوں گی۔ مگر خبردار۔ دیکھو۔ کسی کو کانٹوں کاں خبر نہ ہونے پائے۔“
 درلچھا۔ اس کا کچھ اندیشہ نہ کرو۔ مگر وہ شور نہ مچائے۔

پھول مئی۔ تم پڑ تو لے جاؤ پھر سب ٹھیک ہو جائے گا جس کے کہنے میں کوئی نہیں جو دانہ دانہ کو محتاج ہے۔ وہ کھانا پائے گی۔ کپڑا پانگی کہنا پانا پائے گی۔ روپیہ پیسہ پائے گی۔ سہاگ پائے گی۔ پھر بھلا وہ ٹھہرے گی کیوں نہیں۔ یہ میرا ذمہ۔ مگر اتنا خیال رہے کہ گھنے پائے میں میرا بھی حصہ ہے۔

اس طور پر باتیں ختم ہوئیں۔ درلچھا اپنے گھر گیا اور پھول مئی پر پھل کے پاس گئی۔ پھل کو ان باتوں کی ذرا بھی خبر نہ ہوئی۔ وہ اپنی ماں کا خیال کرتی ہوئی لیٹ رہی۔ ماں کے لیے جس طرح روتے ہیں اس طرح روتی۔ رد کر

جس طرح روز سو جاتی تھی اُسی طرح سو گئی۔ آدھی رات کو در کھجے تے دروازے
 بن آہستہ آہستہ دھکا دیا۔ پھول مٹی نے دروازہ کھول دیا۔ در کھجے نے
 پر پھیل کا منہ بانہا اور پیکر کر زبردستی پالکی میں ڈال دیا۔ پالکی کے کنار
 چپ چاپ پالکی لیکر چل دئے۔ پھول مٹی بھی ساتھ ساتھ روانہ ہوئی۔

اس کے تھوڑی ہی دیر بعد برہنہ سراسر خالی مکان میں پر پھیل سے ملنے
 کے لیے آیا۔ سب سے پوشیدہ برہنہ شیرازت کو آیا تھا۔ ہائے۔ وہاں کوئی نہ تھا
 ہم کہہ چکے ہیں کہ کنار پالکی لے کر چپ چاپ روانہ ہوئے۔ کوئی خیال
 نہ کرے کہ یہ غلط ہے۔ اس میں شک نہیں کہ کنار دن کا معمول ہے کہ آواز
 نکالتے ہوئے چلیں۔ مگر اس موقع پر ان سے خاص طور پر منع کر دیا گیا تھا کہ
 آواز منہ سے نہ نکالیں۔ اگر آواز ہوتی تو بڑا گڑبڑ ہو جاتا۔ ایک اور سبب
 بھی تھا۔ اس زمانہ میں ملک کا کوئی راجہ نہ تھا۔ مسلمانوں کی حکومت
 جاچکی تھی۔ انگریزوں کی حکومت پورے طور پر چلی نہ تھی۔ ملک کے اس
 حصہ میں خشاک سالی کے سبب سے بہت سی خلقت تباہ ہو چکی تھی۔
 سب پر طرہ دیہی شگھ کا ٹھیکہ تھا۔ یہ دیہی شگھ ہے جس کے ظلموں
 کا بیان آڈمنسٹریٹرک نے پارلیمنٹ ہال میں اس فصاحت سے کیا تھا کہ
 سننے والی لیڈیوں کو غش آ گیا تھا۔ اگر آج سو برس بعد بھی وہ اس پر طبعی
 جاتی ہے تو رشتہ ٹکٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ باریک درون کا مانا انھیں مصیبت
 میں گرفتار تھا۔ بہت سے ایسے مظلوم تھے کہ ان کو کھانا کیا۔ رہنے تک کو جگہ
 نہ ملتی تھی جن کے پاس کھانے کو نہ رہتا تھا دوسروں کا مال لوٹتے تھے۔ نتیجہ
 یہ ہوا کہ جس کاؤن میں دیکھو چورون اور لیٹروں کا گروہ موجود۔ یکس کی
 مجال تھی کہ ان کو سزا دے۔ مسٹر گڈ لیڈ۔ رنگ پور کے اول کلکٹر تھے

نوجواری کا کام اُنھیں کے سپرد تھا۔ اُنھوں نے ڈاکوؤں کی گرفتاری کے لیے بہت سے سپاہی روانہ کئے مگر وہ سپاہی کچھ نہ کر سکے۔
 ڈرلیمجہ نے پرنسپل پر ڈاکہ مارا۔ مگر وہ خود خوف زدہ تھا کہ کہیں ڈاکو اگر اُس پر ڈاکہ نہ ڈالیں۔ پالکی کو دیکھ کر ڈاکوؤں کا حملہ کرنا کوئی عجیب بات نہ تھی اسی خوف سے کہار جب چاپ تلے جاتے تھے۔ شو نو غل نہ ہونے پائے اسی خیال سے ڈرلیمجہ نے اور آدمی ساتھ نہ لئے۔ پالکی کے ساتھ صرف دو شخص ڈرلیمجہ اور پھول منی۔ اسی طرح ڈرتے ڈراتے چار گوس کی راہ طے ہو گئی۔ وہاں سے ایک بڑا بھاری جنگل شروع ہوا۔ کہاروں نے نہایت خوف زدہ ہو کر دیکھا کہ سامنے سے دو آدمی آرہے ہیں۔ رات کا وقت مگر تاروں کی روشنی میں راہ دکھلائی پڑتی تھی۔ اُن دونوں آدمیوں کی شکل بھی نظر پڑی۔ کہاروں کو معلوم ہوا کہ دو شخص جسم کی طرح آرہے ہیں۔ کہاروں میں بات چیت شروع ہوئی۔

۱۔ کہار۔ دو آدمی ہیں۔

۲۔ کہار۔ رات کو جب جنگل میں گھوم رہے ہیں تو بھلے آدمی نہیں ہو سکتے۔

۳۔ کہار۔ دونوں بڑے نگڑے جوان ہیں۔

۴۔ کہار۔ کیا ہاتھوں میں لائھی نہیں دیکھتے ہو۔

۵۔ کہار۔ ڈرلیمجہ بابو کیا کہتے ہیں۔ اب تو آگے پاؤں نہیں اٹھتا آج

ڈاکوؤں کے ہاتھوں سے جان گئی۔

ڈرلیمجہ۔ غضب ہو گیا۔ بڑی مصیبت ہے جس بات کو میں ڈر رہا تھا وہ

آگے آئی۔

دو آدمی جو آرہے تھے اُنھوں نے راستہ پر لوگوں کو دیکھ کر ملنا آواز

سے پوچھا۔ ”دو کون ہے رے۔“
 کہارون نے پالکی تو وہیں پھینکی اور ”باپ رے باپ“ کہتے ہوئے
 جنگل میں کھس گئے۔ دُور لہجہ بھی اُنھیں کے پیچھے پیچھے بھاگا۔ پھول مٹی یہ کہتی
 ہوئی کہ مجھے کہاں چھوڑے جائے ہو۔ اُنھیں کے پیچھے پیچھے گئی۔
 دو آدمی جا رہے تھے اور جن کی وجہ سے یہ دس آدمی بھاگ کھڑے ہوئے
 وہ محض مسافر تھے۔ دونوں ہندوستانی۔ نوکری کی تلاش میں جا رہے تھے
 رات کو قریب ختم دیکھ کر چل دئے تھے کہ سویرے سویرے کچھ دور نکل جائیں
 کہارون کو بھاگتا ہوا دیکھ کر ان دونوں نے ہنسنے لگا۔ اور پھر اپنی راہ
 چلے گئے۔ مگر کہارون یا دُور لہجہ یا پھول مٹی نے مڑ کر نگاہ نہ کی۔
 پھیل نے پالکی پر بیٹھے بیٹھے آہستہ آہستہ کوشش کر کے اپنا منہ کھول لیا
 تھا۔ آدھی رات کا وقت۔ چتے سے سننے کا کون۔ اسی خیال سے اُس نے
 غل نہ مچایا۔ اگر وہ صحیحی اور کوئی سنتا بھی تو ڈاکوؤں کے خوف کے مارے
 اُس کے پاس تک کون پھٹکتا۔ پہلے تو ڈر کے مارے پر پھیل بدحواس ہو گئی تھی
 رفتہ رفتہ اُسے خیال آیا کہ اگر اس وقت ہمت سے کام نہ لیا تو پھر ہائی شکل
 ہو گی۔ جس وقت کہاریا لکی پھینک کر بھاگ کھڑے ہوئے اس وقت
 پر پھیل کو خیال ہوا کہ کسی نئی آفت کا سامنا ہوا۔ آہستہ آہستہ پالکی کے پٹ
 کھولے۔ تھوڑا سا منہ پڑھا کر دیکھا کہ دو آدمی آ رہے ہیں۔ اُس نے آہستہ آہستہ
 پھر پٹ بند کر دیئے۔ تھوڑی سی جگہ چوٹیوں کے درمیان تھی اس کی راہ سے
 دیکھا کہ وہ دونوں آدمی راہ راہ چلے گئے۔ اس وقت پر پھیل پالکی سے
 باہر نکل آئی۔ دیکھا کہ کسی طرف کوئی نہیں۔
 پر پھیل نے سوچا کہ جو لوگ اُسے پکڑے لئے جاتے تھے وہ ضرور لپٹ کر آئینگے

اگر راہ راہ گئی تو ممکن ہے کہ پھر اُن کے ہاتھ آجائے۔ اس سے یہی بہتر ہے کہ جنگل میں چھپ رہے۔ جب دن نکل آئے گا اُس وقت جیسا مناسب ہوگا کیا جائے گا۔

یہ سوچ کر پریچل جنگل میں گھسی۔ تقریر سے اُدھر نہیں گئی۔ چار ہر کھار گئے تھے۔ جنگل میں کچھ دور جا کر کھڑی ہو گئی۔ تھوڑی دیر میں صبح ہوئی۔ صبح کو پریچل جنگل میں اُدھر اُدھر پھرنے لگی۔ اتنی بہت نہ پڑی کہ اتنے آجائے۔ ایک جگہ دیکھا کہ ایک بہت پتلی پک ڈنڈی جنگل کے اندر گئی پریچل اُسی پر چل دی۔ گھریاٹ جانے میں بھی اندیشہ تھا کہ کہیں پھر ڈاکو پکڑنے لے جائیں۔ شیر بھیڑنے اگر کھالیں تو ہرج نہیں مگر پھر ڈاکوؤں کے ہاتھ میں نہ پڑے۔

اُس پک ڈنڈی پریچل بہت دور نکل گئی۔ کئی گھڑی دن چڑھ گیا مگر کوئی گاؤں نہ ملا۔ وہ پک ڈنڈی بھی ختم ہو گئی۔ آگے کسی طرف راستہ نہیں۔ ہاں دو ایک پرائی ایٹسین اُدھر اُدھر نظر پڑیں دل کو کسی طور ڈھارس ہوئی۔

اور آگے بڑھ کر زیادہ ایٹسین نظر آئیں۔ جنگل بھی بہت گھنا معلوم ہوا تھوڑے دور آگے پریچل کو پرائی عمارت کا کھنڈر نظر آیا۔

ایٹسین کے ایک ڈھیر پر کھڑی ہو کر پریچل نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی۔ دیکھا کہ دو ایک کمرے اب بھی ثابت ہیں۔ خیال آیا کہ اس میں انسان اگر رہنا چاہے تو رہ بھی سکتا ہے۔ اُن کمروں کے دیکھنے کے لیے پریچل اُس کھنڈر میں داخل ہوئی۔ دیکھا کہ سب کمروں کے دروازے کھلے ہیں کوئی انسان نظر نہ آیا۔ انسان کے رہنے کے کچھ نشان پائے گئے تھوڑی

دیر بعد کسی انسان کے کر رہنے کی آواز پر پھل کے کان میں پڑی۔ اسی آواز کی جانب پر پھل ایک کمرے میں گئی۔ دیکھا کہ ایک بوڑھا آدمی ٹپڑا ہوا کمرہ رہا ہے۔ بوڑھے کا سوکھا ہوا جسم خشک ہونٹ جھلون میں دھتسی ہوئی آنکھیں۔ گہری گہری سانسیں۔ پر پھل کو خیال ہوا کہ یہ انسان مرنے کے قریب ہے۔ وہ اُس کے بستر کے قریب جا کر کھڑی ہو گئی۔

بوڑھے نے خشک گلے سے یہ الفاظ کہے۔ ”وہ بیٹی۔ تم کون ہو۔ کیا کوئی دیوتا ہو جو مرتے وقت میری مدد کے لئے آئی ہو؟“

پر پھل نے جواب دیا۔ ”میں لاوارث ہوں۔ راہ بھول کر ادھر آنکلی تمہارا بھی کوئی والی وارث نہیں معلوم ہوتا۔ اگر میرے لائق کوئی خدمت ہو تو کہو۔“

بوڑھا۔ اس وقت تم بہت کام کر سکتی ہے۔ جے سرکیشن کی ایسے وقت انسان کا منہ دیکھنے کو مل گیا۔ مارے پیاس کے دم نکل رہا ہے پانی پلاؤ۔ پر پھل نے دیکھا کہ بوڑھے کے مکان میں پانی کی کالسی بھی ہے۔ اور کالسی میں پانی بھی ہے۔ پانی پینے کا برتن بھی ہے۔ صرف پانی دینے والا کوئی شخص نہیں۔ پر پھل نے بوڑھے کو پانی پلایا۔

پانی پی کر بوڑھے کے حواس کسی قدر ٹھکانے ہوئے اس نے رفتہ رفتہ کچھ باتیں پر پھل سے کہیں جن کا مختصر طور پر یہ مطالب تھا۔

بوڑھا بٹینو ہے۔ اُس کے عزیز واقارب کوئی نہیں۔ ہاں ایک بٹینوی تھی۔ جب بوڑھا قریب مرگ ہوا تو بٹینوی اس کا مال اسباب لئے کروہان سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ بوڑھا بٹینو ہے۔ وہ چلایا نہ جائے گا۔ بلکہ دفن کیا جائے گا۔ یہی اُس کی خواہش تھی۔ بوڑھے کے سننے کے مطابق

بیشنوی نے اسی مکان کے ایک حصہ میں قبر کھود رکھی ہے۔ پھاڑا اور گدالا
اسی مقام پر پڑے ہیں۔ بوڑھے نے پھیل سے ہی درخواست کی تھی جب
میں مر جاؤں تو مجھے اٹھا کر اسی قبر میں رکھ دینا اور مٹی ڈال دینا۔
پھیل نے منظور کیا۔ اُس کے بعد بوڑھا کہنے لگا۔

دو پچھ روپیہ سپہ ابھی میرے پاس ہے۔ بیشنوی کو اس کی خبر نہ تھی۔

اگر معلوم ہوتا تو وہ اُس کو بے لیے نہ جاتی۔ جب تک وہ روپیہ
میں کسی کو نہ دے جاؤں اُس وقت تک میرا دم نہ ٹکے گا۔ اگر

کسی کو بغیر دیے ہوئے مر گیا تو بھوت ہو کر روپیہ کے قریب

پھرون گا۔ مجھے نجات نصیب نہ ہوگی۔ ارادہ تھا کہ وہ روپیہ

بیشنوی کو دے جاؤں مگر وہ پہلے ہی بھاگ گئی۔ اب مجھے

اور کوئی آدمی کہاں ملے گا۔ وہ روپیہ میں مہین کو دئے جانا ہوں

میرے بچھونے کے نیچے تختے بچھے ہوئے ہیں۔ ان تختوں کو اٹھانا

نیچے ایک سڑک نظر آئے گی۔ اور وہیں پر ایک سیرھی بھی

لگی ہوئی ہے۔ اسی سیرھی سے نیچے اترنا۔ روشنی ساتھ لے لینا

تہ خانہ میں اسی طرح کا ایک کمرہ نظر آئے گا۔ اس کمرے کے

باہر جانب تلاش کرنا۔ روپیہ مل جائے گا۔

پھیل نے حتی الامکان بوڑھے کی خدمت شروع کی۔ بوڑھے نے کہا۔

وہ اس مکان میں ایک مولشی خانہ ہے وہاں گامین بندھی ہیں۔ اگر گاہے

کا دو وہ لے آؤ تو کچھ مجھے کھلاؤ کچھ تم خود کھاؤ۔

پھیل نے تعمیل کی۔ دو وہ لاتے وقت دیکھ آئی کہ ایک مقام پر قبر

کھائی ہوئی ہے اور پھاڑا اور گدالا وہیں پڑے ہوئے ہیں۔

دو پہرے بے بوڑھے نے قعنائی - بوڑھا ڈبلا تپلا آدمی - بدن سوکھ کر
 ڈھانچا ہو گیا تھا۔ پرحیل کے بدن میں کسی قدر طاقت بھی تھی - اُس نے بوڑھے
 کا مردہ لے جا کر اُسی قبر میں رکھ دیا اور اوپر سے مٹی ڈال دی - اس کے بعد
 قریب کے کنوئیں پر جا کر نہائی آدمی دھوئی پہنے رہی وہ وہی بین سکھالی
 تھوڑی دیر بعد پھاڑوا اور گدالالے کر بوڑھے کی دولت کی تلاش میں چلی
 اس نے یہ خیال نہ کیا کہ اس دولت کا لینا مناسب ہے یا نہیں بوڑھا تو اُسکو
 دے ہی گیا تھا - علاوہ اس کے پرحیل غفلت اور مصیبت زدہ بھی تھی -

نوان باب

پرحیل نے بوڑھے کا مردہ اٹھاتے وقت اس کا بستر اٹھا کر جنگل میں
 پھینک دیا تھا اسی وقت لکھا تھا کہ واقعی اُسے بچھونے کے نیچے تختے پڑے ہوئے ہیں -
 لمبائی چوڑائی میں کوئی تین ہاتھ ہوں گے - فرش پر جمائے ہوئے تھے پرحیل
 نے گدالے سے وہ تختے نکالے - میچے تاریک تھے خانہ معلوم ہوا نیچے اترنے
 کے لیے سیڑھی بھی نظر آئی -

جنگل میں لکڑی کی کیا کمی تھی - صحن میں کچھ لکڑی کے چیلے پڑے ہوئے
 تھے - پرحیل نے اٹھا کر تھوڑے سے چیلے تھے خانہ میں پھینک دئے اُس کے
 بعد اوہراؤ ہر ڈھونڈنے لگی کہ کہیں چھپا تو نہیں ہے - بوڑھا آدمی نہبا کو
 عزت دیتا ہوگا - جب سے سروا لڑیے نے نہبا کو کا پتہ لگایا - اس وقت
 سے ایسا کون بوڑھا ہے جس نے اس کثوت - اس غناک - اس بے مزہ -

اس ناقابل برداشت زندگی کو بغیر تباہی کو ختم کیا ہوا۔ اگر کوئی بوڑھا ایسا ہو تو ہمارے نزدیک اس کا مرنا مناسب نہ ہوا۔ اس کو چاہیے تھا کہ چند دنوں اور زندہ رہ کر اس دنیا کی بے انتہا مصیبتوں کو جھیلتا۔

ڈھونڈتے ڈھونڈتے پھیل کو چھاتی مل گیا۔ موشی نما سے وہ کچھ پیال اٹھا لائی۔ چھاتی سے پیال جلا یا اور اسی سیڑھی کے ذریعے سے نیچے اترتی پھاڑوے اور گرا بے کو پہلے ہی نیچے پھینک دیا تھا۔ دیکھا کہ اچھا خاصہ تہ خانہ ہے۔ جو چیلے نیچے پھینک دئے تھے اُن کو جلا یا۔ روشنی ہو گئی۔ بائیں جانب پر پھیل زمین کھودنے لگی۔

کھودنے کھودنے ایک مرتبہ ”دھن“ سے آواز ہوئی۔ پر پھیل کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ سمجھ گئی کہ کسی گھڑے یا کلمے پر گرا لایا۔ یہ دولت یہاں کیونکر آئی اور دراصل اس کا مالک کون تھا اس کا حال پیشتر بیان کر دینا پوڑھے کا نام کرشن گوہنہ واس۔ قوم کا کا لیٹھ۔ ایک بیشنوی پر دل جو اُگیا تو خود بھی بیشنوں کا بچپن بنا کر اس کے ساتھ بن رہا بن گیا۔ وہاں طرح طرح کے گجھر و خوشو و خوش گلو بیشنوں کو دیکھا کر بیشنوی کا دل ان لوگوں کی خدمت پر مائل ہوا۔ کرشن گوہنہ کا ماتھا کھکا کر بیشنوی کی یہ عقیدت کوئی نیا گل کھلائے گی۔ وہ اس کو لے کر وہاں سے پھر نکال کر واپس آیا۔ کرشن گوہنہ اس زمانہ میں غریب تھا۔ نوری کی تلاش میں مرشد آباد گیا۔ وہاں نوکری مل گئی۔ مگر اسکی بیشنوی کے حسن کا شہرہ نواب کے کانون تک پہنچا۔ ایک حبشی خواجہ ہرانے بیشنوی کے پاس اس غرض سے آمد و رفت شروع کی کہ اس کو بیگ نہائے۔ بیشنوی بھی لالچ میں آکر راضی ہو گئی۔ جب کرشن گوہنہ کو اس کی سن گن ملی وہ پھر کھٹا اور وہاں سے بیشنوی کو لے کر بھاگ کھڑا ہوا۔ مگر جاے کہاں۔ کرشن گوہنہ نے خیال کیا

کہ اُس در بے ہوا کو آدمیوں کی بستی میں رکھنا خطرے سے خالی نہیں۔ نہ معلوم کہ بسکون دوڑا لیجائے۔ اسی فکر میں مایاجی اس بستی کو ساتھ لیکر دریائے پرما کے پار پہنچے اور وہاں انسان مقام ڈھونڈ رہے تھے۔ پھرتے پھرتے اُس کھنڈر میں کرشن گوہند کا گزر ہوا دیکھا کہ اُس در بے ہوا کو چھپا کر رکھنے کے لیے یہ مقام نہایت سوزوں ہے۔ عزرائیل کے سوا اور کسی کو پتہ نہ ملے گا۔

نتیجہ یہ ہوا کہ اُس نے وہیں قیام کیا ہے ہر مہینہ کرشن گوہند بازار سے کھانے پینے کی چیزیں خرید لاتا تھا۔ بستی کو وہاں سے نہیں جانے کی اجازت نہ تھی۔

ایک روز کرشن گوہند ایک کمرے میں چوٹھا کھو درہا تھا۔ مٹی کھودتے کھودتے ایک اشرفی نظر پڑی۔ اُس نے اور گہرا کھودا تو روپیوں سے بھرا ہوا ایک گھڑا ملا۔

اگر اس قدر روپیہ نہ مل جاتا تو کرشن گوہند کی وہاں بسر نہ ہو سکتی۔ اتنا روپیہ پا کر وہ بے فکری سے دن کاٹنے لگا۔ مگر اس کو ایک نئی فکر پیدا ہو گئی۔ اس کو خیال ہوا کہ ایسے پرانے مکانوں میں بہت کچھ دولت ہوتی ہے۔ اس غرض سے وہ آئے دن ادھر ادھر زمین کھودا کرتا تھا بہت دنوں اسی خط میں وہ زمین کھودا کیا کچھ نہ ملا۔ سال بھر کے بعد اس تفرقہ میں ایک روز کیا دیکھتا ہے کہ کوئی شے چمک رہی ہے۔ ایک کمرے سے اٹھایا۔ دیکھا تو اشرفی۔ چوہوں نے زمین کھودا لی تھی اسی مٹی کے ساتھ یہ اشرفی اوپر آگئی۔

ایک کرشن گوہند چمکا ہوا۔ بازار سے دن کا انتظار کرنے لگا۔ جب وہ دن آیا تو بستی سے کہا وہ میری طبیعت بہت خراب ہے۔ آج تم

بازار سے سودا خرید لاؤ۔“ بشنوی صبح کو بازار چلی گئی۔ باباجی نے خیال کیا کہ اتنے دنوں کے بعد اس کو سیر کا موقع ملا ہے۔ بشنوی جلد واپس نہ آئی گی۔ کرشن گوہند نے بشنوی کی غیر موجودگی میں جا کر تہ خانہ میں کھودنا شروع کیا۔ وہاں اشرفیوں اور جواہرات سے بھرے ہوئے بیس کھسے برآمد ہوئے۔

گزشتہ زمانہ میں اس حصہ ملک میں نیل و صبح خانہ داران کے راجہ حکومت کرتے تھے۔ اُس خانہ داران کا آخری راجہ نیلامبر دیو تھا۔ نیلامبر کے محلات اکثر نقبوں میں تھے۔ اس مقام پر بھی اس کا ایک محل تھا یہاں بھی دو سال میں دو ایک ہفتہ قیام کرتا تھا۔ ہنگامے کے بادشاہ نے نیلامبر پر فوج کشی کی اُس نے یہ خیال کیا کہ اگر پٹھانوں نے اسکی دارالسلطنت کو محصور کیا تو اس کے بزرگوں کا خزانہ اُن کے ہاتھ لگ جائیگا۔ اسی خیال سے اُس نے اپنا خزانہ وہاں سے شاکر خفیہ طور سے اس مقام پر بچا دیا یہ کارروائی اس ترکیب سے کی گئی کہ سو نیلامبر کے کسی کو پتہ نہ چلا کہ وہ خزانہ کہاں رکھا گیا۔ جنگ کا نتیجہ یہ ہوا کہ نیلامبر قید ہو گیا اسکا قاتلہ کیونکر ہوا اس کا حال کسی کو نہیں معلوم۔ وہ پھر اپنے راج میں واپس نہ آیا وہ خزانہ جہاں تھا وہیں رہ گیا۔ وہی خزانہ کرشن گوہند کے ہاتھ لگا۔ اشرفیان۔ ہیرے۔ موتی۔ اور اور جواہرات بے شمار تھے۔

کرشن گوہند نے اُن کلسوں کو پھر بدشور زمین میں گاڑ کر رکھ دیا۔ بشنوی کو کانوں کان اس دولت کی خبر نہ ملی۔ کرشن گوہند تھا بھی بڑا کنجوس۔ اُس نے کبھی ایک اشرفی بھی اُس خزانہ سے لیکر خرچ نہ کی۔ اب وہ بے انتہا دولت پر پھل کے ہاتھ ملی۔ کلسوں کو وہیں حفاظت سے

دھول پھیل اوپر آئی۔ تھکی ہندی بھی پھیل پریٹ کر سو گئی۔

دسوان باب

یہاں پر تھوڑا سا حال پھول مٹی کا بیان کر دیں۔ وہ جان کے خوف سے ہرنی کی طرح ڈر لہجہ لگے پیچھے دوڑتی ہوئی بچلی۔ ڈاکوؤں کے خوف سے دلہجہ آگے آگے بھاگتا چلا جاتا تھا۔ دلہجہ آگے نکل گیا۔ پھول مٹی چلا چلا کر کہتی جاتی ہے کہ دو ارے پھیرو۔ ارے پھیرو۔ مجھے چھوڑ کر نہ چلے جانا، مگر دلہجہ یہ کہتا ہوا کہ دو بارے باپ رہے ہاے وہ آگئے، نکھائیں خنقی بھاگتا ہوا ابے نکھان بھاگتا چلا گیا۔ بجارے کی بری حالت تھی۔ دھوتی کا کچھ کھل گیا۔ ایک پاؤں کا جو نہ معلوم کہاں رہ گیا۔ جاوہر ایک خاردار جھاڑی میں الجھ کر اس کی ہٹا دہی کے پھرے کی طرح سو اہن اڑنے لگی۔ اُس وقت پھول مٹی نے چلا کر کہا۔ دو اوی نگوڑے مردوے مور تون کو پھیل کر لایا اور اب ڈاکوؤں کے ہاتھ میں چھوڑے جاتا ہے۔ یہ جھٹکے دلہجہ کو پورا یقین ہو گیا کہ پھول مٹی کو ڈاکوؤں نے پکڑ لیا۔ اُس نے جواب نہ دیا بلکہ اور تیزی کے ساتھ بھاگنے لگا۔ پھول مٹی نے پھر کہا۔ دو ارے بھجنت۔ اے موڈی۔ اے نگوڑے۔ اے موڈی کاٹے۔ یہ کہتی ہی رہی ڈر کبھ نگاہ سے اوجھل ہو گیا۔ پھول مٹی کا کوشا خواہ مخواہ بند ہو گیا۔ اُس نے رونا شروع کر دیا۔ روتی جاتی تھی اور دلہجہ کی سات ایشیون کو بہت سی بھونڈے لفظوں میں یاد کرتی جاتی تھی۔ پھول مٹی نے دیکھا کہ ڈاکو کہیں بھی نہیں ہیں۔ غصوڑی دیر ٹھٹک کر

سوچنے لگی۔ رونا۔ وقوف کیا۔ نہ ڈاکو آئے اور نہ ڈرلہو نظر پڑا۔ وہ جھگل سے
 بامر نکلنے کی راہ تلاش کرنے لگی۔ ایسی ہوٹیا ر عورت کے لئے راستے کا ڈھونڈنا
 لینا کون بڑی بات تھی باہر آکر وہ بڑے راستے پر پہنچ گئی۔ جب ادھر ادھر
 کسی کو نہ دیکھا تو وہ اپنے گھر کی طرف روانہ ہوئی۔ ڈر لہو پر اُس وقت
 بہت ہی خفا تھی۔

چھ دن چڑھے پھول سہی اپنے گھر واپس پہنچ گئی۔ دیکھا کہ اُس کی
 بہن الکسٹی گھر میں نہیں۔ نہانے گئی ہے۔ پھول سہی نے جب جاپ دروازہ
 بغیر دے اور جا کر لیٹ رہی۔ ساری رات آنکھوں میں آنسو تھی۔ لیٹے
 ہی سو گئی۔

اُس کی بہن نے اُسے اُٹھایا اور پوچھنے لگی۔ داری۔ تو اس وقت آئی
 پھول سہی نے جواب دیا۔ دو کیون۔ مین گئی کہاں تھی۔
 الکسٹی۔ ادھر کہاں جاگئی۔ برہمنی کے یہاں سونے گئی تھی۔ اتنے دن چٹھے تک
 نہ آئی۔ اسی لیے پوچھتی تھی۔

پھول سہی۔ تجھے سوچتا تو ہے نہیں۔ صبح سویرے تیرے سامنے مین آئی اور
 جا کر لیٹ رہی۔ کیا تو نے نہیں دیکھا۔

الکسٹی۔ یہ کتنی کیا ہے۔ تیری راہ دیکھنے دیکھنے میں تین مرتبہ اس برہمنی کے یہاں
 تیری تلاش میں گئی۔ وہاں تو تھی ہی نہیں۔ اور بھی کوئی نہ تھا۔ اری ہاں
 پھول آج کہاں گئی۔

پھول سہی۔ دکان پر جب۔ جب بہن چپ۔ اس بات کو زبان پر نہ لانا۔
 الکسٹی۔ رخوف زدہ ہو کر کیوں۔ کیا ہوا کیا۔
 پھول سہی۔ وہ بات کہنے کی نہیں ہے۔

لمکھنی - کیون -

چول مٹی - ہم لوگ چھوٹے آدمی ہیں - دیوتاؤں یا برہمنوں کی باتوں سے ہم سے واسطہ کیا -

لمکھنی - کہیں - کہتی کیا ہے - آخر پھیل نے کیا کیا -

چول مٹی - پھیل اب ہے بھی -

لمکھنی - (اور خوف زدہ ہو کر) ابن یہ تو کیا کہہ رہی ہے -

چول مٹی - (دہایت آہستگی سے) دیکھ خبردار کسی سے نہ کہنا - کل رات کو اس کی ماں آکر اُسے لے گئی -

لمکھنی - کیا -

لمکھنی کا جسم خھر خھر کا پینے لگا - اس وقت پھول مٹی نے ایک انوکھا قصہ

سُنا دیا - تین پر رات گئے پھول مٹی نے دیکھا کہ پھیل کی ماں اپنی بیٹی کے

بستر پر بیٹھی ہوئی ہے - تھوڑی دیر بعد معلوم ہوا کہ مکان میں زور سے آنار مٹی آئی

آنار مٹی کے بعد وہاں کوئی نہ تھا - پھول مٹی غش کھا کر گر پڑی - وغیرہ وغیرہ

اس قصہ کو ختم کر کے پھول مٹی نے بہت اصرار کے ساتھ لمکھنی سے کہا کہ

دو خبردار - خبردار - یہ بات کسی کے سامنے زبان سے نہ نکالنا - دیکھ

مجھے میرے ہی سر کی قسم ہے کسی سے کہنا نہیں -

ہن نے جواب دیا - نہ - کبھی زبان پر نہ لاؤ گی - بھلا یہ بات کسی سے

کہنے کی ہے - اگر بہن کے بیٹ میں بات کیونکر رہتی - اسی وقت چاول

دھو - نے کے بھانے گھر سے نکلی اور گھر جا کر اس قصہ کو تک مریج لگا کر بیان

کیا - ہاں - اتنا ضرور کیا کہ ہر شخص سے فرما کر دیا اتنی تنبیہ کر دی کہ یہ حال کسی پر

ظاہر نہ کیا جائے - اس ممانعت کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ خبر بہت جلد مشہور ہو گئی -

حتیٰ کہ ایک مختلف صورت میں پھیل کی سسرال تک پہنچ گئی اس مختلف صورت کا حال آئندہ بیان کیا جائیگا۔

گیارھواں باب

صبح اٹھ کر پھیل سوچنے لگی اب کیا کروں۔ کہاں جاؤں۔ یہ نکل بیابان رہنے کے قابل نہیں۔ یہاں تنہا کیونکر رہوں گی۔ اگر جاؤں بھی تو کہاں۔ کیا گھر پلٹ جاؤں۔ وہاں سے ڈاکو پھر پکڑ لے جائیں گے۔ جہاں کہیں جاؤں یہ دولت کیونکر ساتھ لے جاؤں۔ اگر اور آدمیوں سے اٹھوا لے جاؤں گی۔ تو سب کو خیر ہو جائے گی اور چور اور ڈاکو مجھ سے چھین لیں گے۔ یہ بھی نہ سہی تو اٹھانے والے آدمی کہاں لیں گے۔ اگر تو مل بھی گئے تو انھیں کیا اعتبار مجھے مار کر یہ سب دولت چھین لے جانے میں کتنی دیر لگتی ہے۔ اتنا بڑا خزانہ دیکھ کر ایسا کون شخص ہے جس کی نیت ٹھکانے رہے گی۔

پھیل بہت دیر تک اسی طرح سوچتی رہی۔ بالآخر یہی طے کیا کہ تنہا یہ تقدیر اب ناقہ کشی برداشت نہیں ہوئی۔ بہن رہو گی۔ میرے لیے جیسا درگا پور دیا یہ جنگل وہاں بھی مجھے ڈاکو پکڑنے لے جاتے تھے بہت ہو گا یہاں سے بھی وہ پکڑ لے جائیں گے۔

یہ دل میں ٹھان کے پھیل گھر کے دھن۔ مھون میں مشغول ہوئی۔ مکان میں جھاڑو دی۔ مویشیوں کو چارہ دانہ دیا۔ پانی پلایا۔ پھر رسوین

کی فکر ہوئی۔ دیکانے کی کیا۔ برتن چاول۔ دال۔ دھان کچھ نہ تھا۔
پر پھل ایک اشرفی نے لربازار کی تلاش میں چلی۔ جو حالات بیان ہو چکے
ہیں انہیں سے ظاہر ہے کہ پر پھل کی بہت غیر معمولی تھی۔
اس جنگل میں بازار کہاں سے؟ پر پھل نے خیال کیا ڈھونڈ لو گی۔
جنگل میں پر پھل نے ایک پاک ڈھونڈ لی تلاش کی اور اسی پر چل دی۔
جاتے جاتے ایک مقام پر پہونچی جہاں جنگل بہت گھٹا تھا۔ دھان
اس کو ایک برہمن نظر پڑا۔ برہمن خنڈی بننے تلک لگائے۔ سر نہ ہارے ہوئے
رنگ صاف شریف وضع۔ عمر میں ادھیر۔ پر پھل کو دھان دیکھ کر اس برہمن کو تعجب ہوا پوچھا
"دو بیٹی۔ کدھر جاؤ گی؟"
پر پھل۔ بازار جاؤ گی۔

برہمن۔ ادھر بازار کہاں۔
پر پھل۔ تو پھر کدھر ہے؟
برہمن۔ تم آتی کہاں سے ہو؟
پر پھل۔ اسی جنگل سے۔
برہمن۔ کیا تم اسی جنگل میں رہتی ہو۔
پر پھل۔ ہاں۔

برہمن۔ تو پھر تمہیں بازار کا راستہ نہیں معلوم
پر پھل۔ میں نئی آئی ہوئی ہوں
برہمن۔ اس جنگل میں کوئی اپنی خوشی سے نہیں آتا۔ تم کیوں آئیں؟
پر پھل۔ مجھے بازار کی راہ بتلا دیجئے۔
برہمن۔ یہاں سے ایک پہر کی راہ ہے۔ تم تنہا نہیں جا سکتیں۔ راستے

میں چورون اور ڈاکوؤں کا بڑا خوف ہے۔ تمہارا اور بھی کوئی ہے
پر پھیل۔ اور کوئی نہیں۔

برہمن دیر تک پر پھیل کی صورت دیکھتا رہا۔ دل ہی دل میں
خیال کیا وہ اس لڑکی میں سب اوصاف معلوم ہوتے ہیں اسے آزادانہ
توسہ سی۔ ظاہر کیا کہ تم اکیلی بازار نہ جانا۔ ورنہ آفت میں پھنس جاؤ گی
یہاں میری ایک دوکان ہے۔ اگر تمہارا جی چاہے تو وال چاول خرید سکتی ہو۔
پر پھیل نے جواب دیا۔ وہ اس سے بہتر اور کیا ہو گا۔ مگر آپ تو صورت
سے برہمن پتہ نہ معلوم ہوتے ہیں۔

برہمن۔ برہمن پتہ طرح طرح کے ہوتے ہیں۔ کچھ تم میرے ساتھ آؤ۔
یہ کہہ کر وہ برہمن پر پھیل کو ساتھ لیے ہوئے اور بھی گھنے جنگل میں داخل
ہوا۔ پر پھیل کو کینفہر خوف معلوم ہونے لگا۔ مگر اس جنگل میں وہ مقام
کون ہو سکتا ہے جہاں خوف نہ ہو۔ پر پھیل نے دیکھا کہ وہاں ایک کھڑی
ہے۔ قفل پڑا ہوا۔ اور کوئی وہاں آدمی نہ آؤں زاد۔ برہمن نے قفل کھولا
پر پھیل نے دیکھا کہ دوکان تو نہیں ہے مگر اس کو کھڑی میں برتن بھاڑا۔
وہاں چاول۔ نمک۔ تیل۔ سبھی کچھ موجود ہے۔ برہمن نے کہا

”تم اکیلی جتنی چیزیں لے جا سکو لے جاؤ۔“ پر پھیل سے جتنی چیزیں
اٹھ سکتی تھیں اس نے لے لیں۔ اور پوچھا کہ قیمت کیا دینی ہو گی۔
برہمن۔ ایک آنہ

پر پھیل۔ پیسے میرے پاس نہیں ہیں۔

برہمن۔ روپیہ ہو دیو۔ باقی پیسے لے لو۔

پر پھیل۔ میرے پاس روپیہ بھی نہیں ہے۔

برہمن - تو بازار کیا لیکر چلی تھیں -

پرچھل - ایک اشرفی ہے -

برہمن - دیکھو -

پرچھل نے اشرفی دکھائی - برہمن نے دیکھ کر واپس کر دی اور کہنے لگا "اتنا روپیہ میرے پاس نہیں ہے کہ اس اشرفی کا خرہ دیکھوں جاؤ تمہارے ساتھ تمہارے گھر چلتا ہوں تم مجھے وہاں پیسے دے دیتا -

پرچھل - ہرے گھر میں بھی پیسے نہیں ہیں -

برہمن - اشرفیان ہی اشرفیان ہیں - خیر - کچھ ہرج بنیں - جلوس میں تمہارا گھر دیکھ آؤں - جب پیسے ہوں مجھے دیدیتا - میں جا کر لے آؤں گا -

پرچھل کا ماتھا ٹھنکا کہ اس ہوشیار برہمن نے تاڑ لیا کہ اس کے پاس بہت سی اشرفیان ہیں - اور اسی لالچ میں اس کا گھر دیکھنا چاہتا ہے - جو جو چیزیں پرچھل نے خریدی تھیں وہ رکھ دیں اور گئے گئی - مجھے بازار ہی جانا پڑے گا مجھے کپڑوں کی ضرورت بھی ہے -

برہمن بیس بڑا سننے لگا ڈوٹھی - تم سمجھتی ہو کہ اگر میں تمہارا گھر دیکھوں گا تو تمہاری اشرفیان چراؤں گا - تو کیا تم نے یہ خیال کر لیا کہ بازار جانے سے مجھے مال دوگی - اگر میں تمہارا ساتھ نہ چھوڑوں تو تم کیا کر سکتی ہو؟

ہاے مصیبت! پرچھل کا جسم کانپ اٹھا! برہمن نے کہا "میں تمہارے ساتھ وفانہ کروں گا - مجھے برہمن نہ پٹے سمجھو یا جو مجھے سمجھو بہر حال میں ڈاکوؤں کا سردار ہوں مجھے بھوانی پاٹھک اتنے ہیں پرچھل کو کاٹو تو بدن میں لو نہیں - بھوانی پاٹھک کا نام اس نے درگاپور میں بھی سنا تھا کہ بڑا ہی مشہور ڈاکو ہے - اس کے خوف سے سارا ملک

کا پتہ تھا۔ پھیل کے منہ سے بات نہ نکلی۔
 بھوانی نے کہا: ”اگر یقین نہ ہو تو دیکھ لو۔“
 یہ کہہ کر اُس نے کوٹھری سے ایک نقارہ باہر نکال کر اُس پر کچھ مہین لگائیں
 چشم زدن میں پچاس ساٹھ کالے کانے جو ان لائٹھیان باہر اُڑے ہوئے آکر
 موجود ہوئے اور بھوانی سے عرض کرنے لگے۔
 ”کیا حکم ہوتا ہے۔“

بھوانی نے کہا: ”وہ اس لڑکی کو پہچان رکھو۔ میں نے اس کو اپنی زبان
 سے بیٹی کہا ہے۔ تم سب اس کو بیٹی کہنا اور میری طرح دیکھنا۔ تم لوگ
 اس کا کوئی نقصان نہ کرنا اور نہ کسی دوسرے کو اس کا نقصان
 کرنے دینا۔ اچھا۔ اب تم لوگ رخصت ہو۔“
 اجازت پاتے ہی وہ ڈاکوؤں کا گروہ وہاں سے غائب ہو گیا۔
 پھیل حیرت میں آگئی۔ تھی بڑی زور و فہم۔ فوراً سمجھ گئی کہ ایسے شخص
 کی تابعداری ہی مناسب ہے۔ کہنے لگی وہ چلتے ہیں اپنا کھرا کاؤ دکھاتے دیتی ہوں۔
 خریدتا ہوا سامان لیکر پھل روانہ ہوتی۔ پیچھے پیچھے بھوانی پاٹھک جاتا۔
 اُس مکان میں پہنچ کر پھیل نے سب سامان رکھ دیا اور بھوانی کو پیچھے
 کے لیے ایک اسی وی۔ گرشن کو بند رکے پاس ایک چھٹی پرانی آسنی تھی۔

بارھوان باب

بھوانی پاٹھک نے پوچھا: ”اسی کھڑے میں تم نے اشرفی پائی تھی؟“

پر پھل - جی ہاں
بھو - کتنی اشرفیاں ؟

پر - بہت سی -
بھو - ٹھیک بتاؤ کتنی - اگر گڑ بڑ کرو گی تو میرے آدمی آکر کھوونکا لینگے

پر - میں لگے ہیں -
بھو - اتنی دولت لیکر تم کیا کرو گی ؟
پر - انھے ویس کو لے جاؤں گی -

بھو - حفاظت کر سکو گی ؟
پر - اگر آپ ، ذکر بیٹے تو ممکن ہے -

بھو - میری پوری حکومت اس جنگل میں ہے - جنگل کے باہر میرا
اس قدر اختیار نہیں - اگر تم اپنی دولت اس جنگل سے باہر
لے پھین تو میں اس کی حفاظت نہ کر سکوں گا -

پر - تو میں اس دولت کو لے کر اسی جنگل میں رہوں گی - لیکن آپ
حفاظت رکھیں گے ؟

بھو - ہاں - مگر تم اپنی دولت لیکر کرو گی کیا ؟
پر - لوگ دھن دولت لیکر کیا کرتے ہیں -

بھو - عیش کرتے ہیں
پر - میں بھی عیش کروں گی -

بھوانی یا بھگت ہوں ! ہوں ! کہہ کر ہنس دیا - پر پھل کو حیرت ہوئی
اُس کو متحیر دیکھ کر بھوانی نے کہا

دو بیٹی - تم نے نادان بچن کی سی بات کہی اسی پر بچے

ہنسی آگئی۔ تم نے تو مجھ سے کہا تھا کہ تمہارا کوئی نہیں ہے۔
تو پھر کس کو ساتھ لیکر عیش کرو گی۔ تنہائی میں دولت سے عیش
نقصیب نہیں ہوتا۔

پر پھل پر سکوت کا عالم تھا۔ بھوانی کہنے لگے۔
دوسرو۔ دنیا میں دولت پا کر کوئی عیش کرتا ہے۔ کوئی ثواب
کے کام کرتا ہے اور کوئی جہنم کی راہ صاف کرتا ہے۔ تم
عیش نہیں کر سکتیں کیونکہ تمہارا اور کوئی نہیں۔ تم ثواب کے
کام کر سکتی ہو۔ نہیں تو جہنم کی راہ صاف کر سکتی ہو۔ بولو۔
کیا کرو گی۔

پر پھل بھی بڑی ہمت والی۔ کہنے لگی۔ وہیہ باتیں تو ڈاکوؤں کے سردار
کی سی نہیں ہیں۔

برہمن۔ نہ۔ میں محض ڈاکوؤں کا سردار نہیں ہوں۔ بہر حال تم کو میں نے بیٹی
کہا ہے۔ اب تمہارے لیے جس بات میں بھلائی دیکھوں گا وہی کہوں گا۔
اس سرمایے سے تم عیش نہیں کر سکتیں کیونکہ تم اکیلی ہو۔ ہاں۔ اس کی
مدد دولت بہت کچھ عذاب یا بہت کچھ ثواب کے کام کر سکتی ہو۔ بولو۔
تم کس طریقے کو پتہ کرتی ہو۔

پر۔ اگر میں یہ کہوں کہ میں عذاب ہی کے کام کروں گی۔
برہمن۔ تو میں اپنے آویسوں کے ہاتھ یہ سب دولت تمہارے ساتھ کر کے تم
کو جنگل کے باہر بھیج دوں گا۔ اس جنگل میں میرے بہت سے ماتحت
ایسے ہیں جو اس دولت کے لالچ میں تم کو گناہگار بنونے میں مدد دیں گے
بہر حال اگر تمہاری ہی رائے ہو تو میں تم کو یہاں سے اسی وقت رخصت

کر دینے پر مجبور ہوں گا اس جنگل میں میرا اختیار ہے۔
پر جب آپ اپنے آدمیوں کے ہاتھ میری دولت بھجوا دیں گے تو میرا نقصان ہی کیا ہوگا۔

بھوائی۔ کیا تم دولت کو بیکاس کوگی بہ تم حسین بھی ہو اور جوان بھی۔ ممکن ہے کہ ڈاکوؤں کے ہاتھ سے بیچ جاؤ۔ مگر حسن اور جوانی کے ہاتھوں تمہارا بکاؤ مشکل ہے۔ گناہ کے کاموں سے سیری نہ ہوگی مگر دولت ختم ہو جائیگی۔ کتنی ہی دولت کیوں نہ ہو اگر اس کے ٹانے کا زارہ نہ ہو تو بہت جلد غائب ہو جائیگی۔

پر پھل۔ اُس کے بعد کیا ہوگا؟
بھوائی۔ اُس کے بعد جہنم کا راستہ صاف ہو جائے گا۔ ہوس کبھی پوری نہیں ہوتی۔ وہی جہنم کا راستہ ہے۔

پر پھل۔ بابا۔ میں گڑبست کی لڑکی ہوں۔ گناہ نہیں جانتی۔ میں گناہ کے راستے پر کیوں جاتے لگی۔ میں بہت محتاج ہوں۔ اگر روٹی کیڑا مل جائے تو یہی میرے لیے بہت ہے۔ دھن دولت لیکر میں کیا کروں گی۔ آپ یہ سب لے لیجیے اور میرے لیے ایسی فکر کرو لیجیے کہ بیگناہی کی حالت میں مجھے ایک منگھی اناج مل جایا کرے۔

بھوائی نے دل ہی دل میں پر پھل کو سراہا۔ ظاہر اُکھا۔
”دولت تمہاری ہے۔ میں غور نہ کروں گا۔“

پر پھل کو سخت تعجب ہوا بھوائی اُس کے دل کی کیفیت سمجھ گیا۔ کہنے لگا۔
”تم یہ سوچتی ہو کہ بیچھ ڈاکہ مارتا ہے۔ دوسرے کا مال اوڑھتا ہے۔ اور اس پر ایسی باتیں بھاتا ہے۔ میں ان باتوں کا

جواب ابھی نہ دوں گا۔ اگر تم گناہ کے کام کرنے لگو تو ممکن ہے کہ میں مختاری یہ دولت لوٹ لوں۔ فی الحال میں اس کو نہ لوں گا۔ میں تم سے پھر پوچھتا ہوں کہ تم اس دولت کو لیکر کیا کر دگی؟

پر پھل۔ آپ تو بڑے سمجھ دار اور عقلمند معلوم ہوتے ہیں۔ آپ ہی مجھے ہدایت کریں کہ میں اس دولت کو لیکر کیا کروں۔

مجبوانی۔ ہدایت کرنے میں پانچ سات برس صرف ہوں گے۔ اگر تم چاہو تو میں ہر ایت کر سکتا ہوں۔ مگر اس عرصہ میں اس دولت کو ہاتھ نہ لگانے پڑے گی۔ تم کو کھانے پینے کی تکلیف نہ ہوگی۔ جو جو چیزیں ضروری ہوں گی، میں بھیج دیا کروں گا۔ مگر میری ہدایتوں پر پوری طرح عمل کرنا پڑے گا۔ کوئی غدر نہ کرنا جائے گا۔ بولو۔ منظور ہے۔

پر پھل۔ اور رہنا گمان ہوگا۔

مجبوانی۔ سہیں۔ اس مکان کی نقوڑی بہت مرست کرادی جائیگی۔

پر پھل۔ تو اسی مکان میں تنہا رہنا پڑے گا۔

مجبوانی۔ نہیں۔ میں دو عورتوں کو بھیج دوں گا۔ وہ تمہارے ساتھ رہیں گی۔

کوئی انا لیشہ کی بات نہیں۔ اس قبضل میں میرے پورے اختیارات ہیں میرے ہوتے ہوئے تم کو کوئی آفت نہیں آسکتی۔

پر پھل۔ آپ مجھے ہر ایت کیونکر کرئیے؟

مجبوانی۔ تم لکھنا پڑھنا جانتی ہو۔

پر پھل۔ نہیں۔

مجبوانی۔ تو پہلے لکھنا پڑھنا سیکھاؤں گا۔

پریصل نے منظور کیا۔ اُس کو بڑی خوشی ہوئی کہ اس خوفناک جنگل میں ایک شخص اُس کا حامی و مددگار ہو گیا۔

بھوانی پانٹھک نے اُس ٹکٹل سے باہر نکل کر دیکھا کہ ایک شخص اُس کا انتظار کر رہا ہے تو وہی ٹکٹل آدمی گھٹھا ہوا بدن - گالوں پر ٹھیکیاں - بھوانی نے اس سے پوچھا - ”رنگ راج - یہاں کیسے“

رنگ راج - آپ کی تلاش میں - آپ یہاں کیسے - بھوانی - جس چیز کی اتنے دنوں سے تلاش تھی وہ مل گئی - رنگ - راجہ

بھو - رانی !

رنگ - اب راجہ رانی ڈھونڈنے کی ضرورت نہ پڑے گی - انگریز لوگ راجہ ہوتے ہیں - کلکتہ میں ایک انگریز ہے جسے لوگ ہینٹن دویرن ٹیپنگ کہتے ہیں اُس نے خوب حکومت چلائی ہے -

بھو - میں اُس طرح کا راجہ تلاش نہیں کرتا - میں جس چیز کی تلاش میں تھا اُس کا حال تو تم کو معلوم ہے - رنگ - تو کیا آپ کو وہ چیز مل گئی -

بھو - وہ چیز یوں دستیاب نہیں ہوتی - تیار کرنا پڑے گی - پریشورونا پیدا کرتا ہے - اور انسان اس سے متحیر بنا لیتا ہے - مجھے تو ہوا اچھا مل گیا ہے - ابھی پانچ سات برس اُس کو گڑھکا پڑے تھا - ہاں خیال رکھنا کہ اس مکان میں بغیر میری اجازت کے کوئی عورت یا مرد نہ آنے پائے - لڑکی جو ان ہے اور خوشرو -

رنگ - جوار شاوہو - ٹھیکہ دار کے آدمیوں نے رنجن پور لوٹ لیا -

اسی لئے میں آپ کی تلاش کر رہا تھا۔
 بھو۔ اچھا تو چلو۔ ہم لوگ ٹھیکہ دار کی تحصیل پرڈاکہ ماریں اور اس
 گانوں کے لوگوں کا مال اسی گاؤں کے لوگوں کو دے آئیں۔ اس
 گانوں والے ہم کو رو دینگے۔
 رنگ۔ امیر تو ہے۔

تیرھواں باب

بھوانی پانٹھک نے حسب وعدہ دو عورتیں بھیج دیں۔ ایک ہاٹ بان
 کرے گی اور دوسری رات دن پر پھل کے ساتھ رہے گی۔ دونوں
 دو طرح کی بھین۔ جو ہاٹ بازار کے لیے تھی اس کا نام تھا۔ وہ گوبرا کی بان
 عمر تتر برس کی۔ صورت کالی۔ کانوں سے پیری۔ اگر کانوں سے بالکل
 نہ نکلتی ہوتی تو اچھا تھا۔ اشارے کنائے سے کام چل جاتا۔ مگر شکل یہی
 کہ وہ کبھی کبھی بعض باتیں سن لیتی تھی اور کبھی کچھ بھی نہ سن پاتی تھی۔ ایسا بہرا
 بہت پریشان کرتا ہے۔

دوسری عورت جو آئی تھی وہ بالکل ہی مختلف قسم کی تھی۔ عمر میں
 پر پھل سے کوئی پانچ سات برس بڑی ہوگی۔ صاف سا نولا رنگ۔ برسات
 کے کچے تپے کی طرح۔ اور جو بن تو بھٹاڑتا تھا۔

دونوں ایک ساتھ آئیں۔ گوبرا کی بان نے پر پھل کو پر نام کیا پر پھل
 نے پوچھا۔ ”تھنارا نام کیا ہے“ گوبرا کی بان سن نہ سکی۔ دوسری نے تھنا

یہ بہری ہے۔ اس کو ب گوبرا کی مان کہتے ہیں۔“

پر پھیل۔ گوبرا کی مان بھارے کے لڑکے ہیں۔

جواب۔ میں نہ تو بیٹھتی نہیں ہوں۔

پر پھیل۔ تمھاری ذات کیا ہے۔

جواب۔ میں جانے آئے کو تیار ہوں۔ چنان کہو گی وہیں چلی جاؤ گی۔

پر پھیل۔ میں پوچھتی ہوں کہ تم کون لوگ ہو۔

جواب۔ اور لوگ اگر کیا کر رہے ہیں گے۔ میں تمھارا سب کام کرو گی۔ ہاں

دو ایک کام مجھ سے نہ ہوں گے۔

پر پھیل۔ کون کام نہ ہوں گے۔

اب گوبرا کی مان کے کان کھل گئے کہنے لگی۔

دو کون کام نہ ہوں گے۔ پانی نہ بھر سکوں گی۔ کمر میں زور نہیں ہے

اگر بڑے نہ چھانٹ سکوں گی۔ اتنا کام نہیں کر لینا۔“

پر پھیل۔ اور سب کام تو کر لو گی۔

جواب۔ برتنوں کا مانا دھونا نہ ہو یہ بھی تمہیں کر لینا۔

پر پھیل۔ یہ بھی تم سے نہ ہو گا۔ آخر تم کرو گی کیا کام

جواب۔ میں کیا بناؤں۔ گھر میں جھاڑو دینا۔ اچھی طرح تو یہ بھی نہیں کر سکتی

پر پھیل۔ تو کرو گی کیا۔

جواب۔ اور جو کہو گی وہ کام کرو گی۔ بتی بناؤں گی۔ پانی اور تیل دوں گی

جھوٹے پتے بھینک آؤں گی۔ اور جو اصل کام ہے وہ کروں گی

بازار سے سودا لائوں گی۔

پر پھیل۔ پیسے پیسے کا حساب سمجھا دو گی۔

جواب - مین بوڑھی - ہری - حساب کیا سمجھاؤں گی - مان رو پیہ پیہ جو کچھ
نے گائب خرچ کماؤں گی - تم کو یہ کہنا نہ پڑیگا کہ اتنا رو پیہ خرچ نہوا
پر پھیل - تم سی خوش لیاقت عورت کہاں مل سکتی ہے -
جواب - یہ تم اپنی تعریف کرتی ہو - مین کس قابل ہوں -
اس کے بعد پر پھیل نے دوسری کی جانب متوجہ ہو کر کہا - دو تھارا
نام کیا ہے ؟

اس حسینہ نے جواب دیا - ”مجھے معلوم نہیں“
پر پھیل نے ہنس کر کہا - ”دیخو ب - کیا مان باب نے تم ہی نہیں رکھا -
حسینہ نے جواب دیا - نام تو ضرور رکھا ہوگا - مگر مجھے معلوم نہیں“
پر پھیل - یہ کیا -

حسینہ - ہوش آنے کے پہلے ہی مین مان باب سے چھوٹ گئی یہ کہیں ہی
مین کھڑے مجھے چورائے گئے تھے -
پر پھیل - یہ کہو - کچھ دنوں نے تو کوئی نام رکھا ہوگا -
حسینہ - طرح طرح کے نام رکھے تھے -

پر پھیل - کیا کیا نام ؟
حسینہ - کبھت - بلصیب - حرامزادی - مچی -
اسی دیر تک گوبرا کی مان کچھ نہ سن سکی تھی - یہ چند نام سنکر اُس کے کان
کھل گئے وہ کہنے لگی - ”جو مجھے کبھت کہے وہ آپ کبھت - جو مجھے حرامزادی
کہے وہ آپ حرامزادی - جو مجھے مونڈی کاٹی کہے وہ آپ مونڈی کاٹی -“
حسینہ (ہنس کر) مین نے مونڈی کاٹی نہیں کہا تھا -
گوبرا کی مان - تم نے مونڈی کاٹی کہا تو کہا اور نہیں کہا تو کہا - تم

سیرانام رکھنے والی کون -
پرچہل نے ہنس کر کہا: "اُس نے تمہیں نہیں کہا تھا، وہ تو مجھے کہہ رہی تھی۔"

گوبرا کی ماں کا چہرہ بھال ہو گیا۔ کہنے لگی: "وہاں! مجھے نہیں کہا تھا۔ یہ کہو، تمہیں کہا تھا۔ خیر۔ تم حقا نہ ہونا۔ اس برہمنی کی زبان بڑی خراب ہے۔ جانے دو۔ کچھ خیال نہ کرنا۔"

گوبرا کی ماں اپنے بے کیسی تیز تھی اور دوسرے کے لیے کیسی ملائمت تھا ہر کرنے والی۔ اس کی باتیں سکر و دونوں نوجوانین ہنس پڑیں۔
پرچہل نے اس حسینہ سے کہا۔

"وہ تم برہمنی ہو۔ ابھی تک مجھ سے کیوں نہ کہا۔ میں نے پرنام ہی نہ کیا۔ یہ کہہ کر پرچہل نے پرنام کیا۔ حسینہ نے اخیراً دو دیکر کہا۔
دو دین کے سنا ہے کہ میں برہمن کی بیٹی ہوں۔ مگر میں برہمنی نہیں ہوں۔"

پرچہل - یہ کیا؟
حسینہ - کوئی برہمن اتھ نہ لگا۔

پرچہل - بیاہ نہیں ہوا۔ یہ کیوں؟
حسینہ - کچھ مجھے کیوں مانتے۔

پرچہل - تو کیا تمہاری عمر کچھ دنوں کے گھر میں کٹی۔
حسینہ - نہ۔ کچھ مجھے ایک راجہ کے یہاں بیچ آئے تھے۔

پرچہل - راجہ نے تمہارے بیاہ کا انتظام نہ کیا۔
حسینہ - راجہ کے بیٹے کی خواہش تھی کہ میرا بیاہ ہو جائے۔ مگر نہ۔

پرچہل - شاید خود ہی دولہا بننا چاہتے تھے۔

حسینہ - ہاں مگر نہ معلوم کس روز کے لیے۔

پر پھیل - پھر کیا ہوا۔

حسینہ - یہ طریقے دیکھ کر میں وہاں سے بھاگ کھڑی ہوئی۔

پر پھیل - پھر کیا ہوا۔

حسینہ - رانی نے مجھے کچھ گھنا پاتا دیا تھا۔ وہ سب گھنا پاتا لیکر میں بھاگ آئی۔ اس کے بعد ڈاکوؤں نے ہاتھ بڑھائی ڈاکوؤں سے شرابھواری پانچھنے جب میرا حال سنا تو میرا زیور میرے ہی پاس چھوڑ دیا تاکہ مجھے اور زبور اپنے پاس سے بچھ دیا۔ اور اپنے گھر میں مجھے رہنے کو جگہ دی۔ میں اُن کی بیٹی ہوں اور وہ میرے باپ۔ انھوں نے بھی ایک طور پر مجھے شادی میں دان کر دیا۔

پر پھیل - ایک طور پر کیسے۔

حسینہ - مجھے بہت تن سہری کرشن کو دے ڈالا۔

پر پھیل - یہ کیسے کر۔

حسینہ - میرا حسن - میری جوانی - میری جان - سب سہری کرشن جی کے لیے ہے۔

پر پھیل - تو وہ ہی تمھارے شواہی دشوہر ہیں۔

حسینہ - ہاں اور کیا۔ وہ ہر طرح مجھ سے افضل ہیں۔ اس لیے ہی میرے شواہی ہیں۔

پر پھیل نے ایک لمبی سانس لیکر کہا وہ میں کہہ نہیں سکتی۔ تم نے بھی شواہی نہیں دیکھا اس لیے ایسا کہتی ہو۔ اگر سچ سچ شواہی کو دیکھ پائیں تو پھر بھی سہری کرشن کی طرف مائل نہ ہوتیں۔

ہاے یہ تو فرت بر جیش کو یہ نہ معلوم تھا۔

حسینہ نے جواب دیا۔ ”شری کرشن کی طرف ہر لڑکی کا دل مائل ہو سکتا ہے کیونکہ اُن کی صورت بے پایاں۔ اُن کا جلوہ بے پایاں۔ افعال بے پایاں۔ اوصاف بے پایاں۔“

یہ حسینہ بھوانی پاٹھک کی شاگرد تھی۔ مگر پھیل بے پڑھنی لکھی۔ ان باتوں کا جواب نہ دے سکی۔ اگر کوئی بندہ دھرم کا واقف کار ہوتا تو جواب دیتا کہ بلا شک ایشور بے پایاں ہے۔ مگر انسان کے چھوٹے سے دل کے نیچے سے بے پایاں شے کی گنجائش نہیں۔ ہاں جس شے کی حار معلوم ہو سکے اس کی گنجائش ہو جاتی ہے۔ اسی وجہ سے بے پایاں ایشور بندہ دل کے نیچے سے بے پڑھنی کرشن ہو کر رہ سکتا ہے۔ سری کرشن سے زیادہ شوا می (شوہر) کی حار نمودار ہوتی ہے۔ اسی لئے اگر سچی محبت ہو تو ایشور تک پہنچنے کے لئے شوا می ہی پہلا ذریعہ ہے۔ اور اسی وجہ سے ہندو لڑکیوں کا دیوتا اُن کا شوا می ہوتا ہے۔

پھر پھیل جاہل لڑکی۔ ان باتوں کو سمجھ نہ سکی۔ کہنے لگی۔ ”وہیں یہ باتیں میری سمجھ میں نہیں آئیں۔ ہاں۔ تم نے اپنا نام ابھی تک نہ بتایا۔“

اُس حسینہ نے جواب دیا۔ ”بھوانی پاٹھک نے میرا نام رکھا ہے۔ لکھی میری بہن کا نام دیتا ہے۔ میں اُس کو لا کر ایک دن تم سے ملاؤں گی۔ ہاں میں جو کہتی تھی۔ سنو۔ ایشور اصل شوا می ہے۔ عورتوں کا دیوتا اُن کا شوا می ہوتا ہے۔ شری کرشن سب عورتوں کے دیوتا ہیں۔ تو پھر دوسرے دیوتا کیسے ایشور کیا دہو سکتے ہیں۔ اس چھوٹے سے دل میں دو ٹھیکے محبت کیونکر ہو سکتی ہے۔“

۱۲ مئی بمبئی روت

پر پھل - داہ - کیا عورتوں کی محبت کی کوئی انتہا ہے -
 نشی - عورتوں کی محبت کی کوئی انتہا نہیں - مگر ایشترین محبت اور چیز ہے
 اور محبت اور چیز
 پر پھل - مجھے اس کا حال معلوم نہیں - میرے لیے دونوں باتیں نئی ہیں -
 یہ کہہ کر پھل کی دونوں آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ گرنے لگے -
 نشی نے کہا - بہن میں سمجھ گئی - تم نے بڑی مصیبتیں جھیلی ہیں - نشی نے
 پر پھل کو گلے لگا کر اُس کے آنسو پوچھے اور کہنے لگی مجھے اس کی خبر نہ تھی -
 اُس وقت نشی کی سمجھ میں آیا کہ ایشترین محبتوں نے کا زینہ سناواری
 میں بچو ہونا ہے -

چودھوان باب

جس رات کو درلہ پر پھل کو اُس کی ماں کے مکان سے پکڑے گیا
 تھا اتفاق کی بات کہ اسی رات کو برجیش بھی وہاں پہنچا - برجیش گھوڑے
 پر خوب بیٹھا تھا - جب گھر کے سب لوگ سو گئے وہ گھوڑے پر سوار ہو کر
 درگاپور کی طرف روانہ ہوا - جب وہ پر پھل کے مکان پر پہنچا تو دیکھا کہ بائبل
 سناٹا ہے - پاس پڑوس میں بھی کسی کی ٹمپٹ نہ معلوم ہوئی تھی اسی سے پوچھتا -
 برجیش کو یہ خیال گذر کہ تنہائی کی وجہ سے پر پھل کسی اپنے رشتہ دار
 کے یہاں آٹھ گئی ہوگی - وہ وہاں ٹھہر بھی نہ سکا - باپ کے خوف سے اسی
 شب کو واپس گیا - اُس کے بعد کچھ دن گزرے - پر پھل کا کام بدستور چلتا تھا -

اگر برجشیر کی حالت میں فرق آگیا۔ کسی کی سمجھ میں نہ آیا کہ کیوں۔ گئی نے دیکھا کہ لڑکے کے کھانے کے لیے دودھ جو رکھا جاتا ہے وہ پڑا رہتا ہے۔ اوکھانے کی چیزوں کو دو ایک لقمے کھا کر ہٹا دیتا ہے۔ کہ یہ اچھی نہیں پکی۔ مان بخیال گنہ آکر لڑکے کو پرہیزی کی شکایت ہے۔ پہلے کالائٹاب اور نیبو کھلانے کا نوٹ لگایا۔ پھر وہ لڑکے بلانے کی تجویز کی۔ برجشیر نے اس بات کو ہنسی میں اڑا دیا۔ مان کو تو برجشیر نے ہنسی میں ٹال دیا۔ مگر برمجہ ویری سے بس نہ چلا۔ اس بڑھیا نے ایک روز تھمائی میں برجشیر کو کڑا پکڑا۔

”ہاں مے برج۔ اب تو میں سو کی ضرورت کارو اور کیوں نہیں“
برج نے ہنس کر جواب دیا۔ ”د اول تو ضرورت یوں ہی اپناوس کی اندھیری رات ہے۔ اسپرطہ جھڑی دیکھنے کے لیے بڑی تمنا نہیں ہوتی۔“
برمجہ۔ خیر اس کو تو جانے یا میں ہو۔ تو کھانا کیوں نہیں۔

برج۔ تمھارے پکانے کی وجہ سے

برمجہ۔ میں تو ہمیشہ یوں ہی پکاتی تھی۔
برج۔ اب تمھارے ہاتھ بھی بوڑھے ہو گئے۔

برمجہ۔ تو کیا؟ دودھ بھی میں ہی پکاتی ہوں۔

برج۔ گاون کا دودھ خراب ہو گیا ہے۔

برمجہ۔ تو ٹھنڈی سانسین لے لیکر رات وی سو جا کیا کرتا ہے۔

برج۔ یہی سوچتا ہوں کہ دیکھوں تمھیں گنگا کب لے جاؤں گا۔

برمجہ۔ گنگا کون لے جاتا ہے۔ میں نیم کے پڑ کے بچے گھسیٹ کر ڈال دینگا رتنے وقت تلسی کی پتی بھی دیکھنے کو نہ ملے گی۔ اچھا یہ تو بتا کہ میرے گنگا جانے کی فکر میں تو اتنا بھلا کیوں ہو گیا۔

برج - وہ فکر کیا کم ہے -
 برمجہ - کل نہا دھو کر جب روہن کے پاس بیٹھا تھا تو کیا سوچتا تھا - اور
 آنکھوں میں آنسو کیوں چھٹک آئے تھے -
 برج - یہی سوچ رہا تھا کہ اب تمہارا پکا یا ہوا کھانا پڑے گا - اسی رنج سے
 آنکھوں میں آنسو آگئے تھے -
 برمجہ - ساگر کو بلا دوں کہ آکر بیٹھا کرے - تب تو کھائے گا -
 برج - اس میں کیا شک - ساگر تو روز ہی کھانا پکاتی تھی - کیا تم کسی دن
 اُس کے تھیلے والے گھر میں نہیں گئیں - دھول کی خشک ترکاری
 کچھڑ کا حلو - شور بہ دار امیٹ - ایک دن تم کھا کر دیکھ لو -
 تب تم مجھ سے کھانے کے لیے کہنا -
 برمجہ - یہ پھل آکر بیٹھا کرے -
 جس طرح اندھیری رات میں کوئی شخص چراغ ہاتھ میں لیے
 راستے راستے جلا جاتا ہے اور راستے کے ادھر ادھر جس مکان پر چراغ
 کی روشنی پڑتی اس پر فوراً رونق آگئی اور پھر چشم زدن میں اندھیرا چھا گیا
 پھر پھل کے نام سے دہی حالت برجشیر سے چہرے کی ہوتی -
 برجشیر نے جواب دیا - "وہ تو جاری ہے"
 برمجہ - جاری کیوں ہے - سمجھ جانتے ہیں کہ وہ بات غلط ہے تمہارے
 باپ بھائی برادری سے ڈرتے ہیں - مگر بھائی بند کچھ لڑکے سے
 بڑھکر نہیں ہو سکتے - کہو تو پھر اس بات کو چھیڑو -
 برج - ہرگز نہیں - میری وجہ سے بھائی بندوں میں میرے باپ کی
 آنکھیں بھی ہو یہ نہیں ہو سکتا -

اُس روز اور زیادہ باتیں نہ ہوئیں۔ برعکس دیدی بھی اس معاملے کو
 پورے طور پر سمجھ سکی سمجھنا کچھ آسان نہ تھا۔ پرخیل کا حسن ہمیشہ۔ اول تو اُس کے
 حسن ہی نے برجیش کو فریفتہ کر لیا تھا۔ علاوہ اس کے اس ایک رات
 کی ملاقات میں برجیش کو یہ بھی معلوم ہوا کہ پرخیل کی سیرت اُس کی صورت
 سے بھی بدرجہا اچھی ہے۔ اگر بین تارا کی طرح پرخیل اپنے شوہر کے ساتھ
 رہتی سستی تو برجیش کی یہ پر جوش خواہش کہ بین بخشش محبت سے مل جاتی
 صورت کی محبت جانی رہتی اور سیرت کی محبت کو قیام ہو جاتا۔ مگر اس کی
 نوبت ہی نہ آنے پائی۔ پرخیل بھلی کی طرح چمک دکھا کر غائب ہو گئی اسی
 وجہ سے اس کی محبت نے زور پکڑا۔ بہر حال یہاں تک غنیمت تھا۔ مشکل
 یہ تھی کہ اُس پر بہت رحم آتا تھا۔ ایسی پر سی جمال خوش خصال عورت
 اپنے حقوق سے محروم کی گئی۔ بجائے خاطر داری کے اس کی دولت
 چوٹی۔ اُس پر جھوٹا عیب لگا گیا۔ اور وہ ہمیشہ کے لیے گھر سے نکال دی گئی۔
 اب وہ دہ دہ دے دے کو محتاج ہے۔ ممکن ہے کہ فاقے کرتے کرتے اپنی
 جان گنوا سکے۔ اُدھر وہ پر زور محبت۔ ادھر یہ بے انتہا رحم۔ دونوں
 نے پیار نہ لبریز کر دیا۔ برجیش کا دل پرخیل سے بھرا ہوا۔ اور کسی کا دہان
 گذر نہ تھا انتہی باتیں اُس بڑھیا کی سمجھ میں نہ آئیں۔
 چند دنوں بعد پھول منی کی شہرت دی ہوئی خبر برجیش کے یہاں پہونچی
 ایسی خبر میں پر زبانی پر پہونچ کر ایک نیا رنگ پیدا کر لیتی ہیں۔ وہاں وہ
 خبر اس طور پر پہونچی کہ پرخیل سر سام کی بیماری میں مبتلا ہیں۔ وہاں مرنے کے پیشتر
 اُس نے اپنی مری ہوئی نان کو دکھایا تھا۔ یہ پیشتر یہ خبر سنی۔
 برجیش نے جب پرخیل کے مرنے کی خبر پائی تو سارے گھر کو ہنسا ڈالنے کا

کا حکم دیا۔ شرادہ کرنے کی مانگت کی۔ چھاری کا شرادہ برہمن کیوں کرے
نہیں تاکہ ابھی نہائی۔ نہانے کے بعد کہنے لگی۔ ”ایک پاپ تو کٹا۔ اگر
دوسرے کے لیے بھی نہانے کی نوبت آئے تو کابھی ٹھنڈا ہو جائے گا۔“
چند دنوں میں برہیشیر سوکھ کے کاٹا ہو گیا۔ اب نسیتر سے اٹھنے کے قابل
بھی نہ رہا۔ مرض ایسا کچھ نہ تھا۔ ہاں کبھی کبھی حرارت آجاتی تھی۔ وید کا علاج
شروع ہوا مگر ”ع مرض بڑھتا گیا چون چون دوا کی + اب برہیشیر
کی جان کے لالے پڑ گئے۔ بچے پانہ بچے۔“

اصل وجہ زیادہ نہ چھپ سکی۔ پہلے برہمدیدی کو خبر ہوئی تھی۔ اب گنتی
پر بھی سب حال ظاہر ہو گیا۔ عورتیں ان باتوں کو زیادہ سمجھتی ہیں۔ گنتی کو معلوم
ہوئے ہی کرتا کو بھی معلوم ہو گیا۔ اس وقت ہر بلجھ کے دل پر بھی سی لگی۔
”رو رو کر کہنے لگا ”ہاے۔ ہاے۔ میں نے کیا کیا۔ خود اپنے پاؤں میں کھادی
ماری۔ گنتی نے عہد کیا کہ ”اگر لڑکا نہ بچا تو میں نہ پرکھا لون گی۔“ ہر بلجھ
نے عہد کیا کہ ”اگر اب کی ایشر برہیشیر کو اچھا کر دے تو میں آئندہ کوئی کام
لڑکے کی مرضی بغیر نہ کروں گا۔“

برہیشیر بچ گیا۔ رفتہ رفتہ مرض کم ہوا۔ چند دنوں بعد اٹھنے بیٹھنے لگا۔
ایک روز ہر بلجھ اپنے باپ کا شرادہ کرتا تھا۔ برہیشیر بھی وہاں موجود تھا۔
شرادہ کے وقت پروہت نے یہ اشلوک پڑھایا

पिता स्वर्गः पिता धर्मः पिता हि परमस्तपः

पितृ प्रीति मापन्ते प्रीयन्ते सर्व देवताः

{ ہر بلجھ } باپ بہشت ہے۔ باپ ایمان ہے۔ باپ بری عبادت ہے
{ باپ سے عقیدت ہونے میں سب دیوتا خوش ہوتے ہیں }

برجیش نے اس اشلوک کو یاد کر لیا۔ جب کبھی پرپھل کی یاد میں روتا آتا تو وہ اپنے دل کو سمجھانے کے لیے یہی اشلوک پڑھا کرتا تھا۔ وہ اسی طور پر پرپھل کو بھول جانے کی کوشش کرنے لگا۔ اس کے باپ کی بدسلوکی نے پرپھل کی جان لی۔ مگر وہ بدستور اپنے باپ کا مطیع بنا رہا۔

پندرھواں باب

پرپھل کی تعلیم شروع ہوئی۔ نشی نے کچھ راجہ کے گھر میں اور کچھ بھوانی پاٹھک کے پاس رہ کر لکھنا پڑھنا سیکھا تھا۔ شروع کی کتابیں اس نے پرپھل کو پڑھائیں۔ اس کے بعد بھوانی پاٹھک نے خود تعلیم دینا شروع کیا۔ پہلے سنسکرت کے قواعد کی کتاب پڑھائی۔ دو چار روز پڑھانے کے بعد بھوانی پاٹھک کو سخت حیرت ہوئی۔ پرپھل بلا کی ذہین تھی۔ پڑھنے کا شوق بھی بے انتہا تھا۔ دوسرے پڑھا۔ اُدھر یاد ہو گیا۔ اس کی محنت دیکھ کر نشی کو تعجب ہوتا تھا۔ پرپھل کا کھانا پینا سونا برائے نام تھا۔ دھیان ہر وقت سبق ہی میں رہتا تھا۔ نشی سمجھ گئی کہ پرپھل ”دو دنوں نئی باتوں“ کو بھولنے کے لیے رات دن پڑھنے میں مشغول رہ کر اپنے جی کو دوسری جانب متوجہ کرتی ہے۔

چند مہینوں میں قواعد کی کتاب ختم ہو گئی۔ اُس کے بعد ”بھسٹ کا د“ پر عبور ہو گیا۔ رفتہ رفتہ اچھے اچھے شاعروں کی کتابیں پڑھ لیں۔ اُس وقت بھوانی پاٹھک نے فلسفہ۔ ویدانت اور شاستروں کی کتابیں پڑھائیں۔ آخر میں جوگ شاستر کی تعلیم دی۔ خاص کر بھگوت گیتا بہت اچھی طرح سمجھائی

پانچ برس میں تعلیم ختم ہو گئی۔
 روزمرہ کے کاموں میں بھی پھیل ہوشیار ہو گئی۔ گوبرا کی ماں سوا بازار جانے
 کے اور کچھ کام نہ کرتی تھی۔ نشی سے بھی بہت بدونہ منتی تھی۔ خواہ مخواہ پھیل
 کو سب کام کرنا پڑتا تھا۔ اس میں اسے تکلیف بھی نہ تھی۔ ماں کے گھر میں
 بھی سب کام اپنے ہاتھ سے کرنا پڑتا تھا۔

پہلے سال اس کے کھانے کے لیے بھوانی پاٹھک نے موٹے چاول
 نمک۔ گھی اور کچا کیلا تجویز کیا۔ ان چیزوں کے سوا اور کوئی چیز کھانے کو
 نہ ملتی تھی۔ نشی کے لیے بھی یہی غذا تھی۔ پھیل کو اس غذا سے کوئی تکلیف
 نہ ہوئی۔ ماں کے گھر میں اکثر اوقات اتنی چیزیں بھی میسر نہ آتی تھیں۔ ہاں
 ایک امر میں پھیل بھوانی پاٹھک کے حکم کے خلاف کام کرتی تھی۔ ایک دن نشی
 کے روز پھیل ضرور کھاتی تھی۔ اگر اس روز گوبرا کی ماں بازار سے پھیل نہ لاتی تو
 تو پھیل خود چھوٹا سا جال لیکر کسی نہ کسی تالاب سے پھلی ضرور پکڑ لاتی۔

دوسرے سال نشی کا کھانا بدستور رہا۔ مگر پھیل کو صرف چاول نمک اور
 مرچ کھانے کی اجازت ملی۔ اس کو اس میں بھی کچھ عذر نہ ہوا۔

تیسرے سال نشی کو حکم ہوا کہ دودھ۔ ندیش۔ کھی۔ مکھن۔ کھیر۔ بالائی۔
 پھیل۔ غلہ۔ ترکاریاں وغیرہ اچھی اچھی چیزیں کھا کرے۔ مگر پھیل نے اپنے
 صرف وہی چاول۔ نمک اور مرچ۔ یہ بھی حکم تھا کہ دو نوں ایک جگہ بیٹھ کر کھایا
 کریں۔ کھاتے وقت نشی اور پھیل دو نوں ایک جگہ بیٹھتیں اور منہ منہ کر
 کھایا کرتی تھیں۔ اس امتحان میں پھیل کامیاب ہوئی۔

چوتھے سال میں ایک دوشی کے روز بالکل بے آب دانہ رہی مین۔ اس روز
 پھیل کھانا ساگن ہونے کی نشانی تھی۔

چوتھے سال پر پھل کو کسی قدر مزیدار کھانا کھانے کے لیے اجازت ہوئی
پر پھل نے وہی کھانا کھا لیا۔

پانچویں سال اجازت ہوئی کہ جس چیز کو جی چاہے وہ کھائے۔ پر پھل نے
پہلے سال کے مطابق غذا کھا لی۔

اسی طرح سونے، نہانے، پہننے وغیرہ کی ہدایتیں بھوانی پاٹھک نے
دین اور پھل ان پر کاربند ہوئی۔

پہننے کے لیے پہلے ساٹھ چار دھوتیاں۔ دوسرے سال دو دھوتیاں۔

تیسرے سال گرمیوں کے لیے ایک گاڑھے کی دھوتی اور جاڑوں کے لیے

ڈھاکے کے مل کی ایک دھوتی۔ نہا کر ادھی دھوتی پہنے رستی اور ادھی کو

سکھالیتی تھی۔ چوتھے سال شانتی پور کی خوشنادر دھوتیاں جن کے کناروں پر

بیل بوٹے لگے ہوئے تھے۔ پر پھل ان بیل بوٹے والے کناروں کو پھاڑ کر پھینک

دیتی تھی اور باقی کپڑا سنسیتی تھی۔ پانچویں سال جو جی چاہے پہنے۔ پر پھل نے

سوٹے گاڑھے کی دھوتی کا استعمال پسند کیا۔

بالوں کے بارے میں بھی اسی طور پر انتظام ہوا۔ پہلے سال تیل لگانے کی

مانعت تھی۔ یوں ہی سوکھے بال باندھ لیے جائیں۔ دوسرے سال بالوں کے

باندھنے کی بھی مانعت ہوئی۔ رات دن پریشان بال رہتے تھے۔ تیسرے

سال سارے سر کے بال منڈوا دئے گئے۔ چوتھے سال نئے بال بکٹے اور ان

میں تیل لگانے کی اجازت ملی۔ پانچویں سال حکم ہوا کہ جس طور پر جی چاہے

بال رکھو۔ مگر پانچویں برس پر پھل نے بالوں میں کبھی ہاتھ نہ لگایا۔

پہلے سال روئی کی تو شک اور روئی کے ٹھکے استعمال کرنے کو ملے۔

دوسرے سال پیال کا گنبہ اور پیال بھی بچھوتا۔ تیسرے سال خالی زمین پر ہونا۔

چوتھے سال نہایت ملائم بستر۔ پانچویں سال جس بستر کی خوشی ہو آپس
سوئے مگر پرمیل پانچویں سال جہاں پانی دہن پڑتی۔
پہلے سال تین گھنٹی سونا۔ دوسرے سال دو گھنٹی۔ تیسرے سال
تین گھنٹی۔ روز رات بھر جاگنا۔ چوتھے سال جب تندر آوے سور ہے پانچویں
سال جیسی خوشی ہو مگر پرمیل رات رات بھر جاگ کر بڑھتی یا کتا بین
نقل کرتی تھی۔

پرمیل نے اس کی گوسلمشی بھی کی کہ آندھی۔ پانی۔ سردی۔ گرمی
کا اثر اس پر نہ ہو۔ بھوانی پاٹھاک نے ایک اور بات کے لیے بھی حکم
دیا تھا۔ اس کو بیان کرتے ہوئے شرم معلوم ہوتی ہے۔ مگر بغیر بیان
کیے ہوئے قصہ ناممکن رہا جاتا ہے۔ دوسرے سال بھوانی نے کہا: ”یہ
تھوڑا بہت کشتی لڑنا بھی سیکھنا پڑے گا“ پرمیل نے شرم سے گون جھکائی
پھر جواب دیا۔ ”وہ آپ جو حکم دیئے ہیں سیکھوں گی۔ مگر یہ تو مجھ سے نہ ہوگا۔“
بھوانی۔ ”یہ تو ضرور سیکھنا ہوگا۔“

پرمیل۔ ”یہ آپ کیا فرماتے ہیں۔ عورتوں کو کشتی سے کیا مطلب۔“
بھوانی۔ ”خواہشات نفسانی پر غالب ہونے کے لیے ضروری ہے۔ کمزور
جسم نفسانی خواہشوں پر غالب نہیں ہو سکتا۔“

پرمیل۔ ”مجھے کشتی سکھانے کا کون فرقہ تو میں کشتی نہ سیکھ سکو گی۔“
بھوانی۔ ”نشی سکھائیگی۔ کج خورون کے ساتھ رہ کر اس نے سیکھا ہے۔ یہ
سب باتیں سوچ سمجھ کر میں نے نشی کو نکھارے پاس بھیجا ہے۔“

پرمیل نے چار سال برابر کشتی لڑنا سیکھا۔
پہلے سال نہ کوئی مرد پرمیل کے مکان میں آ سکتا تھا اور نہ پرمیل گھر کے

باہر کسی مرد سے بات کر سکتی تھی۔ دوسرے سال مرد سے بات کرنے کی اجازت نہ تھی۔
 چھٹی سال جب پیر پھل کے مکان میں کسی مرد کو آنے کی اجازت نہ تھی۔
 تیسرے سال جب پیر پھل نے سر موڑا یا تو بھوانی پاٹھک چند خاص
 پڑھے لکھے مردوں کو اپنے ساتھ لیکر اُس کے مکان پر آکر تاٹھا۔ پیر پھل
 سر جھکا کر اُن سے شائستہ کی باتیں کرتی تھی۔ چوتھے سال بھوانی پاٹھک
 اپنے ہمراہیوں میں سے منتخب ٹھہرتے اپنے ساتھ لاتا اور پیر پھل سے اپنے
 سامنے کشتی لڑواتا۔ پانچویں سال کوئی ممانعت نہ رہی۔ ضرورت کے وقت
 پیر پھل مردوں سے بات چیت کرتی تھی۔ بے ضرورت بات بھی نہ کرتی تھی
 اُن سے باتیں کرتے وقت اُن کو اپنا لڑکا بھتی تھی۔

پانچ برس میں تعلیم پوری ہو گئی۔ پانچ برس تک بھوانی پاٹھک نے
 کوشش کی کہ پیر پھل ایشور کی عبادت کے قابل ہو جائے۔
 ایکادشی کے روز پیر پھل کھانے کے علاوہ ایک اور بات سے بھی پیر پھل
 نے بھوانی پاٹھک کو لاعلم رکھا۔ یعنی اُس نے اپنا پورا حال کبھی نہ بتلایا
 بھوانی پاٹھک نے پوچھا بھی مگر کچھ حال نہ معلوم ہوا۔

سولھوان باب

پانچ سال کی تعلیم کے بعد بھوانی پاٹھک نے پیر پھل سے کہا۔
 دو پانچ سال ہوئے تمہاری تعلیم شروع ہوتی تھی۔ آج
 تعلیم ختم ہوئی۔ اب تم اپنی دولت کو جس طور پر چاہو خرچ

کرو میں منع نہ کرونگا۔ میں صلاح و دن گاتھا راجی چاہے
تو ماننا۔ میں اب تمہارے کھانے پینے کی بھی فکر نہ کروں گا۔
تم خود اپنا انتظام کر لینا۔ دو چار باتیں اور کہنا ہیں۔ وہ باتیں
میں نے اکثر کہی ہیں۔ اب پھر کہنے دیتا ہوں اچھا یہ بتاؤ کہ اب
تم کس راستے پر چلو گے؟
میر بھیل۔ میں کرم و کام کرونگی۔ میں دھیان کے قابل نہیں ہوں۔
جھوٹائی۔ بہت اچھا۔ بہت اچھا۔ میں یہ بات مسکراہٹ خوش ہوا۔
مگر خیال رہے کہ جو کام کرنا وہ اس طور پر کرنا کہ گویا تم کچھ نہیں ہو۔
یاد رہے بھگوان نے فرمایا ہے۔

तस्माद् सक्तः सततं कार्यं कर्म समाचार ।

असक्तो ह्यचरन्कर्म परमा-योतिपूरषः ॥

ترجمہ: ایسے بے کوش تو برابر وہ کام کر جو تیرا فرض ہے {
کہیں نہ کہ بے کوش کام کرنے سے انسان بے اعلیٰ تھے کو پاتا ہے }
بے کوش وہی شخص کام کر سکتا ہے جو نفس پرست نہ ہو اور جسکو
ذرا بھی انا نہایت چھو نہ گئی ہو۔ اگر کوئی شخص یہ خیال کرے کہ میں کچھ ہوں۔
وہ شخص بے کوش کام نہیں کر سکتا۔ بھگوان کا قول ہے۔

प्रकृतेः क्रियमाणानि गुणैः कर्माणि सर्वशः

अहंकारविमूढात्मा कर्ताहमिति मन्यते ॥

ترجمہ: قانون قدرت کے اثر سے سب افعال کئے جاتے ہیں {

(انسانیت سے جاہل ہو کر انسان یہ خیال کرتا ہے کہ {
 دو مین کرتا ہوں {
 کوئی کام کرو۔ مگر یہ خیال نہ کرتا کہ وہ کام تمھاری قابلیت سے ہوا
 یہ بھی یاد رہے کہ ہر کام کے پھل کو شری کرشن کو یوتا، کا چڑھاوا خیال کرنا۔
 بھگوان کا قول ہے۔

यत्करोषियदभ्यासि युञ्जु होष द्दासियत
 यत्तपस्यसि कौन्तेय तत्कुरु स्वमदर्पणम् ॥

ترجمہ (اے ارجن)۔ جو کچھ تو کرتا ہے۔ جو کچھ تو کھاتا ہے۔ جو کچھ تو
 چڑھاوا دیتا ہے۔ جو کچھ تو خیرات کرتا ہے۔ جو کچھ تو عبادت
 کرتا ہے۔ وہ سب میرے لیے چڑھاوا خیال کر۔
 اچھا۔ بیٹی۔ اب بتاؤ کہ یہ سب خزانے لے کر تم کیا کرو گی۔
 پھل۔ مین نے اپنے سب کاموں کو شری کرشن کا چڑھاوا قرار دیریا۔
 یہ دولت بھی انھیں کا چڑھاوا ہے۔

بھوانی۔ سب ۹

پھل۔ سب !

بھوانی۔ تو تمھارے سب کام بے لوث ہوں گے۔ ہاں۔ یہ تو بتاؤ
 کہ یہ دولت شری کرشن تک کیونکر پہنچے گی۔
 پھل۔ مین نے سیکھا ہے کہ وہ ہر چیز مین ہیں۔ مین ہر شخص کے
 کام کے لیے اس دولت کو صرف کروں گی۔
 بھوانی۔ بہت ٹھیک۔ بہت ٹھیک۔ خود بھگوان نے فرمایا ہے۔

योमां पश्यति सर्वत्र सर्वं चमयि पश्यति ।
तस्याहं न प्रराश्यामि सच मेन प्रराश्याति ॥
सर्वभूतस्थिनयोमां भजत्येकत्वमास्थितः
सर्वथावर्तमानोऽपि सयोगमयि वर्तत ॥
आत्मौपम्येन सर्वत्र समं पश्यति यो दर्जन
सुखं वायदिवाहुः स्वसं योगी परमो मनुः ॥

ترجمہ جو مجھ کو ہر شے میں دیکھتا ہے اور ہر شے کو مجھ میں دیکھتا ہے اُس کو میں کبھی علیحدہ نہیں کرتا اور نہ وہ مجھ سے علیحدہ ہو گا۔ جو شخص کوئی فرق نہ سمجھ کر مجھ کو ہر شے میں موجود جان کر پوچتا ہے وہی جوگی مجھ میں ملتا ہے گو اُس کا وجود کسی حالت میں ہو۔ اے ازجن۔ جو اپنی طرح ہر شے کو یکساں دیکھتا ہے۔ چاہے اُس شے سے سکھ ہو یا دکھ ہو۔ وہی پکا جوگی خیال کیا جاتا ہے۔

مگر اس قسم کے کاموں میں تکلیف ہوتی ہے۔ تم اُس تکلیف کو گوارا کر سکو گی۔

پہلے۔ آخر اتنے دنوں میں نے سیکھا کیا ہے۔
تجہووانی۔ میں اُس قسم کی تکلیف کا ذکر نہیں کرتا۔ بات یہ ہے کہ کبھی کبھی پیشہ وروں کی طرح نمائش کی حاجت ہوگی۔ کچھ عمارت عہدہ پوشا کوں اور کچھ زیبائش کی چیزوں کی ضرورت پڑے گی۔ ان باتوں میں طبری تکلیف ہوتی ہے۔ اُس کو برداشت کر دو گی۔

پر پھیل - یہ ہیں نہیں سمجھی -
 تھووانی - تم سے میں کہہ چکا ہوں کہ میں ڈکیتی کرتا ہوں -
 پر پھیل - میرے پاس جو دولت شری کرشن کی ہے اس کا کچھ حصہ آپ
 لے لیجئے اور لے کر دھرم کے کام سیجیئے - خراب کام سے اب
 باز آئے -

تھووانی - دولت سے مجھے کچھ واسطہ نہیں - میرے پاس دولت ہے
 بھی کافی - میں دولت کے لیے ڈکیتی نہیں کرتا -

پر پھیل - تو پھر کس لئے -
 تھووانی - میں راجہ کا کام کرتا ہوں -
 پر پھیل - ڈکیتی میں راجہ کیسی -
 تھووانی - جس کے اختیار میں مجرم کو سزا دینا ہو وہی راجہ ہے - اس
 ملک میں کوئی راجہ نہیں ہے - مسلمان مٹ گئے - اگر نیرایا عمل دخل
 کر رہے ہیں - مگر وہ راجہ کا کام نہ کر سکتے ہیں نہ کرتے ہیں - اس لیے
 میں اچھوں کو بدو اور بدکاروں کو سزا دیتا ہوں -

پر پھیل - ڈکیتی کر کے -
 تھووانی - سنو - میں سمجھائے دیتا ہوں -
 تھووانی پاٹھک نے بیان کرنا اور پر پھیل نے سننا شروع کیا -
 تھووانی پاٹھک نے نہایت خوش بیانی کے ساتھ ملک کی خراب حالت
 کا چیراؤ تاراز زمینداروں پر جو ضیعتیں گذرتی تھیں ان کو نہایت دردناک
 طریقہ سے بیان کیا - کچھری کے لوگ باقیداروں کا گھر بار لوٹا لیتے ہیں
 و قینہ کی تلاش میں گھروں کو سمار کر کے کھود ڈالتے ہیں - اگر روپیہ مل گیا تو

ایک کی جگہ غرار لے جاتے ہیں۔ اگر نہ ملا تو مارتے باندھتے ہیں۔ قید کرتے ہیں۔ جسم کو کاٹتے ہیں۔ جلاتے ہیں۔ گھر بھونک دیتے ہیں۔ جان سے مار ڈالتے ہیں۔ مورقون کو سنگسار سے اٹھا کر بھینک دیتے ہیں بچوں کی ٹانگیں پکڑیں اور چمڑا لیں۔ جوانوں کو گھٹون کے پیچھے دبایا۔ بوڑھوں کے آنکھوں میں جھونپیاں چھوڑ دیں۔ ناک میں زہریلے گڑھے باندھ دئے۔ جوان عورتوں کو پھیری میں لے جا کر سب کے سامنے منکھڑا کرتے ہیں۔ چھاتیوں کاٹ کر بھینک دیتے ہیں۔ کوئی گت اٹھا نہیں رکھتے ان واقعات کو بھوانی پانٹھاک نے پڑانے شاعری کی طرح نہایت پر جوش الفاظ میں بیان کیا اور کہنے لگا۔ وہ ان ظالموں کو سزا دینے والا میں ہوں غریب اور کمزور کی حفاظت میں کرتا ہوں۔ میں یہ کام کیونکر کرتا ہوں تم دو روز ساتھ چل کر دیکھ لینا۔

رعایا کی مصیبتوں کا حال شکر پھیل کا دل ٹھیل گیا۔ اس نے بھوانی پانٹھاک کو صد آفرین کہہ کر جواب دیا وہ میں ساتھ چلوں گی۔ کچھ روز یہ بھی ساتھ لے لوں گی کہ وہاں مصیبت زدوں کو تقسیم کردوں۔ بھوانی۔ یہی بن کتا تھا کہ اس کام کے لئے کسی قدر نمائش کی ضرورت ہے۔ اگر میرے ساتھ چلنا ہے تو ٹھٹھ کر کے جانا ہوگا۔ فقیرانہ لباس میں یہ کام پورا نہ ہوگا۔

پھر پھیل۔ میں نے اپنے کاموں کو شری کرشن پر حصہ کر دیا ہے جو تمام ہوگا وہ ان کا ہوگا میرا نہ ہوگا۔ اس کام کے لئے جو ضرورت ہوگی کروں گی۔

بھوانی پانٹھاک کا منشا پورا ہو گیا۔ جب وہ اپنے ہمراہیوں کو لیکر

ڈکیتی کرنے چلا تو پریصل بھی کچھ روپیہ لے کر ساتھ ہوئی۔ نشی بھی اُسکے
 ہمراہ گئی۔ بھوانی پاٹھک کا جو کچھ منشا ہو بہر حال اُس کو ایک تیز آلے کی ضرورت
 تھی۔ اُس نے پریصل کو پانچ برس سان پر چڑھایا اور اُس کو نہایت تیز
 آلہ بنا کر اپنے ساتھ لیا۔ اگر کوئی مرد ہوتا تو اچھا ہی تھا۔ مگر پریصل کسی سی
 قابلیت کا مرد ملتا کہاں ہے۔ علاوہ برین اس قدر دولت کسی مرد کے
 پاس نہ تھی۔ دولت کی دھار بہت تیز ہوتی ہے۔ بائین ہمہ بھوانی پاٹھک
 سے ایک بڑی غلطی ہوئی۔ ایکادشی کے روز پریصل زبردستی پھیلی کھاتی تھی
 اگر وہ اس معاملہ کی چھان بین اچھی طرح کر لیتا تو اچھا ہوتا۔ بہر حال اب
 ہم پریصل کو اور پانچ برس لیلیہ بھرتی میں چھوڑے دیتے ہیں۔ اب تک
 اور طرح کی تعلیم ہوئی اب پانچ برس تک دنیا میں کام دکر کم ہونے کی
 تعلیم ہو۔

دوسرا حصہ

پہلا باب

پانچ اور پانچ دس برس گزر گئے۔ جن روز ہر لمبھ نے پھل کو چاری کی بیٹی کہہ کر نکال دیا تھا اس روز کو دس برس ہو گئے۔ یہ دس سال ہر لمبھ کو بہت اچھے نہ گئے ملک کی خراب حالت کا ذکر پیشتر ہی ہو چکا ہے۔ ادھر وہی سنگھ ٹھیکہ دار کی بدعت ادھر ڈاکوؤں کا ظلم۔ ایک مرتبہ ہر لمبھ کے علاقہ سے روپیہ آرہا تھا۔ ڈاکوؤں نے اسکو لوٹ لیا نتیجہ یہ ہوا کہ وہی سنگھ کی قسط ادا نہ ہوئی۔ اس نے ہر لمبھ کے علاقے کا ایک جزو مول تک قسط میں روپیہ مجرا لیا۔ وہی سنگھ کی خریداری بھی انوکھی تھی۔ ویرن ہسٹنگز کی عنایت سے سب سرکاری عمال وہی سنگھ کے تابع رہ گئے۔ وہ جو چاہتا تھا وہی ہوتا تھا۔ ہر لمبھ کا دس ہزار روپے مالیت کا علاقہ وہی سنگھ نے ڈھائی سو میں خریدا۔ اتنے روپے میں بقایا کیونکر ادا ہوتی۔ رفتہ رفتہ بقایا بڑھ گئی۔ وہی سنگھ نے روپیہ کے لیے بڑی سختی کی۔ قید کے خوف سے ہر لمبھ نے اپنے علاقے کا ایک جزو رہن رکھ کر وہی سنگھ کی بقایا بقیاق کر دی۔ ان کے

سے آمدنی کم ہوگئی۔ مگر ہر بلجھ کا خرچ بدستور رہا۔ پرانی وضع چھوٹ نہیں سکتی
 شخص کی ایک نہ ایک روزیہ حالت ہوتی ہے۔ جب کشمی (دولت کی دیوی)
 ہرگز کہتی ہے کہ "دیوتا لگی چال ڈھال چھوڑ دیا مجھ سے دست بردار ہو"
 اس وقت بہت سے لوگ بھی جواب دیتے ہیں۔ وہ مان۔ تم سے دست بردار
 ہوتا ہوں مگر اگلا چلن نہیں چھوٹ سکتا۔ ہر بلجھ بھی افسین لوگوں میں تھا۔
 ہو جا پاٹ۔ مان دان۔ کریا گرم۔ لینا دینا۔ لڑائی جھگڑا۔ ماروھاڑ۔ سب بائیں
 بدستور سابق جاری رہیں۔ چونکہ ایک مرتبہ ڈاکوؤں نے آمدنی لوٹ لی تھی
 اس لیے سپاہیوں کی تعداد بہ نسبت سابق اور زیادہ ہوگئی۔ خرچ پورا نہیں
 پڑتا۔ سرکاری مالگنداری کی ہر قسط باقی رہنے لگی۔ رفتہ رفتہ بڑی بھاری ٹھم
 ہوگئی۔ اب اس حالت میں کوئی قرض بھی نہیں دیتا۔
 دیہی شنگھ کے کوئی پچاس ہزار روپے ہر بلجھ کے ذمہ باقی ہیں۔
 روپیہ ادا ہونے کی کوئی صورت نہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہر بلجھ کی گرفتاری کا
 پروانہ جاری ہو گیا۔

دوسرا باب

ٹری چیل پہل ہے۔ برقی شیر اپنی سسرال میں آیا ہے۔ کس سسرال میں
 ساگر کے باپ کے حکم اس زمانہ میں داماد کا آنا کوئی معمولی بات نہ تھی اور
 خاص کر برقی شیر تو سسرال جاتا ہی نہ تھا۔ مچھلیاں پکڑنے کے لیے باہر فرعون
 پر سخت تاکید ہوئی ہے۔ پچارون کو دم لینے کی مہلت نہیں ملتی مابھی فرعون

کی عورتوں نے تالابوں میں گھس گھس کر جال ڈالے یہاں تک کہ تالابوں
کا پانی گن لاسو گیا۔ محلایان چرانے کے لالچ میں لڑکے، درسمہ چھوڑ چھوڑ کر
بہن تک آئے۔ گوانے بھی رہی۔ دودھ پھن۔ بالائی وغیرہ کی قرابیش کو پورا
کرنے کے لیے سرگرم ہیں۔ دودھ میں تین سیر پانی ملائے کی جگہ ایک ہی سیر لایا
اور جب ایک سیر پانی ملائے والے ہوئے تو تین سیر مل گیا۔ کپڑوں کے بیاری
گھڑیان لاتے لاتے تھک گئے۔ خریداروں میں اس کا فیصلہ ہی نہیں ہوتا
ہے کہ کون کس شخص کو اور چادر کو داماد کی نذر کرے گا۔

محلای عورتوں میں ایک ہنگامہ برپا ہے۔ جن کے پاس زور ہے وہ اسکی
مرمت اور صفائی میں مشغول ہیں۔ جن کے پاس زور نہیں ہے انھوں نے
نئی چوڑیاں ہی پہنیں۔ ورنہ داماد کو دیکھنے کیونکر جاتیں۔ جن عورتوں
کو بامذاق ہونے کا دعویٰ ہے انھوں نے دو چار نرگسیں داماد کو چھڑنے
کے لیے ملے کر دیں۔ جن میں جدت کا مادہ نہ تھا انھوں نے پھرانے دھرانے
فقرے یاد کر لئے۔

باتوں کا تماشہ معد کو ہو گا۔ پہلے کھانے کا تماشہ ہونا چاہیے۔ اسکے
لیے گھر گھر کیشیاں بقر ہو گئیں۔ داماد کو ڈھکانے کے لئے طرح طرح کے
مصنوعی کھانے تیار ہو گئے۔

مگر جس کے لیے یہ سب دھوم مچ رہی ہے اس کا دل خوش نہیں ہے
برصیر رنگ رلیان نشانے کے لیے سسرال نہیں آیا ہے۔ باپ کی گرفتاری
کے لیے پروانہ جاری ہو گیا ہے۔ بچنے کی کوئی صورت نہیں۔ کوئی روپیہ
قرض نہیں دیتا۔ سسر روپے والا ہے۔ اگر چاہے تو قرض دیکتا ہے
اسی لئے برصیر اس کے پاس آیا ہے۔

سسر نے کہا: دو بیٹیا۔ میرا روپیہ پیسہ سب تمہارے ہی لئے ہے
تمہارے سوا اور میرا کون ہے۔ مگر وہ روپیہ اسی وقت تک محفوظ ہے
جب تک میرے پاس ہے۔ تمہارے باپ کے ہاتھ لگا تو وہ بڑا دھڑکیے
تم خود اپنے روپے کو کیوں ضائع کرنا چاہتے ہو؟
برجیشیر نے جواب دیا: دو مین روپیہ کا خواستگار نہیں۔ میرا پہلا
کام یہ ہے کہ اپنے باپ کو بچاؤں۔

سسر نے کسی قدر رکھائی سے کہا: اگر تمہارا باپ بچا بھی تو میری
بیٹی کو کیا۔ کیا روپیہ کی بدولت میری بیٹی کی تکلیف برفع ہوگی؟ تمہارے
باپ کے بچنے سے اُس کی تکلیف تو رفع نہ ہوگی؟

اس سخت جواب کو سنکر برجیشیر کو بہت غصہ آیا۔ کہنے لگا۔
دو اچھا تو آپ کی بیٹی روپیہ لئے بیٹھی رہے۔ معلوم ہوا کہ آپ کو
داماد سے کوئی واسطہ نہیں۔ مین جیتے جی اب نہ ملوں گا۔
دونوں مین سخت سخت باتیں ہوئیں۔ برجیشیر نے اپنا ایسا بندھوایا
یہ حال سنکر ساگر کو بڑی بے چینی ہوئی۔

ساگر کی مان نے داماد کو بلوایا۔ اور بہت کچھ سمجھایا بھجھایا۔ مگر داماد
کا غصہ کسی طرح کم نہ ہوا۔ اُس کے بعد ساگر کی باری آئی۔

علیحدہ ایک کمرے میں ساگر اور برجیشیر سے ملاقات ہوئی یہ ساگر
نے برجیشیر کے قد و نون پر گڑ گڑا۔ وہ ایک دن اور بھر جاؤ۔ مین نے
تو کوئی قصور کیا نہیں ہے۔

برجیشیر اُس وقت غصہ میں بھرا ہوا تھا۔ اُسی غصہ کی حالت میں
اپنا پاؤں کھینچ لیا۔ غصہ کے وقت اعضائے بدن کی حرکت تیز ہوجاتی ہے

اور اپنے اختیار میں نہیں رہتی۔ کسی قدر اس حالت کی وجہ سے اور کسی قدر ساگر کی گھبراہٹ سے یہ ہوا کہ پاؤں بٹاتے وقت زور سے ساگر کے منہ پر لگا۔ ساگر کو یہ خیال گذرا کہ سوامی نے خفا ہو کر اس کے لات ماری۔ ساگر نے پاؤں تو چھوڑ دئے اور بچھری ہوئی ناگن کے چھن کی طرح کھڑی ہو کر کہنے لگی۔

”خوب۔ میرے لات ماری“

در اصل برعکس یہ مشائشا تھا کہ لات مارے۔ اگر وہ یہ کہہ دیتا تو بات دہن کی دہن رفع دفع ہو جاتی۔ مگر اول تو اس وقت وہ غوغا غصہ میں تھا اس پر ساگر کا ناگ بھون چڑھا کر کھڑا ہو جانا۔ غصہ اور بھی تیز ہوا۔ اس نے جواب دیا۔

”لات ماری تو کیا۔ تم بڑے آدمی کی بیٹی سی مگر پاؤں تو میرا ہے اسی پاؤں کو اُس بڑے آدمی نے ایک دن دبا دیا تھا۔“

غصہ میں ساگر کی عقل ٹھکانے نہ تھی۔ کہنے لگی دو پاؤں پوجے تو جھک مارا۔ میں اس کا عوض لے لوں گی۔“

برعکس۔ کیا آٹ کر تم بھی لات مارو گی۔

ساگر۔ میں ایسی ذلیل نہیں ہوں۔ لیکن اگر میں برہمن کی بیٹی ہوں تو تم میرے پاؤں۔

ساگر نے بات ختم نہ ہونے پائی تھی کہ پشت پر ایک کھڑکی سے کسی نے کہا: ”میرے پاؤں خدشا راون کی طرح دباؤ گئے۔“

ساگر نے معلوم کیا کہنے والی تھی۔ مگر اس وقت بغیر سوچے سمجھے بغیر مڑ کر دیکھے ہوئے غصہ کے جھونک میں وہی بات کہہ گئی کہ ”میرے“

پاؤں خدنگاروں کی طرح دباؤ گئے۔

رجیشیر کا غصہ اب ساتویں گھریں ہو چکا گیا۔ کہنے لگا۔

میں بھی وہی بات کہتا ہوں، جب تک کہ میں تمہارے پاؤں نہ دباؤں تب تک تمہارا منہ نہ دیکھوں گا۔ مگر میرا یہ عہد ٹوٹ چا ہے تو میں پرہیز نہیں کرتا۔

یہ کہہ کر رجیشیر جھلا ہٹ میں اٹھ کر چل دیا۔ ساگر رونے لگی۔ اگر خادمہ اس کمرے میں چپ چاپ آئی۔ ساگر کی یہ حالت دیکھ کر یوں ہی کچھ کام کرنے لگی۔

اس وقت ساگر کو خیال آیا کہ کھڑکی کی طرف سے کون پل اٹھا تھا۔ ساگر نے اس خادمہ سے پوچھا۔ دو تو نے کھڑکی سے بات کی تھی۔

خادمہ۔ نہیں تو۔

ساگر۔ تو کھڑکی میں کون ہے۔ دیکھ تو۔

ساگر کے اس کہنے کے بعد ہی ایک حسین اور شاندار عورت مجسم دیوی کی صورت اس کمرے میں داخل ہوئی اور کہنے لگی۔ دیکھو، کئی کئی سال پہلے میں تھی۔

ساگر نے میسر ہو کر پوچھا۔ ”تم کون ہو؟“

اس عورت نے کہا۔ ”کیا تم مجھے نہیں پہچانتی۔“

ساگر۔ نہ۔ میں نہیں پہچانتی۔

اس عورت نے کہا۔ ”میں دیوی رانی ہوں۔“

اس خادمہ کے ہاتھ میں گھوڑوں کا ڈبّا تھا۔ وہ ایسی گھبراہٹ سے ڈبّا چھوٹ پڑا۔ کانپتی ہوئی۔ ”آن! آن! آن! کہتی ہوئی بیچہ گئی۔“

دیوی رانی نے اس کی طرف مڑ کر کہا۔ ”چپ رہ۔“ حرامزادی۔ کھڑکی

ہو جا: " وہ خاد مہ تمہر کا پنتی ہوئی کھڑی ہو گئی۔ ساگر کے بھی جسم میں
پہینا آگیا۔ منہ سے آواز نہ نکلی۔ جو نام اُس نے سنا تھا اس کو چھوٹا چڑا
کون نہیں جانتا تھا۔ وہ نام کس قدر خوفناک تھا۔
مگر تھوڑی ہی دیر بعد ساگر ہنس پڑی۔ یہ دیکھ کر دیوی رانی بھی
ہنس دی۔

تیسرا باب

برسات کا موسم۔ چاندنی رات۔ روشنی صاف نہیں۔ کسی قدر
سیلی ہے۔ برسات کے پانی سے دریا لبالب بھرا ہوا۔ چاند کی کرنیں
دریا کی تیز لہروں پر چھلکتی ہیں۔ کہیں پر دریا نے کنارہ کاٹ دیا ہے
وہاں چھوٹی چھوٹی لہروں پر چاند کی روشنی ہے۔ کسی جگہ اُچھلتے ہوئے
پانی پر کرنوں کی تڑپ معلوم ہوتی ہے۔ کنارے کے درختوں کی جڑوں
سے پانی بہہ نکلا۔ درخت کا سایہ پڑنے سے اُس مقام پر پانی میں
بہت اندھیرا ہے۔ اس درخت کے پھل پھول جو ٹوٹ ٹوٹ کر پانی
میں گرتے ہیں وہ کبھی بھاری پڑ کر بڑی تیزی کے ساتھ بہتے چلے جاتے ہیں
کناروں سے ٹکراتے ہوئے پانی کی بھیا ناک آواز آ رہی ہے پڑاؤ مہارا
سمندر کی تلاش میں بڑے زور و شور سے جا رہا ہے۔
اُسی دریا میں ایک کنارے پر ایک بچرا بندھا ہوا ہے۔ بچرے کے
قریب ایک بڑے بھاری درخت کا سایہ ہے۔ اس سایہ میں ایک اور

کشتی ہے کشتی کا حال پھر بیان کیا جائے گا۔ پہلے بحرے کی کیفیت کہہ دیجائے۔ بحر مختلف رنگوں میں رنگا ہوا۔ جا بجا طرح طرح کی تصویریں بنی ہوئیں ڈانڈوں کے دستے پتیل سے منڈھے ہوئے۔ اس پر جانوری کا پانی پھرا ہوا۔ بحرے کا ایک رخ گھڑ پال کے منہ کی طرح بنا ہوا۔ ہر چیز صاف شفاف۔ اعلیٰ درجہ کی بنی ہوئی۔ ملاح لوگ ایک جانب بالٹس پر پال ڈالے ہوئے اُس کے پیچھے سو رہے ہیں۔ کسی کے جاگنے کی آہٹ نہیں معلوم ہوتی۔ مگر بحرے کی چھت پر ایک انسان ہے۔ انسان ہے کہ خالق کی قدرت کا اعلیٰ نمونہ۔

چھت پر ایک چھوٹا سا تالین بچھا ہوا۔ وہ تالین دو انگل ہوتا۔ نہایت ہی ملائم۔ طرح طرح کی تصویریں بنی ہوئیں۔ اُس تالین پر ایک عورت بیٹھی ہوئی ہے۔ اُس کی عمر کا اندازہ کرنا آسان نہیں۔ پچیس برس سے کم کی عمر والی ہیں ایسا بھرا ہوا جسم دیکھنے میں نہیں آتا۔ پچیس برس سے زیادہ کی عمر والیوں میں اس قیامت کا جہنم نظر نہیں آتا۔ عمر جو کچھ ہو کر وہ عورت تھی قیامت کی حسینہ۔ وہ دہلی نہ تھی۔ مگر اُسکو موٹی کہنا بھی اسکی ذمت ہے جسم نہایت سٹول۔ خوش قطع جس طرح دریا لبیا لب بھرا ہوتا ہے۔ اسی طرح اُسکے جسم میں حسن بھی لبیا لب بھرا ہوا ہے۔ معلوم ہوتا تھا کہ جوین اوچھل پڑ گیا مگر وہ چھلکنے نہیں پاتا۔ جوین بحین ہو ہو کر کھٹا پڑتا ہے مگر وہ جوین والی عورت اپنے ضبط سے اُس کو روکنے تنوے ہے۔ دریا سے حسن بھر پڑا ہے مگر موجیں نہیں ہیں۔ پانی تو چھل ہے مگر دریا کو جنبش نہیں۔ اُس عورت کے چہرے پر سکون۔ سنجیدگی۔ ملائمت اور انبساط خاطر کے آثار نمایاں تھے۔ ہوشاک بھی نفیس تھی۔ اس زمانہ میں ڈھاکے کی ساری کی لوگ اتنی قدر نہیں

کرتے مگر اُس زمانے میں اُس کی بڑی قدر تھی۔ وہ عورت ڈھاکے کی
 مہین ساری پہنتی تھی۔ اُس میں ذری کی بوٹیاں بنی ہوئی تھیں ساری
 کے نیچے ایک کرتی جس میں بیش بہا چکرار جو اسرات ٹنکے ہوئے۔ ازرتا پا
 جو اسرات میں غرق۔ جس طرح دریا پر کرون کی چمک تھی۔ اسی طرح اسکی
 پوشاک پر بھی کرون کی تڑپ تھی۔ جس طرح دریا کے کنارے درخت کا
 سایہ۔ اُسی طرح اُس کے کالے کالے گھونگر والے بال میٹھے اور شانوں
 پر یکسرے ہوئے۔ بالوں کی خوشبو سے ہوا منبر۔ سر پر بالوں سے لپٹا
 ہوا ایک جوہی کے پھولوں کا ہار۔

وہ حسینہ جھٹ پر بیٹھی ہوئی بین بجا رہی تھی۔ چاند کی کرون کی رنگت
 سے اُس کا رنگ مل گیا تھا۔ بین کی شیریں آواز بھی اسی رنگ بین مل جیکر
 لطف دے رہی تھی۔ چاند کی کرون پانی پر اور چاند کی روشنی اُس حسینہ
 کے زیور پر کھیلتی تھی۔ اسی طرح بین کی خوش آئند صدا جھٹلی پھولوں اور
 کنول کی خوشبو سے بسی ہوئی ہوا میں کھیلتی تھی۔ جھم جھم۔ جھن جھن۔
 جھن جھن۔ جھن جھن۔ دم دم۔ دم دم۔ دم دم۔ دم دم۔ جھن جھن۔ جھن جھن۔
 وہ ہم نہیں کہہ سکتے۔ میں کبھی روتی۔ کبھی جھڑکتی۔ کبھی تاجتھی۔ کبھی غماز کرتی
 کبھی جلا اٹھتی۔ اور کبھی کھل کھل ہنستی تھی۔ جھنجھوٹی۔ کھاج اور سندھ کشی
 میٹھی راگنیاں جھن۔ کدیر۔ ہمیر۔ بہاگ۔ کشتی سنجی۔ راگنیاں سچن۔
 کا نڑا۔ شہانہ۔ بانگشیری۔ کشتی دھوم دھامی راگنیاں سچن۔ آواز پھولوں نے ہار
 کی طرح دریا کے شور کی لہر میں بستی ہوئی جلی گئی۔ اُسکے لیے دو انک پر دے
 اتارے چڑھائے گئے اور تاروں سے کئی مرتبہ سن سن کی آواز آئی اُس حسینہ
 کے کان سے بالوں پون کو جنبش ہوئی۔ پیشانی کی لٹین ہلنے لگیں۔ اور

ہن میں نٹ راگنی بجنے لگی۔ اس وقت جو لوگ پال کے نیچے چپ چاپ
ٹپڑے ہوئے تھے ان میں سے ایک شخص اٹھ کر اس حسینہ کے قریب آکر
ٹکڑا ہو گیا۔

اس آدمی کا گٹھا ہوا مضبوط بدن۔ چہرے پر ٹھیکین۔ گلے میں جینو۔
اس نے قریب آکر پوچھا۔ ”دیکھو۔ کیا ہوا؟“
اس حسینہ نے جواب دیا ”کیا ابھی تک دیکھا نہیں؟“
اس مرد نے کہا ”کچھ بھی نہیں دیکھا۔ آتا کون ہے۔“

قالین پر ایک چھوٹی سی دوہن پڑی تھی۔ اس زمانے میں پہلے پہل
دوہنیں ہندوستان میں آئی تھیں۔ اس حسینہ نے وہ دوہن اس شخص
کے ہاتھ میں دیدی۔ منہ سے کچھ نہ کہا۔ اس نے دوہن لے کر دریا میں
چاروں طرف دیکھا۔ دریا ملی ایک جانب ایک بجز انظر پڑا۔

”ہاں دیکھا۔ ندی کے موڑ پر یہ کیا؟“
جواب۔ ”اس ندی میں آج کل اور کسی بجرے کے آنے کی خبر نہیں
ملی۔“ وہ شخص پھر دوہن لگا کر دیکھنے لگا۔

اس حسینہ نے میں بجاتے بجاتے کہا۔

”رنگ راج“

رنگ راج نے جواب دیا۔ ”ارشاد“

حسینہ۔ دیکھتے کیا ہو۔

رنگ راج۔ یہ دیکھتا ہوں کہ کتنے آدمی ہیں۔

حسینہ۔ کتنے آدمی ہیں۔

رنگ راج۔ ٹھیک پتہ نہیں چلتا۔ زیادہ آدمی نہیں ہیں۔ کشتی کھول دوں۔

حقیقتہ۔ کھول دو۔ چپ چاپ اندھیرے اندھیرے چلے جاؤ۔
اسوقت رنگ راج نے پکار کر کہا: ”کشتی کھول دو۔“

چوتھا باب

بیشتر ذکر ہو چکا ہے کہ بھرے کے قریب رخت کے سالیے میں ایک اور کشتی چھپی ہوئی موجود تھی۔ وہ کشتی کوئی ساٹھ یا تھالیسی نفی مگر جوڑائی تین ہاتھ سے زیادہ نہ تھی۔ اس پر کوئی پچاس آدمی بڑے ہوئے تھے۔ رنگ راج کی آواز سنتے ہی سب کے سب اٹھ بیٹھے ایک ایک ملہ اور ایک ایک چھوٹی ڈھال نکال کر سب نے اپنے پاس رکھ لی۔ اور ایک ایک ڈانڈا ہاتھ میں لیکر سب بیٹھ گئے۔

ان لوگوں نے جیسے سے کشتی کو کھولا اور بھرے کے پاس جا کر لگا دی۔ وہاں رنگ راج پانچون ہتھیاروں سے مسلح اس کشتی پر آکر سوار ہوا جس حینہ نے پکار کر رنگ راج سے کہا۔

”دو پہلے جو میں کہہ چکی ہوں ان باتوں کا خیال رہے۔“

”مجھے خیال ہے“ کہہ کر رنگ راج نے ملاجوں کو اشارہ کیا۔ وہ لوگ چپ چاپ کشتی کو دریا کے کنارے کنارے لے چلے۔ جو بھرے کے دو درہن سے دیکھتا تھا وہ دھارے پر تیزی کے ساتھ آ رہا تھا۔ کشتی کو بہت دور جانا نہ پڑا جیسے ہی کچھ قریب آیا وہ کشتی تیر کی طرح اس طرف رہا۔ پچاس ڈانڈا پھل رہے تھے مگر آواز نہ مارا۔

اس بجرے کی چھت پر آٹھ ہنہ۔ دستانی جو کیدار تھے۔ اگر اتنے آدمی ساتھ نہ ہوتے تو اس زمانہ میں کسی کی ہمت نہ پڑتی کہ رات کو دریا میں سفر کرتا آٹھ جو کیداروں میں دو جو کیدار بختیار لگائے لال پگڑی باندھے چھت پر بیٹھے تھے۔ اور باقی چھ جو کیدار جنوبی خوشگوار ہوا اور چاند کی روشنی میں میٹھی نیند سو رہے تھے۔ جو پہرے پر تھے اُن میں ایک شخص نے دیکھا کہ کشتی بجرے کی طرف آرہی ہے۔
اُس نے دستور کے مطابق پکار کر کہا۔
دوستی الگ رکھو۔

رنگ راج نے جواب دیا۔ دو تھے ضرورت ہو تو الگ رکھو۔
پہرے والے نے دیکھا کہ معاملہ بیڑ بھب ہے۔ خوف دلانے کی غرض سے بندوق لیکر ایک خالی فیرنگی۔ رنگ راج سمجھ گیا۔ ہنس کر کہنے لگا۔
پانڈے۔ بھاگ۔ ایک چھرا بھی نہیں اودھا دے لو۔
یہ کہتے کہتے رنگ راج نے اس پہرے والے کے سر کی طرف تاک کر بندوق تان لی۔ پھر بندوق بچی کر کے کہنے لگا۔ دو میں ابھی تمھاری جان نہ لون گا اس مرتبہ تمھاری لال پگڑی اوڑاؤں گا۔ یہ کہہ کر رنگ راج نے بندوق رکھ دی نیرکمان لیکر زور سے ایک تیر مارا پہرے والے کے سر سے پگڑی اڑ گئی۔

پہرے والا۔ ”رام۔ رام“ کہنے لگا۔
بات کی بات میں کشتی بجرے کے برابر آگئی۔ کشتی سے دس بارہ مسلح آدمی اُس بجرے پر پہنچ گئے۔ بندوق کی آواز ہونے پر وہ چھ جو کیدار جو سو رہے تھے جاگ پڑے مگر نیند کے خمار میں ہتھیار دھوونڈھنے میں دیر لگی۔

ادھر حملہ کرنے والوں نے چشم زدن میں وہاں پہنچ کر اُنکے ہاتھ پاؤں
باندھ دئے دو شخص جو پہلے سے جاگ رہے تھے انھوں نے مقابلہ کیا۔
مگر تباہی۔ حملہ کرنے والوں کی جماعت زیادہ تھی۔ اُن دونوں کو بھی
تھوڑی دیر میں باندھ کر ڈال دیا۔ اُس وقت کشتی والوں نے بھرے کے
اندھ رگھنے کا ارادہ کیا۔ مگر بھرے کے دروازے بند تھے۔

اندھ ربر حبشیر۔ سسرال سے مکان واپس جا رہا تھا۔ راستہ میں
یہ آفت آگئی۔ یہ اُس کی ہمت کا نتیجہ تھا۔ اور کوئی ایسی ہمت کر کے
رات کو سفر نہ کرتا۔

رنگ راج نے دروازے میں دھککا دے کر کہا۔ دوہا شے
دروازہ کھولئے۔

بر حبشیر ویسے ہی نیند سے بیدار ہوا تھا۔ کہنے لگا۔ ”کون ہے۔
اتنا غل کیوں مچایا ہے؟“

رنگ راج نے جواب دیا۔ ”غل کچھ نہیں بھرے پر ڈاکہ پڑا ہے۔
بر حبشیر تھوڑی دیر کے لئے سکوت میں آگیا۔ پھر زور سے آواز دی
دو پا پڑے تیار ہو جاؤ۔ رام سنگھ!“

رام سنگھ نے چھت پر سے جواب دیا۔ دو شالا لوگ نے سب کو
باندھ کر ڈال دیا۔“

بر حبشیر نے ہنسی سے کہنا۔ ”دشکر ٹرا افسوس ہو انہم ایسے بہادر ہوں
کو کھانا بیانا دیا۔ اُٹھا یا نہ ہکر ڈال دیا۔ ڈاکوؤں نے بڑی غلطی کی۔
خیر۔ کچھ فکر نہ کرنا۔ کل تمھاری خوراک بڑھا دی جائے گی۔“
یہ جواب سن کر رنگ راج کو بھی ہنسی آگئی۔ کہنے لگا۔ ”وآپ سچ

فرماتے ہیں۔ اچھا تو اب دروازہ کھول دیجیے۔

برجیشیر نے پوچھا دو تم کون؟

رنگ راج۔ مجھے ڈاکو سمجھ لیجیے۔ عرض یہ ہے کہ دروازہ کھول دیجئے۔

برجیشیر۔ دروازہ کیون کھول دوں۔

رنگ راج۔ ہم لوگ آپ کا سب مال اسباب لوٹیں گے۔

برجیشیر۔ کیون۔ کیا مجھے بھی آن ہندوستانیوں کی طرح بودا سمجھ لیا ہے

میرے ہاتھ میں دونوں ہندوستانی بدوق ہے۔ بھری ہوئی تیار کر کے میں

جو پہلے داخل ہو گا اس کی جان کی تحریک نہیں۔

رنگ راج۔ ایک شخص اندر نہ گئے گا۔ آپ کتنے آدمیوں کو مار گئے

آپ بھی برہمن۔ میں بھی برہمن۔ ایک نہ ایک طرف برہمن ہتیا ہوگی

پکار پکار کر برہمن ہتیا سے فائدہ۔

برجیشیر۔ خیر۔ اس گناہ کو میں ہی اپنے سر لوں گا۔

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ اتنے میں دوسری جانب سے کسی ڈاکو نے

دروازہ توڑ ڈالا۔ دروازہ توڑتے ہی اندر گھس پڑا۔ برجیشیر نے بدوق

پھرا کر اس زور سے ماری کہ وہ ڈاکو میوش ہو کر گر پڑا۔ ادھر رنگ راج

جنس دروازے پر کھڑا تھا اس نے اس دروازے میں دو لائیں اس زور

سے ماریں کہ وہ دروازہ ٹوٹ کر گر پڑا۔ رنگ راج کمرے میں داخل ہوا

برجیشیر پھر بدوق گھا کر رنگ راج پر حملہ کرنے کو تھا کہ رنگ راج نے

بڑی پھرتی سے اس کے ہاتھ سے بدوق چھین لی۔ دونوں کے دونوں ہتھیار

مگر رنگ راج زیادہ تیز دست تھا۔ برجیشیر کے ہاتھ سے جب بدوق چھین گئی

تو اس نے رنگ راج پر گھونستانا۔ رنگ راج لے برجیشیر کی نباشی ہوئی مٹی

کڑی۔ اس کمرے میں ادھر اُدھر تھپتھپا رہے تھے برہمچر نے جھپٹ کر ایک تلوار لے لی اور دھمک دیکھ کر گنگا دھمکیوں سے بھرپور ہوتا ہوا خوف میں بیٹھا۔ یہ کہہ کر برہمچر تلوار چلائے ہی کو تھا کہ اتنے میں اور چار بائیس شخص اندر گھس آئے اور برہمچر کو بگڑھلایا۔ ہاتھ سے تلوار چھین لی۔ دو دو آدمیوں نے اس کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے۔ ایک شخص نے ڈوری پکڑ کر برہمچر سے پوچھا۔ کیا ہمارے کسی ضرورت ہو گی؟ برہمچر نے جواب دیا۔ ہمارے کسی ضرورت میں اپنی ہمارے قبول کرتا ہوں۔ کیا چاہتے ہو کہو۔ میں دے دیتا ہوں۔ رنگ راج نے کہا یہ آپ کا سب مال و اسباب ہم لوگ نے چاہیے یوں تو کچھ چھوڑ بھی دیتا مگر آپ نے جو گھونسا تانا تھا اس سے تو میرا سر ہی پھٹ جائے گا۔ اب تو ایک پیسہ بھی نہ چھوڑوں گا۔

برہمچر نے جواب دیا۔ دو جو کچھ بکرے میں ہے لے جاؤ۔ میں اب کچھ نہ کہوں گا۔
برہمچر کے اس کہنے کے پیشتر ہی ڈاکوؤں نے اس بکرے کا اسباب اٹھا اٹھا کر کشتی میں رکھنا شروع کر دیا تھا۔ کوئی پچیس آدمی بکرے پر پہنچ گئے تھے۔ بکرے میں کچھ بہت سامان تو تھا نہیں۔ صرف اوروں نے پہنے کے کپڑے۔ پوجا کے برتن۔ اور اسی طرح کی معمولی چیزیں۔ دم بھر میں سارا اسباب کشتی پر پہنچ گیا اس وقت برہمچر نے کہا۔ اب تو بچہ خیرین ہے نہیں۔ اب سارے ہار و گدے

رنگ راج نے جواب دیا۔ ہم جاتے ہیں۔ مگر آپ کو بھی ہمارے ساتھ چلنا پڑے گا۔
برہمچر کیوں۔ میں کہاں جاؤں گا۔

رنگ - ہماری رانی کے پاس -

برج - تمھاری رانی کون ہے

رنگ - دیوی رانی کا نام کبھی نہیں سنا -

برج - اٹھا ! تم لوگ دیوی رانی کے دل میں ہو -

رنگ - دل کیسا - ہم لوگ رانی کے کارپرداز ہیں -

برج - جیسی رانی ویسے کارپرداز - تو مجھے رانی کے سامنے حاضر ہونے

کی کیا ضرورت ہے - شاید یہ مطالب ہو کہ مجھے پکڑ رکھو گے اور جب کچھ

میںے گا تو چھوڑ دے گے -

رنگ - ضرور - بھرے میں تو کچھ ملا نہیں - شاید آپ کی گرفتاری سے

کچھ مل جائے -

برج - جانے کو تو میرا بھی جی چاہتا ہے - تمھاری رانی کی بڑی تعریف

سنی ہے کیا وہ ابھی جوان ہیں -

رنگ - وہ ہم لوگوں کی مان ہیں - لڑکے مان کی عمر کا حساب نہیں رکھتے -

برج - سنا ہے کہ وہ بہت خوبصورت ہیں -

رنگ - ہماری مان دیوی کی صورت ہیں -

برج - تو چلو - دیوی جی کے درشن کر آئیں -

یہ کہہ کر برجیشیر رنگ راج کے ساتھ کمرے کے باہر آیا دیکھا کہ بھرے

کے ملحق خوف کے مارے رسمی پکڑے ہوئے دریا میں پڑے ہیں - برجیشیر

نے ان سے کہا اب تم لوگ بھرتے پر چلے آؤ - کچھ در نہیں - اگر خدا کا نام لو

تمھاری جان اور تمھارا ایمان سلامت ہے - تم لوگ بڑے بہادر ہو

ملحق ایک ایک کہ کے بھرے پر چڑھ آئے - برجیشیر نے رنگ راج سے پوچھا

”اگر کو تو پہرے والے بھی کھول دے جائیں۔“
 ”رنگ راج نے جواب دیا۔ کیا مرج ہے۔ اگر رہا ہو کر وہ کچھ
 شرارت کرینگے تو ہم لوگ آپ کا سر کاٹ کر پھینک دیں گے۔ یہ بات
 ان کو سمجھا دیجئے۔“
 برجیش نے جو کیدارون کو سمجھا دیا۔ اور یہ بھی کہہ دیا کہ انکی بہادری
 کے صلے میں ان کو انعام ملے گا۔ اپنے نوکروں سے برجیش نے کہا: ”تم
 لوگ بیخوف ہو کر بحرے کو یہیں روکے رہو۔ کہیں جانے یا کچھ کرنے کی
 ضرورت نہیں۔ میں بہت جلد واپس آتا ہوں۔“
 یہ کہہ کر۔ برجیش رنگ راج کے ساتھ کشتی پر سوار ہو لیا۔ کشتی کے
 ملاحوں نے ”دیوی رانی کی ہے“ کی صدا لگائی اور روانہ ہوئے۔

پانچواں باب

برجیش نے جاتے ہوئے رنگ راج سے پوچھا: ”مجھے کتنی دور
 لے جاؤ گے۔ تمھاری رانی جی میں کہاں۔“
 رنگ۔ یہ بحر اجودھلا میں پڑتا ہے۔ افسوس کا ہے۔
 مرج۔ یہ بحر۔ میں سمجھا تھا کہ انگریزوں کا جہاز رنگ پور لوٹنے آیا ہے
 اتنا بڑا بحر کس لئے ہے۔
 رنگ۔ رانی کو رانی کی طرح رہنا پڑتا ہے۔ اس بحر میں سات کمرے ہیں۔
 مرج۔ اتنے کمروں میں کون رہتا ہے۔

رنگ۔ ایک مین دربار ہوتا ہے۔ ایک مین رانی آرام کرتی ہیں۔ ایک مین نوکر چاکر رہتے ہیں۔ ایک رسو مین کے لئے۔ ایک نسل خانہ۔ ایک قدر خانہ ہے۔ آپ تو غائب آج اسی کمرے میں رہنا پڑے گا۔ یہ باتیں ہونے لگی تھیں کہ کشتی اگر بحرے کے پاس لگی۔ اس وقت دیوی رانی چھت پر تھیں۔ جو وقت انکے ہمارے ڈاکہ مار رہے تھے۔ وہ چھت پر بیٹھی ہوئی چاندنی مین مین بجا رہی تھیں۔ مگر اس وقت مین ٹھیک رہ گئی تھی۔ یہ سر بے تالی۔ بجانا کیا تھا اور بچنا کیا تھا۔ دیوی رانی کا دل ٹھکانے نہ تھا جیسے ہی کشتی واپس آنے لگی دیوی رانی اپنے کمرے میں چلی گئیں۔ ادھر رنگ دراج کشتی سے اتر کر کمرے کے دروازے پر آیا اور دیوی رانی کی ہے۔ کی صدا لگائی۔ دروازہ پر نہ بھی پردہ پڑا تھا۔ اندر نظر نہ داتا تھا اندر سے دیوی نے پوچھا۔

”کیا خبر“

رنگ۔ سب خیریت ہے۔

دیوی۔ تمہارے ساتھیوں میں کوئی زخمی تو نہیں ہوا؟

رنگ۔ کوئی نہیں۔

دیوی۔ ان لوگوں میں کسی کا خون تو نہیں ہوا؟

رنگ۔ کسی کا نہیں۔ ہم لوگوں نے آپ کے حکم کی تعمیل کی۔

دیوی۔ کوئی زخمی ہوا۔؟

رنگ۔ کوئی نہیں۔ دو ہندوستانیوں کے یون ہی سا چھل گیا ہے۔

دیوی۔ اسباب؟

رنگ۔ سب آگیا۔ مگر اسباب کچھ بہت نہ تھا۔

دیوی - بابو؟
رننگ - بابو کو پکڑ لائے ہیں۔

دیوی - حاضر کرو۔
رننگ راج نے برجیش کو اشارہ کیا۔ برجیش کشتی سے بھرے پر آیا اور دروازے کے پاس کھڑا ہو گیا۔

دیوی نے پوچھا: "آپ کون ہیں۔" معلوم ہوتا تھا کہ دیوی کے گلے میں اچھو ہو گیا ہے۔ آواز صاف نہ نکلتی تھی۔

ناظرین کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ برجیش کس قسم کا آدمی ہے۔ اسکو بھن سے یہ معلوم ہی نہ ہوا کہ خوف کس کو کتنے ہیں۔ جس دیوی راہی کا نام شکر شمالی بنگالہ کے لوگ گائیپ جاتے تھے اس کے پاس ہو چکر برجیش کو منہسی آئی۔ فرلین خیال کیا کہ "غور توں سے مرد ڈر جائے۔ یہ تو کبھی سنا نہیں۔ عورت تو مرد کی نوٹہ می ہے۔" ہنسکر برجیش نے دیوی کے سوال کا جواب دیا۔

"نام پوچھ کر کیا ہو گا۔ آپ کو ہمارے مال سے غرض تھی۔ وہ آگیا۔ تمام میں تو روپیہ نہ ہو گا۔"

دیوی - کیوں نہ ہو گا۔ یہ معلوم ہو جائیگا کہ آپ کس حیثیت کے آدمی ہیں۔
(دیوی کی آواز بھاری تھی)

برج - تو کیا اسی بے مجھ پکڑ بلایا ہے؟
دیوی - اور نہیں تو کیا۔

دیوی پردے کی آدھین تھیں۔ کسی نے دیکھ نہ پایا کہ یہ جواب دیتے ہوئے انھوں نے اپنی آنکھوں سے آنسو پونچھے۔

برج - اگر میں یہ کہوں کہ میرا نام بھی رام چکر دیتی ہے۔ تو کیا آپ یقین کریں گی؟

دیوی - نہیں -

برج - تو پھر پوچھنے سے قانا۔ ہ ۹

دیوی - دیکھو، آپ ٹھیک نام بتلاتے ہیں یا نہیں -

برج - میرا نام کرشن گوہر گھوٹال -

دیوی - نہ -

برج - دیارام بخشی -

دیوی - یہ بھی نہیں -

برج - برجیش راءے -

دیوی - یہ ہو سکتا ہے -

اس وقت ایک اور عورت دیوی رانی کے پاس آکر چپ چاپ بیٹھ گئی۔

کہنے لگی - دو تمھارا تو گلا بیٹھ گیا۔

دیوی اب آنسوؤں کو روک نہ سکی - جس طرح برسات کے رگھلتے

ہوئے پھولوں میں بارش کا پانی بھر جاتا ہے اور شاخ کے ہلاتے ہی وہ

پانی ٹپ ٹپ گر پڑتا ہے اسی طرح دیوی کی آنکھوں میں آنسو بھرے

ہوئے تھے - جھپٹتے ہوئے ہی ٹپ ٹپ گر پڑے - دیوی نے اس عورت

کے کان میں کہا - مجھ سے اب بولا نہیں جاتا - تو باتیں کر مجھے تو سب

حال معلوم ہی ہے -

یہ کہہ کر دیوی اس کمرے سے اٹھ کر دوسرے کمرے میں چلی گئی - اب

اس عورت نے برجیش راءے کی باتیں شروع کیں - ناظرین اس عورت سے

واقف ہیں - یہ وہی بغیر برہمن کے بڑھی نشی ہے -

نشی نے کہا - ”اب کی مرتبہ ٹھیک کہا - آپ کا نام برجیش راءے“

برجیشہر محضے میں تھا۔ بروے کی آڑ میں کچھ دکھلائی نہ پڑتا تھا۔ مگر آواز سے معلوم ہو گیا کہ جو عورت ابھی تک باتیں کرتی تھی وہ نہیں ہے۔ اس کی آواز بہت ہی شیریں معلوم ہوتی تھی۔ اس کی آواز ویسی شیریں نہیں۔ بہر حال برجیشہر نے جواب دیا۔

”اگر میری حیثیت معلوم ہے تو رو بہ طے کر لیجیے اور مجھے جانے کی اجازت دیجئے۔ کتنا رو بہ لکڑھے چھوڑتے تھے۔“
نشہ۔ ایک کانی کوڑی تے کر۔ کیا آپ ساتھ لائے ہیں۔ اگر ہو تو دیکھئے اور پکے جائیے۔

برج۔ بد قسمتی سے ساتھ نہیں۔
نشہ۔ تو بھرے سے منگادیکھئے۔
برج۔ بھرے میں جو کچھ تھا وہ آپ کے ملازم اٹھا لائے۔ اب وہاں ایک کانی کوڑی بھی نہیں۔
نشہ۔ ملاہون سے آدھار لے لیجئے۔

برج۔ ملاہون کے پاس بھی کانی کوڑی نہیں رہتی۔
نشہ۔ تو جب تک آپ کانی کوڑی نہ دیں تب تک نظر بند رہیئے۔
اس کے بعد برجیشہر نے سنا کہ کمرے کے اندر کوئی اور بے آواز سے معلوم ہوتا تھا کہ عورت ہے۔ اُس نے دیوی سے کہا رانی جی۔ اگر اس نے دے کی قیمت ایک کانی کوڑی ہی ہو تو مجھ سے لے لیجئے۔ اور اُس کو میرے ہاتھ بیچ ڈالئے۔“

برجیشہر نے سنا کہ رانی نے یہ جواب دیا۔ برج ہی کیا۔ مگر اس رو کو لیکر تم کیا کرو گی۔ ذوات کا برہمن ہے۔ نہ پانی بھر سکے گا۔ نہ کھلی

نہ کاٹ سکے گا۔“ اُس عورت نے کہا۔ ”دوسرے یہاں کوئی پکانے والا نہیں ہے۔ اس برہمن سے کھانا پکواؤں گی۔“
 اُس وقت نشی نے برجشیر کی جانب مخاطب ہو کر کہا۔ ”آپ نے سنا۔ آپ بک گئے۔ مجھے کافی کوڑی مل گئی۔ جس نے خریدا ہے آپ اُس کے ساتھ جائیے۔ کھانا پکا نا پڑے گا۔“
 برجشیر نے کہا۔ ”وہ ہین کون؟“
 نشی۔ وہ عورت ذات ہیں۔ باہر نہ جائیں گی۔ آپ ہی اندر آئیے

چھٹا باب

اجازت پا کر برجشیر نے پردہ ہٹایا اور کمرے کے اندر چلا گیا۔ وہاں جو بچہ نظر پڑا اُسکو دیکھ کر برجشیر حیرت زدہ ہو گیا۔ کمرے کی دیوار لکڑی کی اسیمن نہایت ہی نفیس و خوش رنگ نقش و نگار مشہور کتا بون کے واقعات کی تصویریں بہت ہی خوشنمائی سے بنی ہوئیں۔ شو بھم۔ نشو بھم کی لڑائی۔ مہاشا سر کی جنگ۔ دس اوتار۔ کیلاش۔ بندہ رابن۔ لنگا۔ انداسن۔ ہنس بیللا۔ چیر ہرن وغیرہ کی نایاب تصویریں۔
 کمرے میں چار انگل موٹا قالین بچھا ہوا۔ مٹلی کا مدر سند۔ قیمتی تیکے۔ سونے کا عطر دان۔ طلائی گلاب پاش اور خاضران۔ طلائی گداریان۔ طلائی فرشی حقہ۔ حقے کی سنہری مہنال کے پاس موتی کے گچھے لٹک رہے تھے۔ خوشبو دار تبا کو تیار تھا۔ دو طرف میٹھا کے دو جھاڑ۔ نقرئی پربون کے

سر پر چراغ جگمگا رہے تھے اور ان کے جلنے سے کمرہ معطر ہو رہا تھا۔ بچوں میں ایک بھڑا روشن تھا۔ چاروں کونوں پر چار روپہلی مورتیں جو اپنے ہاتھوں میں روشن بتیان تھامے ہیں۔ مندر پر ایک عورت لیٹی ہوئی۔ منہ پر ایک زرمی بوتلی کا بہت باریک ڈھاکے کا رو مال پڑا ہوا۔ منہ اچھی طرح دکھلائی نہیں پڑتا۔ مگر یہ معلوم ہوتا ہے کہ کچھلے ہوئے سونے کا ساف رنگ ہے اور گھومگردالے کالے کالے بال ہیں۔ کانوں کا زیور کیرٹے کے اندر سے چمک رہا ہے۔ اُس سے بڑھکر تیز تیز نگاہیں چوڑھیلے دیتی ہیں۔ عورت لیٹی ہے۔ سوتی نہیں ہے۔

برجیشیر نے دربار کے کمرے میں پہنچ کر اس لیٹی ہوئی عورت سے مخاطب ہو کر کہا۔ ”دورانی جی کو کیا آشیر باد دون۔“

اُس حسینہ نے کہا۔ ”دوین رانی جی نہیں ہوں۔“

برجیشیر نے دیکھا کہ اب تک وہ جس سے باتیں کر رہا تھا وہ عورت یہ نہیں ہے۔ یہ بھی ممکن تھا کہ یہ وہی عورت ہو۔ کیونکہ اس کے بولنے کے طرز سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ کوشش کر کے اپنی آواز بدل کر بات کرتی ہے۔ یہ بھی خیال گذرا کہ دیوی رانی ہزار داستان ہوگی۔ اگر ہر فن میں استاد نہ ہوتی تو عورت ہو کر ڈکیتی کیوں نہ کرتی۔ برجیشیر نے کہا۔

”ابھی میں جن سے باتیں کر رہا تھا وہ کہاں گئیں۔“

حسینہ۔ ”تم کو اندر آنے کی اجازت دے کر وہ آرام کرنے چلی گئیں۔“

”تم کو رانی سے کیا کام ہے؟“

برج۔ ”تم کون ہو؟“

حسینہ۔ ”تھامری مالک۔“

نہ کاٹ سکے گا۔ اس عورت نے کہا۔ دو میرے یہاں کوئی پکانے والا نہیں ہے۔ اس برہمن سے کھانا پکواؤں گی۔
 اس وقت نشی نے برجیشیر کی جانب مخاطب ہو کر کہا۔ ”آپ نے سنا۔
 آپ بک گئے۔ مجھے کافی کوڑھی مل گئی۔ جس نے خریدا ہے آپ اس کے ساتھ
 جائیے۔ کھانا پکا تاڑیگا۔“
 برجیشیر نے کہا۔ ”وہ مین کون“
 نشی۔ وہ عورت ذات ہیں۔ باہر نہ جائیں گی۔ آپ ہی اندر آئیے

چھٹا باب

اجازت پا کر برجیشیر نے پردہ ہٹایا اور کمرے کے اندر چلا گیا۔ وہاں جو کچھ
 نظر پڑا اسکو دیکھ کر برجیشیر حیرت زدہ ہو گیا۔ کمرے کی دیوار لکڑی کی اسہین
 نہایت ہی نفیس و خوش رنگ نقش و نگار مشہور کتا بون کے واقعات
 کی تصویریں بہت ہی خوشگامی سے بنی ہوئیں۔ شو بھج۔ نشو بھج کی لڑائی
 ہمشا سرنگی جنگ۔ دس اوتار۔ کیلاش۔ بنارہا۔ لنگا۔ انداسن۔ ہرس بلیا
 چیرہرن وغیرہ کی نایاب تصویریں۔
 کمرے میں چار انکل موٹا قاپین بچھا ہوا۔ مٹھی کا مدار سنبہ۔ قیمتی تکیے۔
 سونے کا عطر دان۔ طلائی گلاب پاش اور خا صدا ان۔ طلائی گلار ان۔ طلائی
 فرشی حقہ۔ حقے کی سنہری مہنال کے یاس موتی کے گچھے لٹک رہے تھے۔
 خوشبو دار مٹا کو تیار تھا۔ دو طرف مٹھک کے دو جھاڑ۔ نقرئی پریون کے

سر پر چراغ جگمگا رہے تھے اور اُن کے جلنے سے کمرہ معطر ہو رہا تھا۔ بچو بچ
میں ایک بھڑوڑ روشن تھا۔ چاروں کونوں پر چار روپہلی مور تھیں جو اپنے
ہاتھوں میں روشن مٹی کی تھیاں تھامے ہیں۔ منہ پر ایک عورت لیٹی ہوئی۔
منہ پر ایک زری بوٹی کا بہت باریک ڈھانکے کا رومال ڈرا ہوا۔ منہ
اچھی طرح دکھلائی نہیں پڑتا۔ مگر یہ معلوم ہوتا ہے کہ گھٹلے ہوئے سونے کا
سا صاف رنگ ہے اور گھونگر والے کالے کالے بال ہیں۔ کانوں کا زور
کیڑے کے اندر سے چمک رہا ہے۔ اُس سے بڑھ کر تیز تیز نگاہیں چوڑھیلے
دیتی ہیں۔ عورت لیٹی ہے۔ سوتی نہیں ہے۔

برجیشیر نے دربار کے کمرے میں پہنچ کر اُس لیٹی ہوئی عورت سے مخاطب
ہو کر کہا۔ ”دورانی جی کو کیا آشیر بادوون۔“
اُس حسینہ نے کہا۔ ”دوین رانی جی نہیں ہوں۔“

برجیشیر نے دیکھا کہ اب تک وہ جس سے باتیں کر رہا تھا وہ عورت
یہ نہیں ہے۔ یہ بھی ممکن تھا کہ یہ وہی عورت ہو۔ کیونکہ اس کے بولنے
کے طرز سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ کوشش کر کے اپنی آواز بدل کر بات کرتی
ہے۔ یہ بھی خیال گذرا کہ دیوی رانی ہزار داستان ہوگی۔ اگر ہر فن میں
استاد نہ ہوتی تو عورت ہو کر ڈکیتی کیونکر کرتی۔ برجیشیر نے کہا۔

”ابھی میں جن سے باتیں کر رہا تھا وہ کہاں گئیں۔“
حسینہ۔ تم کو اندر آنے کی اجازت دے کر وہ آرام کرنے چلی گئیں۔
تم کو رانی سے کیا کام ہے؟

برج۔ تم کون ہو؟
حسینہ۔ تمھاری مالک۔

برج - میری مالک -
 حسینہ - ہاں تمھاری مالک - ابھی تو ایک کافی کوڑی دیکر نکو مول لیا ہے
 برج - سچ کہتی ہو - اچھا تو تم کو کس طور پر آشیر باد دوں -
 حسینہ - کیا آشیر باد کی بہت سی قسمیں ہیں -
 برج - عورتوں کو کئی طرح سے آشیر باد دیتے ہیں - سہاگن کے لیے اور
 آشیر باد ہے - بیوہ کے لیے اور بچے والی کے
 حسینہ - مجھے - دو جلدی مر جاؤ - کہہ کر آشیر باد دو -
 برج - میں ایسا آشیر باد کسی کو نہیں دیتا - تمھاری ایک سو تین برس کی عمر ہو
 حسینہ - میں پچیس برس کی ہوں - تو تم کو اٹھتر برس تک میرا کھانا
 پکانا پڑے گا -
 برج - ایک روز میرا پکا یا ہو اکھا دیکھو - اگر پکا گیا تو اٹھتر برس پکاؤ لگا -
 حسینہ - اچھا تو بیچھ جاؤ -
 برج - اسی ملائم قالین پر بیٹھ گیا - اُس حسینہ نے پوچھا -
 ”تمھارا نام کیا ہے؟“
 برج - میرا نام تو تم سب کو معلوم ہے مجھے برجشیر کہتے ہیں - تمھارا نام کیا ہے
 آواز لگا کر کیون باتیں کرتی ہو - کیا تم کو میں جانتا ہوں -
 حسینہ - میں تمھاری مالک ہوں مجھے ”آپ“ کہہ کر بات کرو -
 برج - بہت خوب - تعمیل ارشاد ہوگی - آپ کا نام کیا ہے -
 حسینہ - میرا نام پانچ کوڑی ہے - مگر تم میرے نوکر ہو میرا نام اپنی زبان سے
 نہ لینا - اگر تمھاری خوشی ہو تو میں ابھی تمھارا نام زبان پر نہ لاؤں -
 برج - تو پھر آپ مجھے کس نام سے پکاریں گی -

حسینہ - میں تمہیں رام دھن کھونگی۔ اچھا تو اپنا حال بتاؤ تمہارا گھر کہاں ہے
برج - ایک کوٹھی کو تو مول لیا ہے۔ اتنا حال پوچھ کر کیا کیجیے گا۔
حسینہ - بہتر۔ اس بات کو جانے دو۔ رنگ راج سے حال معلوم
ہو جائیگا۔ اچھا یہ بتاؤ کون برہمن ہو۔

برج - میرا پکا یا کھانا تو کھائیے گا۔ پھر ذات پوچھنے سے فائدہ۔
حسینہ - اگر تم میری ذات کے برہمن نہ ہو تو تم سے اور کام لوں گی۔
برج - اور کیا کام؟
حسینہ - پانی بھرو گے۔ لکڑی کاٹ گے۔ کاموں کی کیا کمی۔

برج - میں رافڑی برہمن ہوں۔
حسینہ - تو تم کو پانی بھرنا لکڑی کاٹنا پڑے گا۔ میں بارہنہ رہوں۔ تم
رافڑیوں میں اچھی ذات کے ہو یا بچھی ذات کے۔
برج - ان باتوں کی ضرورت تو شادی بیاہ میں ہوتی ہے۔ کیا کچھ اسکا
انتظام ہو گا۔ خیال رہے کہ میری شادی ہو چکی ہے۔

حسینہ - تمہاری کتنی شادیوں ہوئیں؟
برج - اگر پانی بھرنا پڑیگا تو بھر دوں گا۔ مگر ان باتوں کا جواب نہ دوں گا۔
اس وقت پانچ کوٹھی نے رانی کو لپکار کر کہا۔ ”ورانی جی۔ یہ برہمن
بڑا بٹ کھٹ ہے۔ باتوں کا جواب نہیں دیتا۔“
لشٹی نے دوسرے کمرے سے جواب دیا۔

دوبید لگا پڑا۔
دوبی کی ایک خادمہ ایک لپکتا ہوا پتلا بے شپ شپ کرتی ہوئی
لے آئی اور پانچ کوٹھی کے کچھوٹے کے قریب پھینک کر چلی گئی۔ اس حسینہ

نے اُس پر کدو تین مرتبہ قالین برباد اور کہا دو کیون۔ اب کہو
 بر حبشیر۔ آپ لوگ سب کچھ کر سکتے ہیں۔ اچھا پوچھئے کیا پوچھنا ہے۔
 حسینہ۔ تمہارا حال پوچھ کر کیا کروں گی۔ اب اور حالات پوچھنے کی
 ضرورت نہیں۔ ہاں تمہارے ہاتھ کا پیکا یا توین نہ کھاؤں گی۔ ہاں
 یہ بتاؤ کہ تم اور کیا کام کر سکتے ہو۔

بر حبشیر۔ جو حکم دیجیے۔
 حسینہ۔ پانی بھرنا جانتے ہو؟

بر حبشیر۔ نہیں۔
 حسینہ۔ کلڑی کاٹنا جانتے ہو؟

بر حبشیر۔ نہیں۔
 حسینہ۔ بازار سے سودا خرید سکتے ہو؟

بر حبشیر۔ کچھ یوں ہی سا۔
 حسینہ۔ کچھ یوں ہی کام کرنے سے کام نہ چلے گا۔ پکھا جھلنا جانتے ہو؟

بر حبشیر۔ جی ہاں۔
 بر حبشیر ایک چنور لیکر بلانے لگا۔ اُس حسینہ نے پوچھا۔
 ”اچھا۔ ایک کام جانتے ہو۔ پاؤں دمانا۔“

بر حبشیر۔ اُس حسینہ کو بہت چرب زبان سمجھ کر اُس سے مذاق کے طور پر
 سب باتیں کر رہا تھا۔ کسی قدر یہ بھی خیال تھا کہ اس کو خوش کرنے سے
 جلد رہائی مل جائیگی۔ جواب دیا۔ ”آپ سی حسینہ کے پاؤں دباؤں
 ایسی قسمت کہاں۔“

”اچھا تو دباؤ۔“ یہ کہہ کر اس حسینہ نے اپنا پاؤں بڑھا کر بر حبشیر

کے زانو پر رکھ دیا۔
 برجیشیر مجبور تھا۔ خود ہی پاؤں دبانے کے لئے تمنا ظاہر کی تھی۔
 دونوں ہاتھ سے اس حسینہ کا پاؤں دبانے لگا۔ مگر دل ہی دل میں
 یہ کہتا تھا۔ یہ بات اچھی نہ ہوئی۔ اس کی تلافی کرنی ہوگی۔ اس وقت
 نجات مل جاتی تو اچھا تھا۔
 اس وقت اس شریہ پانچ کوڑی نے بلند آواز سے کہا: ”رائی جی۔
 ذرا ادھر تشریف لائیے۔“
 جب دیوی کے آنے کی آہٹ معلوم ہوئی تو برجیشیر نے اس حسینہ
 کا پاؤں ہٹا دیا۔ وہ ہنس کر کہنے لگی۔ یہ کیا۔ ہاتھ کیوں ہٹائے۔ اس نے
 یہ الفاظ اپنی معمولی آواز میں کہے۔ برجیشیر کو سخت حیرت ہوئی کہنے لگا۔
 دو این۔ یہ کیا۔ یہ آواز تو پہچانتا ہوں۔ ہمت کرتے برجیشیر نے اس
 حسینہ کے چہرے سے رومال تھکیٹ لیا۔ وہ حسینہ کھلا کھلا کر ہنس پڑی
 برجیشیر نے گھر کر کہا: ”این۔ یہ کیا۔ ارے۔ تم۔ تم۔ ارے ساگر۔“
 اس حسینہ نے کہا۔ دو این ساگر ہوں۔ گنگا نہیں۔ جیسا نہیں۔ خلیج
 نہیں۔ کھاڑی نہیں۔ سچ سچ ساگر ہوں۔ تم کو تو بڑا سچ ہوا ہوگا۔ پرانی
 عورت سمجھ کر کس مزے سے پاؤں دبا رہے تھے۔ اور جب میں نے
 گھر کی بیوی بن کر پاؤں دبائے تو کہا تھا تو مارے غصے کے چل گھرے
 ہوئے تھے۔ خیر میرا قول تو پورا ہوا کیا تم نے میرے پاؤں دبائے
 اب میرا منہ دیکھ سکتے ہو۔ مجھے چھوڑ دو یا قلمون کے پیچھے جلد دو مگر یہ
 معلوم ہو گیا کہ میں ہوں برہمن کی بیٹی۔

ساتواں باب

برج بشیر سٹ پٹا سا گیا۔ تھوڑی دیر بعد پوچھا: "دوساگر۔ تم یہاں کہاں؟"
 ساگر نے جواب دیا۔ "دوساگر کے شوانی۔ تم بھی یہاں کہاں؟"
 برج۔ میں تو گرفتار ہو گیا۔ کیا تم بھی گرفتار ہو گئے۔
 ساگر۔ مجھے کسی نے گرفتار نہیں کیا۔ میں نے اپنی خوشی سے دیوی رانی
 کی مدد لی۔ اس امید پر کہ تم سے پاؤں دوواؤں گی میں دیوی رانی
 کے راج میں آکر بیٹھ جاؤں گا۔ اسکی زرق برق پوشاک اور قیمتی زیورات
 دیکھ کر برج بشیر نے دل میں خیال کیا کہ دیوی رانی یہی ہے۔ اسکو خوش کرنے
 کے لئے برج بشیر اٹھ کھڑا ہو گیا۔ نشی نے کہا۔
 "دو عورتیں دیکھتی بھی کریں تب بھی ان کا ادب ضرور نہیں۔ آپ بٹھ جائیے
 آپ کو معلوم ہو گیا کہ ہم لوگوں نے آپ کے بچے پر ڈاکہ کیوں ڈالا۔
 ساگر کا عہد پورا ہو گیا۔ اب آپ بہ خوشی اپنے بچے کو واپس جاسکتے ہیں
 کوئی روک ٹوک نہ کرے گا۔ آپ کا مال و اسباب بھی بحال ہے۔
 واپس پہنچ جائے گا۔ مگر ہاں۔ اس بد نصیب ساگر کا کیا ہو گا۔ یہ
 آپ کے گھر واپس جائے یا آپ اپنے ساتھ لے جائیں گے۔ اتنا خیال
 رہے کہ آپ اس کے ایک ٹوٹنی کے خریدے ہوئے غلام ہیں۔
 منتخب پر منتخب۔ برج بشیر حیرت زدہ تھا۔ تو یہ دیکھتی کا الزام غلط تھا۔
 یہ لوگ نہ ان کو نہیں مین۔ برج بشیر نے تھوڑی دیر سوچ کر جواب دیا۔

”تم لوگوں نے مجھے اُتو بنا دیا۔ میرا خیال تھا کہ دیوی رانی کے دل نے میرا بجز اوٹ لیا۔

نشئی۔ اس میں شک نہیں کہ یہ بجز دیوی رانی کا ہے۔ اور اس میں بھی کلام نہیں کہ دیوی رانی کو کشتی کرتی ہیں۔

برجیشیر۔ تو کیا آپ دیوی رانی ہیں
نشئی۔ میں دیوی نہیں ہوں اگر آپ چاہیں گے تو شاید دیوی رانی آپ کو درشن دیں۔ مگر میں جو بات کہتی تھی اس کو سن دیجئے ہم لوگ کھینچ کر تے ہیں۔ مگر آپ پر ڈاکہ ڈالنے کی منت نہ تھی۔ صرف یہ کوشش تھی کہ ساگر کا قول پورا ہو جائے۔ اب ساگر اپنے گھر کس طور پر جائے۔ اس کا قول تو پورا ہو گیا۔

برج۔ وہ آئی کیونکر
نشئی۔ رانی جی کے ساتھ۔
برج۔ میں بھی تو ساگر کے مکان سے آتا ہوں۔ وہاں رانی جی کو نہیں دیکھا۔

نشئی۔ رانی جی آپ کے بعد وہاں گئیں۔
برج۔ اتنی جلد پلٹ کیونکر آئیں۔
نشئی۔ ہم لوگوں کی کشتی آپ نے دیکھی ہوگی۔ اُس میں پچاس ڈالٹا ایک ساتھ چلتے ہیں۔

برج۔ تو آپ لوگ اسی کشتی پر ساگر کو کیوں نہ پہنچا دیں۔
نشئی۔ اس میں ایک مشکل تھی۔ ساگر کسی سے نہیں کہنے رانی جی کے ساتھ چلی آئی۔ اگر اور کسی کے ساتھ جائے گی تو لوگ پوچھ گچھ

کرنیکے کہ گئی کہاں تھی۔ اگر آپ کے ساتھ جا سکی تو کوئی کچھ نہ کہہ سکیگا۔
 بروج۔ بہترین پونچا دو لگا۔ آپ مہربانی کر کے نشی کو حکم دیدیجیے۔
 ”بہت اچھا“ کہہ کر نشی وہاں سے چلی گئی۔

اس وقت تنہائی میں برجشیر نے پوچھا۔ ”ساگر تم نے ایسا کہا کیوں کہاتھا۔“
 ”مہ پر آنجل ڈال کر۔ اس مرتبہ وہ ڈھالہ کارو مال نہ تھا۔ بلکہ جو کھڑا
 ہاتھ میں آگیا اسی کپڑے سے منہ ڈھانپ کر ساگر رونے لگی۔ وہی جریڈان
 ساگر اس وقت چھپے چھپے سکیاں لے لے کر کانپتی ہوئی رو رہی تھی
 چپکے چپکے اس نے کہہ دی وہ سن پائے۔

”رونا کم ہوا۔ برجشیر نے کہا۔“ ”ساگر“ تم نے اگر مجھے پھر بلایا ہوتا تو
 ان باتوں کا خیال بھی نہ ہوتا۔ تم نے مجھے پھر کیوں نہ بلایا۔“
 ساگر نے یہ مشکل رونا موقوف کیا۔ ”انکھیں پونچھ کر کہنے لگی۔“ ”میری
 قسمی تھی۔ لیکن اگر میں نے نہ بلایا تھا تو تم ہی کیوں نہ پلٹ آئے۔“
 بروج۔ تم نے مجھے رخصت کر دیا تھا۔ بغیر لائے میں کیا منہ لے کر جاتا۔
 یہ سب باتیں جب حمل ختم ہو گئیں تو برجشیر نے پوچھا۔ ”ساگر
 تم ڈاکوؤں کے ساتھ کیوں آہیں۔“

ساگر۔ دیوی رشتہ میں میری بہن ہوتی ہیں۔ بیشتر سے جان پہچان تھی۔
 تمھارے چلے آنے کے بعد ہی وہ وہاں آئیں۔ مجھے روتا ہوا دیکھ کر
 انھوں نے کہا۔ ”تو روتی کیوں ہے۔ تیرے پیارے کو میں کھلاؤں گی
 تو دودن کے لئے میرے ساتھ چل۔“ اسی لیے میں ان کے ساتھ چلی آئی
 ”دیوی یہ پورا اعتبار کرنے کے اور بھی سبب ہیں۔ میں خاومہ سے
 یہ کہہ کر چلی آئی کہ میں تمھارے ساتھ چلی جاؤں گی۔ یہ حقہ اور شک

تھارے لیے تیار کر کے رکھا ہے۔ حقہ پیو۔ پھر چلے جانا۔

برجیشیر خوب۔ جو مالک ہے وہ تو کچھ کہتا نہیں۔

سنا کرنے دیوی کو آواز دی۔ دیوی تو نہ آئی۔ نشی آئی۔

نشی کو دیکھ کر برجیشیر نے کہا: ”آپ کشتی کو حکم دیجیے تو میں جاؤں۔“

نشی۔ کشتی آپ ہی کی ہے۔ مگر دیکھئے آپ رانی کے بہنوئی ہیں۔ ابھی تک

ہم لوگوں نے آپ کی کوئی خاطر مدارات نہیں کی بلکہ تکلیف ہی دی

ہم لوگ ڈاکو سی مگر بندوانی چال تو نہیں چھوڑ دی۔

برج۔ تو کیا ارشاد ہوتا ہے۔

نشی۔ پہلے اٹھ کر اچھی طرح بیٹھ جائیے۔

نشی نے سن کی طرف اشارہ کیا۔ برجیشیر نے کہا: ”میں اچھا بیٹھا ہوں“

نشی نے ساگر سے کہا: ”وتم ان کی مالک ہو۔ اچھی طرح جھٹاؤ۔“

تم جانتی ہو کہ ہم لوگ پرانی چیز کو ہاتھ نہیں لگاتے (ہنس کر کہا)

سوا سونے چاندی کے۔“

برج۔ تو کیا مجھ کو پتیل یا کانسہ سمجھ لیا۔

نشی۔ میں تو یہی سمجھتی ہوں۔ عورتوں کے لیے مرد برتن ہی ہیں۔ اگر

برتن نہ ہوں تو گھر بار کا کام نہیں چلتا۔ اس لیے ان کا ہونا ضرور

ہے مگر بہت حد جھوٹے ہو جاتے ہیں۔ ان کو مانجھنے۔ صاف

کرنے۔ اور اٹھا اٹھا کر رکھنے میں ہم لوگوں کی جان ہلکان ہوتی

ہے۔ بہن ساگر۔ تو اپنے لوٹے کٹورے آگاہ ہٹا کر رکھ۔ کیا معلوم

شاید جھوٹے ہوں۔

برج۔ خوب۔ اول تو پتیل کانسہ بنایا۔ اور ان میں بھی نوٹا کٹوا۔ میں

اس قابل بھی نہیں کہ کلسا یا گڑوا بنوں۔

نشی۔ میں تو بیشنوی ہوں۔ مجھے اور برتنوں سے واسطہ نہیں۔ صرف ایک تسلی سے غرض ہے۔ یہ ساگر سے پوچھئے کہ آپ کون برتن ہیں۔

ساگر۔ مجھے ٹھیک معلوم ہے۔ مرد لوگ برتنوں میں کلسے ہیں۔ انہر ہیشہ خالی۔ ہم لوگوں کو سراہیئے کہ پانی بھر کر ان کو بھرا پڑا رکھتے ہیں۔

نشی۔ تو سچ کہتی ہے۔ اسی لیے عورتیں اس کلسی کو گلے میں بانہ کر دینا کے سمندر میں ڈوب مرنی ہیں۔ خیر۔ بہن۔ یہ تیری کلسی ہے۔ تو ہی اٹھا کر گھڑو نچی پر رکھ۔

برج۔ کلسی خود ہی گھڑو نچی پر جاتی ہے۔
کہہ کر برجیشہ خود اٹھ کر بنا۔ پر جا بیٹھا۔ اس کے بیٹھتے ہی دو خوشہ رو۔ جوان۔ خوش پوشاک پتھر تین طلائی ڈنڈی کے جنور لے کر حاضر ہوئیں اور اس کے دو وزن جانب کھڑے ہو کر جنور جھلنے لگیں۔ اس وقت نشی نے ساگر سے کہا۔ جا۔ اپنے شوامی کے لیے اپنے ہاتھ سے تبا کو بھلا۔

ساگر فوراً اٹھی اور حقہ پر سے چلم اوتار کر لے گئی اور نہایت خوشبودار تبا کو بھلائی۔ برجیشہ نے کہا دو میں اس حقہ میں کیونکر بیون گا۔

نشی۔ کچھ ڈر نہیں۔ یہ حقہ بالکل نیا ہے۔ آج تک استعمال نہیں ہوا۔ ہم لوگ تبا کو نہیں پیتے۔

برج - تو پھر حقہ کس لیے رکھا۔
 نشی - دیوی رانی کے یہاں کس چیز کی کمی ہے۔
 برج - جب میں آیا تھا تب بھی چلم بھری ہوئی تھی اس وقت
 کون بیٹا تھا۔

نشی - کوئی نہیں۔ صرف نمائش کے لیے حقہ تیار تھا۔
 یہ حقہ اسی دن خریدا گیا تھا اور تم کو بھی اسی روز خریدا ہی تھا۔
 کیونکہ یہ خیال تھا کہ ساگر کا شوا می آجیے گا۔ برجشیر نے منال کو غور سے
 دیکھا۔ معلوم ہوا کہ استعمالی نہیں ہے۔ اس نے نہایت شوق سے حقہ پینا
 شروع کیا۔ اس وقت نشی نے ساگر سے کہا۔

دو تو کھڑی کھڑی کیا کرتی ہے۔ مردوے جہاں حقہ پینے لگے
 بھلا ان کو بیوی بچوں کی خبر رہتی ہے۔ جا۔ جا کر دو چار گلو ریاں تیار کر لیا
 مگر دیکھ اپنے ہی ہاتھ سے بنانا۔ اگر ہو سکے تو کچھ جادو کی پڑھی ہوئی
 چیزیں ڈال دینا۔

ساگر - میں نے خود گلو ریاں بنا رکھی ہیں۔ اگر مجھے جادو تو ناہی آتا تو ان
 دباڑوں کو کیوں پہنچتی۔

ساگر جا کے بہت سی نفیس بنی ہوئی گلو ریاں لے آئی۔ نشی نے کہا۔
 دو آج تو نے اپنے شوا می کو نہ معلوم کیا کیا باتیں سنائی ہیں۔ اچھا اب جا کر
 کچھ کھانے کے لیے آ۔

برجشیر کا منہ خشک ہو گیا۔ کہنے لگا۔ کیا مصیبت ہے۔ اتنی رات
 گئے کھانا۔ اس سے مجھے معاف کرو۔

کسی نے اس کی بات نہ سنی۔ ساگر نے فوراً ہی ایک مکر سے بین

جھاڑ و دی فرش صاف کر کے آسنبی بچھائی۔ چار پانچ چاندی کی تھالیوں
میں کھانے کی چیزیں سجائیں۔ سونے کے آنچورے میں ٹھنڈا خوشبودار
پانی رکھا۔ نشی تے برہیشیر سے کہا۔ ”جگہ ہو گئی چلیے۔ برہیشیر نے نشی کے
ہاتھ جوڑے اور کہا۔

”دو گھنٹی کر کے مجھے کھڑو ابلا یا۔ وہ تکلیف میں نے برداشت کر لی۔
مگر اتنی رات گئے کھانے کی تکلیف مجھ سے برداشت نہ ہو گی۔
برہیشیر بہت کچھ گڑ گڑ آیا۔ مگر کسی نے ایک نہ سنی۔ مجبوراً کچھ
کھانا پڑا۔ کھانے کے بعد۔ ساگر نے نشی سے کہا۔
”دو برہمن کو کھانا تو کھلا دیا۔ کچھ دیکھنا تو دیتا جانیے۔
نشی۔ دیکھنا خود رانی جی دین گی (برہیشیر سے) آئیے رانی جی سے
ملنے کا۔ آئیے۔“
یہ کہہ کر نشی اپنے ساتھ ساتھ برہیشیر کو ایک اور کمرے میں لے گئی۔

آٹھواں باب

نشی برہیشیر کو اپنے ساتھ دیوی کے کمرے میں لے گئی۔
وہ کمرہ بھی دربار کے کمرے کی طرح آراستہ پرآستہ۔ ہاں اس میں
ایک پلنگ زیادہ تھا۔ پلنگ کے شہرے پائے۔ چادر میں موٹی ٹیکے
ہوئے۔ مگر برہیشیر کی نگاہ اُن چیزوں کی طرف نہ تھی۔ شوق تو یہ تھا
کہ ایسی نامور اور دو گھنٹہ دیوی کو دیکھیں۔ دیکھا کہ کمرے میں ایک خالی

مختے پر ایک عورت کسی قدر گھونٹ نکالے ہوئے بیٹھی ہے۔ برہیشتر نے جو چلبلا پن نشی اور ساگر میں پایا تھا اُس کا اس میں کہیں نام و نشان بھی نہ پایا۔ یہ عورت سنجیدگی اور سکوت کی حالت میں سر جھکائے بیٹھی لگا ہین کیے ہوئے بیٹھی ہے۔ نشی اور ساگر اور خاص کر نشی کے زیور اور پوشاکیں نہایت ہی بیش بہا تھیں مگر اس عورت کی وضع بالکل سادی ہے۔

برہیشتر سے ملنے کے لیے دیوی نے پہلے تو اچھے اچھے زیور اور کپڑے پہنے تھے مگر جب ملنے کا وقت آیا تو اُس نے وہ چیزیں اتار ڈالیں اور بالکل سادہ وضع میں اُس کا انتظار کرنے لگی۔ دیوی پہلے نشی کے کہنے میں آگئی تھی۔ پھر کچھ سوچ سمجھ کر خود ہی پشیمان ہوئی۔ ”ہے ہے میں نے یہ کیا کیا۔ کیا میں اپنی امیری دکھلا کر اُن کو بھانسا چاہتی ہوں؟“ اسی لیے اُس کی وضع اس وقت بالکل سادی ہے۔

برہیشتر کو پہونچا کر نشی وہاں سے چلی گئی۔ برہیشتر کے پہونچنے ہی دیوی نے اُٹھ کر اُس کو پر نام کیا۔ برہیشتر کو سخت حیرت ہوئی کیونکہ اور کسی نے اُس کو پر نام نہ کیا تھا۔ دیوی برہیشتر کے سامنے کھڑی ہو گئی۔ برہیشتر نے دیکھا کہ واقعی دیوی کی مورت ہے۔ کیا ایسی صورت اور بھی کبھی نظر سے گزری ہے۔ ہاں۔ برہیشتر نے ایک مرتبہ ایسی ہی صورت دیکھی ہے۔ وہ صورت اور بھی زیادہ پیاری تھی۔ کیونکہ اس وقت اس دیوی کی کم سنی اور برہیشتر کی نئی جوانی تھی۔ ہاں۔ اگر یہ وہی ہوئی یہ چہرہ دیکھ کر برہیشتر کو وہ چہرہ یاد آگیا۔ مگر یہ چہرہ وہ چہرہ نہیں ہے۔ کیا بالکل مشابہ نہیں ہے۔ ہے کیون نہیں۔ کچھ کچھ مشابہت ہے۔ اسی وجہ

سے برجشیر متحیر ہو کر دیکھنے لگا۔ مگر ہاے اُس کو مرنے ہوئے تو عرصہ ہوا۔
پھر بھی بعض انسان ایک دوسرے سے اس قدر مشابہ ہوتے ہیں
کہ ایک کو دیکھ کر دوسرا یاد آ جاتا ہے۔ کیون برجشیر کیا یہ وہی
بات ہے؟

برج نے یہی خیال کیا۔ مگر مشابہت ہی کے خیال سے برجشیر
کے دل پر چوٹ لگی۔ آنکھوں میں آنسو آئے مگر ٹپکے نہیں۔ ایسا وجہ
سے دیوی کو اُن آنسوؤں کا حال نہ معلوم ہوا۔ مگر معلوم ہو جاتا تھا
کچھ اور یہی کیفیت پیدا ہو جاتی۔ کیونکہ دونوں بالوں میں بجلیاں
بھری ہوئی تھیں۔

پرنام کے بے نیچی نظریں کیے ہوئے دیوی کہنے لگی۔ دوا آج آپ کو
میں نے زبردستی یکڑوا بلایا اور بڑی تکلیف دی۔ یہ میں نے کیوں کیا۔
اُس کا حال آپ کو معلوم ہو چکا ہے۔ مہربانی کر کے میرا قصور
معاف کیجیے۔

برجشیر۔ آپ نے تو میری ہی بھلائی کے لیے یہ کام کیا۔

دیوی۔ آپ نے ہمارے یہاں منہ جھوٹا کر کے پانی پی لیا۔ اس سے
ہماری بڑی عزت ہو گئی آپ اعلیٰ درجہ کے برہمن ہیں۔ ہمارا فرض
ہے کہ ہم آپ کی عزت کریں۔ آپ ہمارے رشتہ دار بھی ہیں۔ میں
کچھ نادر کرتی ہوں اس کو قبول فرمائیے۔

برج۔ بیوی سے بڑھ کر اور کون نعمت ہو سکتی ہے۔ آپ نے وہی نعمت
مجھے بخشی ہے۔ اس سے بڑھ کر اور آپ کیا دے سکتی۔

برجشیر تم یہ کیا کہا۔ بیوی سے بڑھ کر اور نعمت نہیں۔ تو پھر تم نے

اور تمھارے باپ نے پرمیل کو کیوں نکال دیا تھا۔
 پلنگ سے پاس ایک چاندی کی کاسی رکھی ہوئی تھی۔ دیوی
 نے اُس کو وہاں سے کھسکا کر برجیش کے پاس رکھا اور کہا۔ وہ یہ
 آپ کو قبول کرنی ہوگی۔

برج۔ آپ کے بچے پر سونے چاندی کی اس قدر بہتات ہے کہ اگر
 میں اس کاسی کا لینا منظور نہ کروں گا تو ساگر مجھے جھکا کرے گی

مگر ایک بات ہے۔
 بات کیا ہے؟ دیوی سمجھ گئی۔ کہنے لگی۔
 ”میں قسم کھا کر کہتی ہوں کہ یہ چوری یا ڈکیتی کا مال نہیں ہے۔
 میرے پاس خود اپنی دولت ہے۔ اس کے قبول کرنے میں کوئی
 برج نہیں۔“

برجیش نے اس نذر کو قبول کیا غارتگری برہمن کا لڑکا۔ نذر لینے میں
 اس کو شرم نہ تھی۔ کاسی بھاری تھی۔ برجیش اس کو باسانی اٹھانہ سکا۔ کہنے لگا۔
 ”وہاں۔ یہ کیا۔ کیا یہ کاسی ٹھوس ہے۔“

دیوی۔ نہیں تو۔
 برج۔ تو اس میں اتنا بھرا ہوا کیا ہے۔
 یہ کہہ کر برجیش نے کاسی میں ہاتھ ڈالا۔ ہاتھ باہر نکالا تو دیکھا کہ
 اشرفیان ہیں وہ کاسی اشرفیوں سے بھری ہوئی تھی۔
 برج۔ ان اشرفیوں کو نکال کر کہاں رکھ دوں۔
 دیوی۔ نکالنے کی کیا ضرورت ہے۔ وہ بھی آپ کی تذرہ ہیں۔
 برج۔ کیا؟

دیوی - کیوں؟
 برج - کتنی اشرفیان ہیں؟
 دیوی - تینتیس سو اسی
 برج - اتنی اشرفیان تو پچاس ہزار روپیہ سے زیادہ کی ہوں۔ کیا
 ساگر نے روپے کے بارے میں آپ سے کچھ ذکر کیا تھا؟
 دیوی - ساگر کی زبانی مجھے معلوم ہوا کہ آپ کو پچاس ہزار روپے کی
 بہت ضرورت ہے۔

برج - تو وہی روپیہ آپ مجھے دے رہی ہیں۔
 دیوی - یہ روپیہ میرا نہیں ہے اور نہ مجھے اختیار ہے کہ میں اس کو
 بخش دوں۔ روپیہ دیوتا کا ہے۔ میں صرف امانت دار ہوں۔
 میں اپنے دیوتا کی طرف سے یہ روپیہ آپ کو قرض دیتی ہوں۔
 برج - اس میں شک نہیں کہ مجھے اتنے روپے کی بہت ضرورت اپڑی ہے۔
 اگر چوری ڈکیتی سے بھی میں اتنا روپیہ جمع کروں تو بھی شاید میں ملزم
 نہ قرار پاؤں کیونکہ اس روپیہ بغیر میرے باپ کی ذات نہ بچے گی۔
 میں اس روپیہ کو لے لوں گا۔ مگر اس کو کب ادا کرنا ہوگا۔

دیوی - دیوتا کا روپیہ ہے۔ اگر دیوتا کو مل جائے تو کافی ہے۔ جب آپ کو
 میرے مرنے کی خبر معلوم ہو تو یہ روپیہ ادا کرنا ایک اشرفی سو دینا پڑے گا۔
 کاموں میں خرچ کر دیجیے گا۔

برج - وہ خرچ تو میرا خرچ ہوگا۔ آپ کے قرضے کی ادائیگی نہ ہوگی۔
 یہ مجھے منظور نہیں ہے۔
 دیوی - تو جس طور پر آپ مناسب سمجھیں اس طور پر آپ ادا کر دیجیے گا۔

برج - روپیہ کا بندہ دست کر کے مین آپ کو ادا کر دوں گا۔
 دیوی - آپ کا کوئی آدمی میرے پاس نہ آئے گا نہ پہنچ سکے گا۔
 برج - مین خود روپیہ لے کر آؤں گا۔
 دیوی - آپ کہاں آئیں گے۔ میرا قیام ایک جگہ نہیں رہتا۔
 برج - جہاں آپ کہیں وہاں آؤں۔
 دیوی - آپ اگر ٹھیک ٹھیک دن مقرر کر دیں تو مین مقام بتا سکتی ہوں۔
 برج - ہاں پھر آگے آئیے کہ مین روپیہ کا انتظام کر لوں۔ مگر کچھ زیادہ
 وقت لینا اچھا ہے۔ بسا کہ مین روپیہ ادا ہو جائیگا۔
 دیوی - اچھا تو بسا کہ گئے اچالے پانچ مین نشئی کی شب کو آپ اسی گھاٹ
 پر روپیہ لے کر آجائے گا۔ اُس شب کو جس وقت تک چاند غروب نہ ہوگا۔
 مین یہاں آپ کا انتظار کر دوں گی۔ چاند غروب ہونے کے بعد پھر مجھے
 یہاں ملاقات نہ ہوگی۔
 برج - مین نے منظور کیا۔ دیوی نے خادماؤں کو حکم دیا کہ اُس کلسی کو لے جا کر
 کشتی پر رکھ دیں۔ وہ کلسی لیکر وہاں رکھ آئیں۔ برج بشیر بھی دیوی کو اٹیروا کہ
 کشتی پر جا رہا تھا کہ دیوی نے روک کر کہا۔
 وہ ایک بات اور باقی ہے۔ یہ روپیہ تو آپ کو قرض دیا ہے۔ نذرانہ
 کہاں دیا۔

برج - وہ کلسی نذرانے مین ہے۔
 دیوی - وہ نذرانہ آپ کے قابل نہیں۔
 خوش کہ کر دیوی نے اپنی انگلی سے ایک انگوٹھی نکالی۔ برج بشیر نے خوش
 خوش اُس کے لینے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ دیوی نے اس کے ہاتھ پر انگوٹھی نہ

رکھی۔ بلکہ برجیشیر کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھام لیا۔ وہ اپنے ہاتھ سے انگوٹھی
پنہائے گی۔

برجیشیر نہایت مستقل مزاج شخص تھا مگر اُس کے دل میں جنبش پیدا
ہو گئی بیرونی جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ مگر اندر رگون میں آبجیات سا
دوڑ گیا۔ مستقل مزاج برجیشیر کو اپنا ہاتھ پٹا لینے کی یاد نہ رہی۔ بعض موقعے
ایسے ہی ہوتے ہیں کہ انسان اپنا کام بھول جاتا ہے۔

جس وقت برجیشیر کے دل میں جنبش پیدا ہو گئی تھی اور دیوی اُسی انگلی
میں آہستہ آہستہ انگوٹھی پنہا رہی تھی اس وقت دو گرم گرم آنسو برجیشیر کے
ہاتھ پر پڑے۔ برجیشیر نے دیکھا کہ دیوی کے گالوں پر آنسو بہ رہے ہیں۔

برجیشیر تھا تو مستقل مزاج۔ مگر دل میں اس وقت کیسی تل چل چلی۔ پہلے
ایک مرتبہ جس چہرے کو دیکھا تھا وہ یاد آ گیا۔ غالباً اُس شب کو اُس چہرے
پر بھی یوں ہی آنسو بہے ہونگے۔ اور اُن آنسوؤں کا پوچھنا بھی یاد آ گیا
ہوگا۔ کیا یہ وہی ہے۔ کیا وہ یہی تھی۔ ان خیالات نے دل میں ایک تلاطم
پاکر دیا۔ برجیشیر کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ نہ معلوم کیوں سمجھ میں نہ آیا۔ مگر
اُس نے اپنا ہاتھ دیوی کے شانے پر رکھا۔ اور دوسرے ہاتھ سے اُسکا
منہ اوپر کو اٹھایا۔ غالباً اُس کو وہ چہرہ پر پھل کے چہرے کی طرح معلوم ہوا۔
اسی خود رفتگی کے عالم میں برجیشیر نے آنسوؤں سے بھیگے ہوئے گلاب
کی پنکھڑی سے سرخ سرخ ہونٹوں کا

کیون۔ برجیشیر۔ پھر وہی حرکت۔

اس وقت برجیشیر جھجکا کر پریشان ہوا۔ وہاں سے یہ کیا کیا۔ کیا
یہ پھل ہے۔ وہ تو دس برس ہوئے مگر۔۔۔ برجیشیر اسی پریشانی میں

وہاں سے تیز تیز قدم رکھتا ہوا چل دیا اور جا کر کشتی میں دم لیا۔
 ساگر کو بھی ساتھ نہ لے گیا۔ ساگر بھی یہ کہتی ہوئی کہ ”دیکڑو۔ دیکڑو۔
 قیدی بھاگتا ہے اس لیے مجھے پیچھے جا کر کشتی پر سوار ہونی۔ لماحون نے
 آن دون کو برہنہ کے بچے پر پہنچا دیا۔
 ادھر نشی نے آکر دیکھا کہ دیو بھی ایک تختے پر پڑی ہوئی رو رہی ہے
 نشی نے اٹھا کر بٹھلایا۔ آنسو پوچھے۔ جب سیکھ رہی تھی کہ کون ہوا تو کہنے لگی۔
 ”یہ کیا ہے بہن۔ تمہارا وہ بے لوث دھرم کیا ہوا۔ کیا یہی سنیاں
 ہے۔ بہن وہ بھگوان کے قول اس وقت بھول گئیں۔“
 دیوی نے کچھ جواب نہ دیا۔ نشی کہنے لگی۔ ”وہ سب کام عورتوں
 کے نہیں ہیں۔ اگر کسی عورت کو اس راستے پر چلنا ہو تو اسکو ہماری
 طرح ہونا چاہیے۔ ہمارے رولانے کے لیے کوئی برہنہ نہیں ہے۔
 ہمارا برہنہ اور ایسٹریکٹ ہی ہے۔“
 دیوی نے اپنے آنسو پوچھا۔ ”تم جہنم میں جاؤ۔“
 نشی۔ کیا سرج ہے۔ مگر تم بھی سنیاں چھوڑ کر گھر جاؤ۔
 دیوی۔ اگر گھر کی راہ بند نہ ہوتی تو میں اس راہ پر کبھی نہ آتی۔ اچھا
 اب کہہ دو کہ بھرا کھول دیں۔
 بھرے کے چار پال کھول دیئے گئے۔ بھرا چھوٹا اور چشم زدن میں
 وہاں سے غائب ہو گیا۔

نوان باب

برجیشیر اپنے بھرے مین آکر ساوت کے عالم مین بیٹھ گیا۔ ساگر
سے بات نہیں کرتا۔ دیکھا کہ دیوی کے بھرے کے پال کھلے اور وہ
وہاں سے غائب ہو گیا۔ اس وقت ساگر سے پوچھا۔

دو بھرا کہاں گیا؟
ساگر۔ اس کا حال دیوی کے سوا کسی کو معلوم نہیں وہ ایسی باتیں کئی
سے نہیں کہتیں۔

برج۔ دیوی کون ہے؟

ساگر۔ دیوی دیوی ہے۔

برج۔ تمھاری کون ہے؟

ساگر۔ بہن۔

برج۔ کیسی بہن؟

ساگر۔ دور کی۔

برجیشیر۔ پھر خاموش ہو گیا۔ ملاحت سے پکار کر پوچھا۔ دو تم لوگ بڑے
بھرے کے ساتھ جاسکتے ہو۔

ملاحت نے جواب دیا۔ وہ حضور یہ ہمارے امکان سے باہر ہے
وہ بھرا تو تارے کی طرح ٹوٹا ہے۔

برجیشیر پر پھر ساوت کا عالم طاری ہوا۔ ساگر کو نین آ گئی۔

صبح ہوئی۔ برجیشیر کا بھرا وہاں سے روانہ ہوا۔

سورج نکلے وقت ساگر برجیشیر کے پاس آکر بیٹھی۔ برجیشیر نے پوچھا
”کیا دیوی ڈکیتی کرتی ہے۔“

ساگر۔ تم کیا خیال کرتے ہو۔

برج۔ ڈکیتی کا سامان تو سب موجود تھا۔ اگر چاہے تو ڈکیتی کر سکتی ہے
پھر بھی یقین نہیں آتا کہ وہ ڈکیتی کرتی ہوگی۔

ساگر۔ کیوں یقین کیوں نہیں آتا۔

برج۔ یہ نہیں کہہ سکتا۔ بغیر ڈکیتی کے اتنی دولت کہاں سے پائی۔

ساگر۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ کسی دیوتا کی دعا سے اس کو اتنی دولت
مل گئی۔ بعض کہتے ہیں کہ کوئی دھنہ ہاتھ لگ گیا۔ بعض کا قول
ہے کہ دیوی کھپا بنا جانتی ہے۔

برج۔ دیوی کیا کہتی ہے۔
ساگر۔ دیوی کہتی ہے کہ اس کی ایک کوڑی بھی نہیں ہے۔ سب
دولت پرانی ہے۔

برج۔ تو کیا پرانی دولت لیکر اس قدر شعلہ بنائے ہیں۔ اور وہ شخص
کچھ نہیں کہتا۔

ساگر۔ دیوی تو کچھ امیری نہیں کرتی۔ موٹے چا دل کھاتی ہے۔ نہالی
زمین پر سوتی ہے۔ گاڑھا پہنتی ہے۔ کل تم نے جو سامان دیکھا
وہ صرف ہم لوگوں کی وجہ سے تھا۔ تمہارے ہاتھ میں یہ کیا ہے
ساگر نے برجیشیر کے ہاتھ میں نئی انگوٹھی دیکھی۔

برجیشیر نے جواب دیا۔ ”کل دیوی نے یہ انگوٹھی مجھے نرین دی تھی“
ساگر۔ دیکھو۔

برجیشیر نے انگوٹھی نکال کر ساگر کو دیدی۔ ساگر نے ہرا پھر کر اُسکو
بغور دیکھا۔ کہنے لگی۔ اس میں دیوی رانی کا نام لکھا ہے۔
سُج۔ کہاں۔

ساگر۔ اندر۔ فارسی میں۔
برج۔ (دُپھکر) این۔ ارے۔ یہ کیا۔ یہ تو میرا نام لکھا ہے۔ یہ انگوٹھی
تو میری ہے۔ ساگر تمہیں میرے سر کی قسم ہے جھوٹ نہ بولنا۔ بناؤ تو
دیوی کون ہے۔

ساگر۔ اگر تم پہچان نہ سکو تو میرا کیا قصور۔ میں نے تو دم بھر کے ہی
پہچان لیا تھا۔

برج۔ تو کون ہے۔ کون۔ دیوی کون ہے۔
ساگر۔ پھیل۔

برجیشیر کے منہ سے اور بات نہ نکلی۔ ساگر نے دیکھا کہ پہلے تو برجیشیر
کے روٹ گئے کھڑے ہو گئے۔ پھر خوشی کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ چہرے پر
روشنی آناکھین بن چک۔ بدن میں جستی نمودار ہوئی۔ مگر اُس کے بعد
ہی فوراً ساگر نے دیکھا کہ وہ روشنی دھیمی ہو گئی۔ معلوم ہوتا تھا کہ کسی گہرے
بادل نے آکر اس چمک دار چہرے کو گھیر لیا۔ برجیشیر نہ بولتا تھا۔ نہ اس کے
جسم میں حرکت تھی۔ اُس کے بعد وہ ساگر کی طرف دیکھتا رہا۔ دیکھتے
دیکھتے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ ساگر کی گود میں اپنا سر رکھ کر لیٹ گیا۔
ساگر نے پریشان ہو کر بہت کچھ پوچھا سمجھا مگر کسی بات کا جواب نہ ملا۔
ایک مرتبہ برجیشیر نے کہا۔ ”پر پھیل ڈاکو۔ ہا۔“

دسوان باب

برجشیر اور ساگر کو رخصت کر کے دیوی رانی - ہا - دیوی کہاں گئی -
وہ نفیس پوشاک - وہ ڈھاکے کی ساری - وہ جواہرات کیا ہوئے -
دیوی نے سب چھوڑ دیا - سب سے اپنی طبیعت کو ہٹالیا - صرف ایک
موٹی ساری پہنے ہوئے ہے اور ہاتھ میں ایک پتھر کی چوڑی ہے - بچہ
کے ایک کنارے تختے پر ایک ٹاٹ کا ٹکڑا بچھالیا اور اس پر دیوی لیٹ
رہی - معلوم نہیں کہ نیند آئی یا نہیں -

صبح کے وقت ایک مناسب مقام پر بچہ روکا گیا - دیوی اوتر کر
دریا میں نہائی - نہانے کے بعد وہی بھگی ساری پہنے رہی - پیشانی اور
سینہ پر گنگا کی بالوں لگائی - بھگے ہوئے بال خشک ہوئے کے لیے تھولے گئے
اُس وقت دیوی پر جبکہ راجہ بن معلوم ہوتا تھا وہ گزشتہ رات کی
بیش بہا پوشاک اور زیورات میں نظر نہ آیا تھا - اُن جواہرات میں دیوی رانی
معلوم ہوتی تھی - آج گنگا کی بالوں سے آراستہ ہو کر وہ دیوتا معلوم ہوتی ہے -
چونکہ بھارت ہے وہ مٹی چھوڑ کر ہیرا کیوں استعمال کرے -

اسی بھیس میں دیوی ایک عورت کو ساتھ لیے ہوئے دریا کے کنارے
کنارے چلی - کچھ دور جا کر جنگل کے اندر داخل ہوئی - ہم بات بات میں
جنگل کا ذکر کرتے ہیں - بات بات میں ڈکیتی کا بیان کرتے ہیں - ناظرین یہ
خیال نہ کریں کہ ہم متبالغہ کرتے ہیں یا جنگل اور ڈاکے کے ذکر میں بہت
لطف آتا ہے - جس زمانے کا قصہ ہم بیان کر رہے ہیں اُس زمانے

میں وہ حصہ ملک جنگل سے بھرا ہوا تھا۔ اب بھی جا بجا بہت سی گھنٹا اور خوشنک جنگل باقی ہے۔ بہت سا جنگل تو ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

اُس زمانے میں ڈکیتی کرنا تو کوئی بات ہی نہ تھی۔ ملک میں بارہ علی پھیلی ہوئی تھی۔ جن لوگوں کے ہاتھ پاؤں میں طاقت تھی وہ ڈکیتی کرتے تھے جو دہلے تلے خیف یا بوقوف ہوتے انھیں کاشمار بھلے مانسون میں ہوتا۔ ڈکیتی کرنا عیب میں داخل نہ تھا۔

دیوی جنگل میں گھسنے کے بعد بھی بہت دور تک چلی گئی۔ ایک درخت کے نیچے پہونچ کر ساتھ والی عورت سے کہا۔

”دیاو۔ تو یہیں بیٹھ۔ میں ابھی آتی ہوں۔ یہاں پر شیر یا بھڑیلے بہت کم ہیں۔ اگر ہوں بھی تو تیرے لیے خوف نہیں ہے۔ پرے پر لوگ سوجو دہیں۔“

یہ کہہ کر دیوی اور بھی گھنے اور دشوار گزار جنگل میں گھسی۔ اُس میں ایک تہ خانہ تھا۔ ایک پرانا دیران منہ نظر آتا تھا جس میں دن دوپہر اندھیرا رہتا تھا۔ وہاں پر ایک بیڑھی کے ذریعہ سے اُس تہ خانے میں جانے کی راہ تھی۔

اُس تہ خانے میں ایک چراغ ٹٹھا رہا تھا۔ ایک جانب مہادیو کی سورت اُس سورت کے سامنے بیٹھا ہوا ایک برہمن پوجا کر رہا تھا۔ دیوی نے مہادیو کو ڈنڈا دے کر اُس برہمن سے کسی قدر فاصلے پر بیٹھ گئی تھوڑی دیر میں اُس برہمن نے پوجا ختم کی اور دیوی سے باتیں کرنے لگا۔

برہمن - بیٹی - کل رات تم نے کیا کیا - کیا تم نے ڈکیتی کی -
 ویوی - آپ کیا خیال کرتے ہیں -
 برہمن - میں کچھ نہیں کہہ سکتا -

یہ برہمن کوئی اور نہیں ہے - وہی ہمارے جانے ہوئے بھوانی یا ٹھک
 ویوی - آپ کچھ نہیں کہہ سکتے - گو یا آپ مجھ سے واقف نہیں - آج
 دس برس سے اس ڈاکوؤں کے گروہ کے ساتھ ساتھ ہوں لوگ
 سمجھتے ہیں کہ جس قدر ڈکیتی ہوتی ہے سب میں ہی کرتی ہوں -
 مگر میں نے تو کبھی ایک دن بھی یہ کام نہیں کیا - اس کا حال پو
 بخوئی معلوم ہے آپ اس پر یہ فرماتے ہیں کہ وہ میں کچھ نہیں کہہ سکتا -
 بھوانی - خفا ہوئے کی بات نہیں ہے - ہم لوگ جس غرض سے ڈکیتی
 کرتے ہیں اس کو ہم خراب کام نہیں سمجھتے - اگر وہ خراب ہوتا تو میں
 ایک دن بھی اس کام کو نہ کرتا - تم بھی غالباً اس کام کو برا نہیں
 سمجھتین ورنہ دس برس

ویوی - اس معاملے میں میری رائے اب بدل گئی - اتنے دنوں تک
 میں آپ کی باتوں سے بھول میں رہی - اب بھول نہ ہوگی -
 اگر پرایا مال لے لینا خراب کام نہیں ہے تو اس سے بڑھکر اور
 گناہ کیا ہو سکتا ہے - میں اب آپ لوگوں سے کوئی واسطہ نہ رکھتی
 بھوانی - خوب - کیا ان باتوں کو بار بار سمجھانا پڑے گا - اگر اس ڈکیتی
 کے مال سے میں ایک کوڑی بھی لے لیتا تو ضرور گنہگار ہوتا - مگر تم کو
 تو معلوم ہے کہ ہم اور لوگوں کو دینے کے لیے ڈکیتی کرتے ہیں -
 جو ایسا نادر اور اچھے آدمی ہیں - جو دیا ننداری سے روپیہ کمانے ہیں

جن کی دولت لٹ جانے سے اُن کو کھانے پینے کی تکلیف ہو۔ ایسے لوگوں کا ایک پسہ بھی ہم لوگ نہیں چھوٹے۔ جو لوگ بے ایمان۔ اور دغا باز ہیں۔ جو ظلم یا فریب سے کسی کا مال لے لیتے ہیں ہم لوگ اُن کو لوٹتے ہیں۔ لوٹ کر وہ مال ہم لوگ نہیں لے لیتے بلکہ اُن لوگوں کو تلاش کر کے پھیر دیتے ہیں۔ جن سے اُن ظالموں نے چھینا تھا۔ تم کو تو یہ سب حال معلوم ہے۔ ملک میں کوئی راجہ نہیں۔ سیاست کیونکر ہو۔ جو باتا ہے دوسرے کا مال چھین لیتا ہے۔ ہم لوگوں نے تم کو رانی بنایا اور تمہارے نام سے ظالم کو سزا دیتے ہیں۔ مظلوم کو بچاتے ہیں اس میں کیا گناہ ہے۔

دیوی۔ آپ جس کو چاہیں گے اُمسی کو راجہ رانی بنالین گے۔ مجھے معاف کیجیے مجھ سے اب رانی کا کام نہیں ہو سکتا۔

بھوانی۔ راج کے کام کے لیے اور کوئی ایسا موزون نہیں اور نہ کسی اور کے پاس اتنی دولت ہے۔ تمہاری خیرات کی وجہ سے سب لوگ تمہارے فرمان بردار رہتے ہیں۔

دیوی۔ میں اپنی ساری دولت آپ کو دیتی ہوں۔ جس طور پر میں صرف کرتی ہوں اسی طرح آپ بھی صرف کریں گے۔ میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ میں اب جا کر کاشی میں رہوں گی۔

بھوانی۔ صرف دولت ہی کی وجہ سے سب لوگ تمہارے مطیع نہیں ہیں تم صورت میں رانی ہو۔ سیرت میں بھی رانی ہو۔ بہت لوگ تم کو اصل بگوتی سمجھتے ہیں۔ کیونکہ تم سنیا سنی ہو اور مان کی طرح اور لوگوں کے دکھ درد کا خیال رکھتی ہو۔ تم سچی مہر روی سے دل کھول کر خیر است

کرتی ہوا و حسن میں بھی دیوی ہو۔ انھیں باتوں سے ہم لوگ تھمارا نا۔
لیکر انتظام کرتے ہیں ورنہ ہم لوگوں کو کون مانتا۔
دیوی۔ تبھی تو لوگ کہتے ہیں کہ میں ڈکیتی کرتی ہوں۔ یہ کانگ کاٹیکا
مرنے سے بھی نہ مٹے گا۔

بھوانی۔ اس میں کانگ کا ہے۔ آجکل اس سرزمین پر کون ایسا ہے
جس کو ڈاکو کے نام سے شرم آتی ہے۔ یہ بھی نہ سہی۔ نیک کام میں
بدنامی اور نیک نامی کا خیال ہی کیا۔ اگر بدنامی کا خیال ہو تو وہ کام
بے لوث کیونکر ہوگا۔ کیا تم اپنی بدنامی بچانے کے لیے دوسرے کی
تکلیف کو گوارا کرو گی۔ ان باتوں میں خود فراموشی کہاں ہے۔

دیوی۔ میں آپ سے بحث میں جیت نہیں سکتی۔ آپ لائق نڈت ہیں۔
میری سمجھ میں جو کچھ آیا وہ میں نے عرض کر دیا۔ مجھ سے اب رانی کا کام
نہیں ہوتا۔ اور نہ یہ کام اچھا معلوم ہوتا ہے۔

بھوانی۔ اگر اچھا نہیں معلوم ہوتا تو کل رنگ راج کو ڈکیتی کے لیے کیوں
بھیجا تھا۔ کل کا حال مجھ سے پوشیدہ نہیں ہے۔

دیوی۔ اگر حال پوشیدہ نہیں ہے تو آپ کو یہ بھی معلوم ہو گا کہ کل رنگ راج
نے ڈکیتی نہیں کی۔ صرف ڈکیتی کا بہانہ تھا۔

بھوانی۔ کیوں مجھے اس کا حال نہیں معلوم۔
دیوی۔ ایک شخص کو پکڑ لایا تھا۔

بھوانی۔ کس شخص کو۔

دیوی کی زبان پر اس کے شوہر کا نام نہ آتا تھا۔ مگر اس موقع پر
بغیر نام لیے بھی نہ بنتی تھی۔ بھوانی اٹھک کو دھوکا دینا مشکل تھا۔ مجبوراً

دیوی نے جواب دیا۔

”اس کا نام برجیشور ہے۔“

بھوانی۔ میں اس کو جانتا ہوں۔ تم کو اس سے کیا کام تھا۔

دیوی اس کو کچھ دینا چاہتی تھی۔ ٹھیکہ دار نے اس کے باپ پر گرفتاری کا

پر وائہ جاری کر دیا تھا۔ کچھ دے کر برہمن کی ذات بچا دی۔

بھوانی۔ اچھا نہیں کیا۔ ہر بلجھہ راے بہت ہی خراب آدمی ہے۔ اس نے خواہ مخواہ

اپنی سیدھن کو بدنام کیا تھا۔ ایسے آدمی کی ذات اگر چلی جاتی تو

اچھا تھا۔

دیوی۔ سیدھن کو کیونکر بدنام کیا تھا۔

بھوانی۔ ہر بلجھہ کی بہو کا اور کوئی نہ تھا۔ صرف مان تھی۔ ہر بلجھہ نے مان

کو چارہ کی گھر بہو کو گھر سے نکال دیا۔ اسی رنج میں اس بہو کی مان مر گئی۔

دیوی۔ اور ہو۔

بھوانی۔ سنتا ہوں کہ وہ بھی فاتے کرتے کرتے مر گئی۔

دیوی۔ ہم لوگوں کو ان سب باتوں سے کیا غرض۔ ہم جس کو مصیبت

میں دیکھیں گے اسی کی بددکری لگے۔

بھوانی۔ اس میں ہرج نہیں۔ مگر آج کل بہت سے ایسے غریب بھلے مانس

ہیں جن کے پاس ٹھیکہ دار نے کوئی چیز باقی نہیں چھوڑی۔ اگر تھوڑا تھوڑا

بھی ان کو کچھ دے دیا جائے تو کھاپی کر ان کے بدن میں کی قدر طاقت

آجائے۔ بدن میں طاقت آئے ہی سے وہ لاٹھی کے زور سے اپنے

اپنے حقوق پھر واپس لے لین گے۔ کسی روز جلد دربار کر کے ان

بچاروں کی تکلیف رفع کر دو۔

دیوی۔ تو آپ مشترک کر دیجیے کہ اگلے سو سو وار کو اسی جگہ دربار ہوگا۔
 بھوانی۔ اب یہاں تمھارا قیام نہوگا۔ انگریزوں کو تمھارے اس مقام پر
 ہونے کا پتہ معلوم ہو گیا۔ پانچ سو سا ہی تمھاری تلاش میں ادھر روانہ
 ہوئے ہیں۔ اس لئے یہاں دربار کرنا مناسب نہیں۔ میں نے مشترک
 کر دیا ہے کہ بکینٹھ پور کے جنگل میں دربار ہوگا۔ اور سو سو وار کا دن بھی
 مشترک کر دیا ہے۔ سپاہیوں کی ہمت نہ بیٹگی کہ اس جنگل میں جا میں
 اگر ہمت کریں گے تو جان سے جا میں گئے۔ حسب خواہش روپیہ لیکر
 آج ہی تم اس جنگل کو روانہ ہو جاؤ۔

دیوی۔ اس مرتبہ جاتی ہوں۔ مگر اس میں شک ہے کہ میں آؤں۔ اس
 کام کو کروں گی یا نہیں۔ اب میرا جی اس سے ہٹ گیا ہے۔
 یہ کہہ کر دیوی وہاں سے رخصت ہوئی۔ جنگل سے باہر آکر پھر اپنے
 بچے پر سوار ہوئی۔ سوار ہو کر رنگ راج کو چپکے چپکے یہ ہدایت کی
 وہ اگلے سو سو وار کو بکینٹھ پور میں دربار ہوگا۔ پھر اسی وقت کھول دو۔ اور
 وہیں چلو۔ برق انارذون سے کہہ دو کہ دیوی گڑھ ہو کر جا میں۔ یہ کہتے ہی
 ستونوں پر تین چار بال نظر آئے۔ ان میں ہوا بھرنے لگی۔ کشتی بھی اسی
 بحر میں بانہ دی گئی۔ اس میں ساٹھ ملاح اپنے اپنے ہاتھوں میں ڈاٹھ لے
 چکے تھے۔ سب نے مل کر۔ ”ورانی جی کی جے“ کی صدا بلند کی اور بکرا
 وہاں سے تیر کی طرح چھوٹا۔ ادھر دریا کے کنارے کنارے بہت سے
 لوگ جا رہے تھے۔ صورت سے معلوم ہوتا تھا کہ مسافر ہیں۔ ہر اک
 کے ہاتھ میں ایک ایک لٹھی تھی۔ یہی لوگ دیوی کے برق انارذون تھے

گیارھواں باب

سوموار کے روز صبح کو سورج نکلنے وقت دیوی رانی کا دربار ہے
 بیکنٹھ پورکا گھنا جنگل۔ اُس میں کوئی تین سو بیگہ زمین صاف کی گئی۔ زمین
 صاف ہوئی مگر بڑے بڑے درخت نہیں کاٹے گئے اُن کے سایے میں
 لوگ کھڑے ہوں گے۔ اسی صاف کی ہوئی زمین پر کوئی دس ہزار آدمی
 جمع ہوئے۔ اُس مجمع کے وسط میں دربار کا مقام۔ ایک بڑا شامیانہ درخون
 کی شاخوں میں باندھ کر ٹانگا گیا۔ اُس کے نیچے ایک چھوٹا کھواب کا
 شامیانہ چاندی کی چوبون پر استادہ۔ اس میں موٹی کی جھالر۔

اس کے نیچے مندر کے تختوں کا چوکا۔ چوکے پر بہت موٹا قالین بچھا
 ہوا قالین پر ایک گنگا جمنی شگھاسن۔ شگھاسن پر مرصع کارستہ۔ اُس
 روز دیوی کی سجاوٹ بھی اعلیٰ درجے کی تھی۔ ریشمی خانہ دار ساری۔ ہر خانہ
 میں ایک ایک ہیرا نکا ہوا۔ سارا جسم جواہرات سے پر۔ صرف کسی کسی مقام
 پر جسم کی گوری گوری رنگت جھلکتی تھی۔ نگے میں موٹیوں کا اتنا بڑا ہار تھا
 کہ نیسے پر کوئی اور شے نظر نہ آتی تھی۔ سر پر جواہرات کا ٹکٹ۔ دونوں جانب
 چار خوش پوشاک جوان عورتیں چنور جھیل رہی ہیں۔ ادھر ادھر سلیقے سے چوبدار
 اور عصا بردار چاندی کی عصا میں لیے ہوئے مودب کھڑے ہیں۔ اور دیوی
 کے شگھاسن کے آس پاس کوئی پانچ سو برقی انداز صفت ہتہ موجود۔
 سب کی سرخ و رویان۔ لال پیڑیان۔ لال دھوتی۔ پاؤں میں منجھ جوتے
 ہاتھوں میں ڈھال اور برچھے۔ شامیانے کے چاروں جانب رخ پھر رہے

اوڑ رہے ہیں۔
دیوی کا سنگاسن پر بیٹھا تھا کہ دس ہزار آدمی ایک ساتھ پکار اٹھے
”دیوی رانی کی جے“ اس کے بعد دس لڑکے اچھی اچھی پوشاک میں پہنے
دیوی کے سامنے پیش ہوئے اور انھوں نے دیوی کی تعریف میں کچھ شلوک
نہایت خوش الحانی سے پڑھے۔

اس کے بعد ان دس ہزار آدمیوں کے مجمع سے ایک ایک شخص کو
رنگ راج نے پیش کرنا شروع کیا۔ ہر شخص رانی کے سامنے انکڑت بستہ
پر نام کرتا۔ بوڑھوں یا بچوں کو بھی پر نام کرنے میں تکلف نہ ہوتا تھا
کیونکہ ان کا عقیدہ تھا کہ دیوی میں بھگوانی کا اثر ہے۔ اور وہ مصیبت زدوں
کی مدد کے لئے آئی ہے۔ اسی وجہ سے کوئی شخص نہ اس کا پتہ انگریزوں
کو دیتا اور نہ اس کی گرفتاری میں معاون ہوتا تھا۔ جو شخص دیوی کے سامنے
پیش ہوتا تھا دیوی اس سے نہایت ہی ملائم اور شیریں الفاظ میں اس کا
حال دریافت کرتی اور جس کی جس طور کی ضرورتیں ہوتیں انھیں کے انداز
سے اس کو روپیہ دیتی۔

اسی طور پر صبح سے شام تک دیوی خیرات کرتی رہی۔ شام کے بعد ایک بہر
رات گزرتی۔ اس وقت خیرات ختم ہوئی۔ دیوی نے صبح سے ایک ٹھونٹ
پانی بھی نہ پیا تھا۔ دیوی کی دلچسپی اسی قسم کی تھی اور کسی قسم کی دلچسپی وہ نہ کرتی تھی۔
چند دنوں بعد رنگ پور کے گڈ لیز صاحب کو خبر ہوئی کہ بکینڈہ پور کے
جنگل میں دیوی رانی کا گروہ جمع ہوا ہے۔ یہ بھی خبر اڑی کہ بہت سے ڈاکو
اینا پناہ حاصل کر اپنے اپنے گھروں کو واپس جا رہے ہیں جو لوگ کہ
دیوی سے خیرات لیکر اپنے اپنے گھروں کو واپس آئے تھے وہ سب کے سب

سکر تھے۔ کہتے تھے کہ ”روپیہ کہاں ہے۔“ وجہ پتھی کہ اگر ٹھیکہ دار کو آن لوگوں کے روپیہ پانے کا حال معلوم ہو جاتا تو وہ سب روپیہ چھین لیتا۔ روپیہ یا کر لوگوں نے خرچ کرنا شروع کیا۔ ہر حال سب کو اس بات کا یقین ضرور تھا کہ دیوی کے ہاتھ کوئی بڑی رقم لگ گئی ہے۔

بارہوان باب

برجیشہ نے اپنے گھر پہنچ کر اپنے باپ کی قدسوسی کی۔ ہر بلجہ نے اور باتوں کے بعد پوچھا۔ ”دو اصل بات تو تھو۔ روپیہ کا کیا ہوا۔“ برجیشہ نے کہا۔ ”دوسرا میں روپیہ نہیں ملا۔“ یہ سنکر ہر بلجہ کا چہرہ فق ہو گیا کہنے لگا۔ ”دو تو روپیہ نہیں ملا۔“
برج۔ ”سرا میں تو نہیں ملا۔ مگر اور ایک جگہ سے مل گیا۔“
ہر بلجہ۔ ”تو مل گیا۔ ابھی تک کیوں نہ کہا۔“ ایشہ نے آبرورکھ لی۔
برج۔ ”میں اسی فکر میں ہوں کہ روپیہ جہان سے ملا ہے وہاں سے لینا مناسب ہے یا نہیں۔“

ہر۔ ”کس نے دیا ہے۔“
برجیشہ۔ ”بنام جھانگنے لگا سر کھلاتے کھلاتے کہا۔“
”دو اس کا نام یاد نہیں آتا۔ وہی تا۔ وہ عورت جو ڈکیتی کرتی ہے۔“
ہر۔ ”کون۔ دیوی رانی۔“
برج۔ ”ان وہی۔“

ہر۔ اس سے روپیہ ملا کیونکر۔

برج۔ اتفاق تھا کہ مل گیا۔

ہر۔ خراب آدمی کا روپیہ ہے۔ لکھا پڑھی کیا ہوئی۔

برج۔ لکھنے پڑھنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ مگر اندیشہ یہ ہے کہ جو شخص گناہ کا مال لیتا ہے وہ بھی گناہ کا شریک سمجھا جاتا ہے اسی وجہ سے میرا دل نہیں چاہتا کہ یہ روپیہ لیا جائے۔

حیرنے لگا کر کہا۔

روپیہ نہ لو گے تو کیا مجھے قید خانے بھیجاؤ گے۔ روپیہ قرض لیا ہے۔

قرض میں اس کی کیا فکر کہ گناہ کا روپیہ ہے یا بگینا ہی کا۔ اور بھلا

ثواب کا روپیہ کہاں ملے گا۔ ان جھگڑوں میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔

ہاں بڑے خوف کی بات تو یہ ہے کہ ڈاکو کا روپیہ۔ کچھ لکھا پڑھی بھی نہیں

ہوئی اگر وقت پر نہ پہنچا تو گھر بار لٹ جائے گا۔

برقیہ شیر نے کچھ جواب نہ دیا۔

ہر۔ قرضے کی میعاد کیا ہے۔

برج۔ آئندہ ہسپتال میں ادا جالے پاکھ کی ستمی کو چاند کے غروب ہونے تک۔

ہر۔ مگر وہ تو دیکھتی کرتی ہے۔ اُس کا پتہ نہیں ملتا۔ وہ ہوگی کہاں۔

جہاں روپیہ بھیجا جائے گا۔

برج۔ اُس روز شام کے بعد وہ موضع نہ رھان پور کے کال ساجی گھاٹ

پر بھرے میں آئے گی۔ روپیہ وہیں بھیج دینا ہوگا۔

ہر۔ بہتر۔ تو اُس روز اسی جگہ روپیہ بھیج دیا جائے گا۔

برقیہ شیر وہاں سے رخصت ہوا۔ ہر بلجہ نے اُس وقت دل ہی دل

میں سوچنا شروع کیا۔ بالآخر یہ طے کیا۔ ہاں تو اُس کو میں روپیہ واپس
دون گا۔ حرامزادی کو پکڑوا دیا ہو تو سہی۔ اگر بیساکھ کی سستی کو کپتان صاحب
اپنے سپاہی لے کر اُس کے بچے پر نہ پہنچ جائیں تو میرا نام
برہمچہ نہیں۔ پھر اُس کو مجھ سے روپیہ مانگنے کا موقع ہی نہ رہے گا۔
برہمچہ نے اُس کا رخصت کے ارادے کو اپنے ہی دل میں رکھا۔
برہمچہ کو کانوں کان اُس کی خبر نہ کی۔

اردھر ساگر نے برہم دیدی سے جا کر کہا کہ برہمچیرا ایک رانی
کے بچے پر گئے اور اُس سے بیاہ کیا۔ ساگر نے بہت کچھ منع کیا
مگر برہمچیر نے نہ مانا۔ وہ رانی چھوٹی ذات کی عورت ہے اور اُس کی
دو شادیاں پہلے ہو چکی ہیں۔ برہمچیر بیاہرم ہو گیا۔ اب ساگر اُس کا
جوٹھا نہ کھائے گی۔

برہم دیدی نے ان سب باتوں کا حال برہمچیر سے پوچھا۔
اُس نے جواب دیا۔ دو ہاں ساگر سچ تو کہتی ہے۔ مگر اس رانی کی
ذات وہی ہے جو میرے باپ کی خالہ کی ہے۔ اور ہاں شادیوں کا
معاملہ۔ میری بھی تین شادیاں ہوئیں اور اُس کی بھی یہ تیسری
شادی تھی۔

برہم دیدی تو سمجھ گئی کہ یہ بات جھوٹ ہے۔ مگر ساگر کا منشا یہ تھا
کہ ان باتوں کی خبر بین تارا کو ہو جائے۔ وہ منشا دم بھر میں پورا
ہو گیا۔ بین تارا اول تو ساگر کو دیکھ کر یوں ہی جل گئی تھی۔ اس پر
اُس خرنے اور آگ لگا دی کہ شوا می نے ایک بوڑھی عورت سے
شادی کی ہے۔ مین نار اگ بکولا ہو گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مین تارا کے

پاس بر جیشہ کا جانا محال ہو گیا۔ اور ساگر اس زمانہ میں خاص محل ہو گئی۔
 ساگر کا منشا تو پورا ہو گیا۔ مگر مین تارا نے ایک آفت برپا کر دی
 جا کر گنتی کے پاس فریاد کی۔ گنتی نے کہا۔
 ”بیٹی۔ تو تو پاگل ہو گئی ہے۔ بھلا برہمن کا لڑکا کسی چھوٹی ذات
 کی عورت سے شادی کرے گا۔ تجھے سب چھیڑتے ہیں اور تو بن جاتی
 ہے۔“

تب بھی مین تارا کا وہم دور نہ ہوا۔ کہنے لگی۔ ”اور جو سچ مج بیاہ
 کر ہی لیا ہو۔“ گنتی نے جواب دیا۔
 ”اگر سچ ہی ہوگا تو کیا کروں گی۔ گاہے باجے سے ہو کو گھر میں آنا ہی
 اپنے لڑکے کی پیوی چھوڑی تو بچا بیگی۔“

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ بر جیشہ وہاں پہنچا۔ مین تارا وہاں سے
 چلی دی۔ بر جیشہ نے مان سے پوچھا۔ ”وہاں۔ تم ابھی کیا کہتی تھیں؟“
 گنتی نے جواب دیا۔ ”وہاں یہ کہہ رہی تھی کہ اگر تم پھر شادی کرو تو میں
 پھر گاہے باجے سے ہو کو گھر میں آؤ تاروں۔“

بر جیشہ افسردہ خاطر ہو کر وہاں سے چلا گیا۔
 شام کو جب کرتا کھانا کھانے کے لیے گھر میں آئے تو گنتی نے
 پکھا جھلکتے وقت ان سے یہ باتیں بیان کیں۔ کرتا نے پوچھا
 ”دھندھاری کیا خوشی ہے۔“

گنتی۔ بات یہ ہے کہ ساگر ہو گھر میں ٹپک کر رہتی نہیں۔ اور مین تارا
 میرے لڑکے کے قابل نہیں۔ اگر کسی اچھی جگہ برج اور شادی

کرتے تو میں بڑی خوش ہوں۔
 کرتا۔ برج کا منشا بھی دریافت کرنا۔ اگر اُس کی خوشی ہوگی تو میں کہیں
 اچھی جگہ اُس کا بیاہ ٹھیک کر یوں گا۔
 گئی۔ بہتر ہے۔ میں دریافت کر دوں گی۔
 برجیشور کا منشا دریافت کرنے کا کام بر محمد ویدی کے سپرد ہوا۔
 انھوں نے بہت سے شادیوں کے قصے برج کو سنائے اور بہت کچھ
 لالچ دکھایا مگر برج کا منشا اور شادی کے لیے نہ پایا گیا۔ بالآخر بر محمد ویدی
 نے صاف صاف برجیشور سے یہ چھا۔ اُس نے جواب دیا۔
 وہ باب مان جو حکم دین گئے میں اُس کی تعمیل کر دوں گا۔ پھر
 اس بات کا ذکر نہ چھڑا۔



بیاکھ کے ادجائے پاکھ کی سستی قریب آگئی مگر دیوی رانی کے
 قرضہ ادا ہونے کا کچھ انتظام نہ ہوا۔ اگر ہر لمبھہ چاہتا تو باسانی اہم بقار
 روپے کا انتظام کر لیتا مگر اس نے ذرا بھی فکر نہ کی۔ ایں کو بے فکر
 دیکھ کر بر جیشیر نے دو چار مرتبہ قرضے کا ذکر چھیڑا مگر ہر لمبھہ نے شفی کر دی
 کہ انتظام ہو جائے گا۔ جب سستی کو تین چار روز باقی رہ گئے بر جیشیر نے
 اپنے والد سے روپے کے لیے تقاضہ کرنا شروع کیا۔ ہر لمبھہ نے کہا
 وہ گھبرائے کیون جاتے ہو میں روپیہ کی فکر میں جاتا ہوں۔ سستی سے
 ایک روز قبل آجاؤں گا۔ ہر لمبھہ دو چار نوکروں کو ساتھ لیکر گھر سے
 روانہ ہوا۔
 ہر لمبھہ روپیہ کی فکر میں ضرور گیا۔ مگر وہ فکر ایک اور قسم کی تھی۔ وہ گھر

سے سیدھا رنگ پور گیا۔ وہاں جا کر کلکٹر صاحب سے ملاقات کی اور یہ کہا کہ وہ میرے ساتھ سپاہی کر دیجئے مین دیوی رانی کو پکڑو اور دن گا۔ اگر وہ پکڑ لی جائے تو مجھے کیا انعام ملے گا۔

یہ منکر صاحب بہادر بہت خوش ہوئے۔ انکو معلوم تھا کہ دیوی رانی ڈاکوؤں کی سردار ہے۔ اگر وہ پکڑ لی گئی تو اس کے ساتھیوں کی گرفتاری آسان ہو جائے گی۔ انھوں نے دیوی رانی کی گرفتاری کے لئے کئی مرتبہ فکر میں کہیں مگر کبھی کامیابی نہ حاصل ہوئی۔ صاحب نے انعام دینے کا وعدہ کیا۔ ہر بلجہ نے کہا۔

وہ میرے ساتھ پانچو سپاہی بھی ادیکجے۔ صاحب نے سپاہیوں کے جانے کے لئے حکم دیا۔ لفٹ برتن کی تخت مین وہ سب سپاہی ہر بلجہ کے ساتھ روانہ ہوئے۔

ہر بلجہ نے برہمچری نہ بانی سنا تھا کہ دیوی کس گھاٹ پر ملے گی۔ یہ بھی ممکن تھا کہ وہ اپنے بھرے ہی پر سوار رہے گھاٹ پر نہ اترے۔ اسی غرض سے لفٹ برتن نے اپنے ساتھ پانچ کشتیان لے لی۔ وہ کشتیان ہرے کو گھیر لینے کے لئے تھیں۔ علاوہ اس کے لفٹ نے بہت سے سپاہیوں کو پوشیدہ طور پر دریا کے کنارے کنارے جنگل جنگل روئے کیا۔ منتظا یہ تھا کہ اگر بھرے سے بھاگ کر دیوی خشکی کی راہ سے نکل جانا چاہیگی تو وہ سپاہی اس کو گھیر لیں گے۔ اس گھاٹ سے کوئی دو کوس کے فاصلے پر جہان دریا کا ایک بہت کم تھا کچھ سپاہی لفٹ نے تعینات کروئے کہ اگر کشتیوں کو دیکھ کر بھاگ جانا چاہے تو اس مقام پر وہ سپاہی اسکو پکڑ لیں غرض کہ دیوی کی گرفتاری کے لیے پورا انتظام کیا گیا۔

حکام کے نزدیک دیوی سنیاسنی کے پکڑنے کے لئے اس قدر مستقام
 کی ضرورت بھی تھی نہ دیوی سنیاسنی ہوا کوئی ہو مگر حکام کو معلوم تھا کہ نزار
 آدمی اس کے حکم کے تابع ہیں۔ انھیں آدمیوں کو دو برق انداز کہتے تھے
 کئی مرتبہ ان برق اندازوں کی لالٹھیوں کے سامنے کپنی کے مسلح سپاہیوں کو
 بھاگنا پڑا تھا۔ ہاے لالٹھی۔ اب تیرا زمانہ نہیں رہا۔ مانتا کہ تو ایک ذلیل
 بانس کے خاندان کی ہے مگر سہر مند کے ہاتھ میں پڑ کر وہ کون سا کام ہے
 جو تو نہیں کر سکتی۔ نہ معلوم تو نے کتنی تلواروں کے دو دو ٹکڑے کر ڈالے اور
 کتنی ڈھالوں کے پرچے اوڑھ ڈالے۔ تیری ضرب سے نہ معلوم کتنے سپاہیوں
 کے ہاتھوں سے بند و قین اور سنگین گر گر پڑیں اور وہ سپاہی ٹوٹے ہوئے
 ہاتھ لیکر بھاگ کھڑے ہوئے۔ لالٹھی۔ تو ہندوستانیوں کی عزت و ابروی
 محافظ تھی۔ اُن کے جان و مال کی بچانے والی تھی۔ تیرے خوف سے
 دشمنوں کے دل دھلتے تھے۔ ڈاکوؤں کے جو اس چھوٹ جاتے تھے تو
 اس زمانے میں قانون تعزیرات ہند کا کام دیتی تھی۔ تو اسی قانون کی طرح
 ہر معاشرہ کو کچھ سزا دیتی تھی۔ اور نیک معاشرہ کو کچھ۔ اسی قانون کی طرح
 راما کے قصور پر سزا کا سر توڑتی تھی۔ ہاں بہ نسبت اس قانون کے مجھ میں
 اس قدر فضیلت تھی کہ تیرے حکم کی اپیل نہ تھی۔ ہاے۔ تیری اب
 وہ قدر و منزلت جاتی رہی۔ قانون تعزیرات ہند نے مجھے نکال دیا اور
 خود تیری جگہ غصب کر لی۔ لالٹھی۔ اب تو لالٹھی نہیں رہی۔ بانس کا ایک
 ٹکڑا ہو گئی اب تو چھری ہو کر اُن بالوں کو گون کے ہاتھ کی زبیاں ہیں جو
 کتے کی سے خوف کھاتے ہیں۔ لیکن ادھر کتا بھونکا اور ادھر تو آنے چلنے چلے
 ملائم ہاتھوں سے پھسل پڑی۔ اب تیرے اوصاف باقی نہیں رہے سنا جاتا

ہے کہ اُس زمانے میں تو ایک بہت اچھی دوا کا کام دیتی تھی۔ چرانے
لوگوں کا منقولہ تھا کہ دوا جابل کی دوا لاشی تھی۔ اس زمانے میں جابل کی دوا ہے
وہ بھیجا۔ بٹا۔ اس پر بھی مرض دفع نہیں ہوتا۔ تیرے خاندان کے
بہت سے لوگوں کے اوصاف اس دنیا میں مشہور ہیں۔ بانس۔ بلی۔
ڈھڑا۔ چھڑی۔ کھوٹا۔ کھونٹی سے لیکر سری کرشن کی بانسلی تک کے
اوصاف معلوم ہیں۔ مگر ہاے لاشی مجھے کوئی نہیں پاتا۔ تو اب نہیں
رہی۔ تیرا خاتمہ ہو گیا۔ بہن امید ہے کہ تجھے بہشت میں جگہ ملے باغِ جنت
کے درختوں کی شاخیں چھو لوں گے پوچھ سے چھکی پڑتی ہیں تو ان میں
تھکی کا کام کرتی ہے۔ دیوتاؤں کی لڑکیاں نیکو لگی بنا کر تیرے ذریعہ سے
دھرم۔ کرم اور نجات کے بیوے ان سدا بہار درختوں سے توڑتی ہیں۔
کہیں ایک آدھ پھل زمین پر بھی آگرتا۔

دوسرا باب

جس کے لاشی والوں کے خوف سے اس قدر پامپیوں کا مجمع ہوا ہے
اُس کے پاس ایک لاشی بھی نہ تھی۔ ایک لاشی والا بھی پاس نہ تھا۔
جس گھاٹ پر پہلے بچرا اٹھیرا تھا وہیں پھر بچرا۔ شام قریب قریب ختم ہو گئی
وہ بچرا اسی طرح سجا ہوا تھا۔ مگر بچیرین اسی طریقے پر نہ تھیں۔ وہ لاشی
اپنی جگہ پر نہیں ہے اس کشتی پر جو پچاس لاشی والے تھے وہ بھی نہیں
بہرے پر بھی ایک مرد نہیں۔ نہ کوئی پیاری ہے نہ ملاح نہ رنگ راج۔

ہاں بجرے کے متحول کھڑے ہوئے ہیں۔ چار پال لپٹے ہوئے ہیں۔ بجرے کا
لنگر بھی نہیں ڈالا گیا۔ صرف وہ رشیوں کے سہارے بجا گئے ہیں۔ ایک
کھونٹے سے بندھا ہوا ہے۔

دیوی کے جسم پر بھی زرق برق پوشاک اور بیش بہا جواہرات نہیں
ہیں۔ ہاں ایک اور قسم کی رونق پائی جاتی ہے۔ پیشانی۔ گلے۔ بازو
اور سینے پر خوشبو دار حنا لگائی ہوئی۔ جوڑے میں پھولوں کا ہار لٹایا ہوا۔
ہاتھوں میں پھولوں کے گجرے۔ اور کوئی زیور نہیں۔ پوشاک میں
صرف موٹی دھونی۔

آج دیوی چھت پر تنہا نہیں ہے۔ دو عورتیں بھی اس کے پاس
ہیں۔ ایک نشی دوسری دیوی۔ آپس میں کچھ باتیں ہو رہی تھیں۔ دیوی اکہر پتی بھی
ناظرین کو خیال رہے کہ دیوی اڑھی لکھی نہیں ہے۔ وہ کہہ رہی تھی۔
وہاں تو کیا پریشہ دکھلائی پڑتا ہے۔

پریشہ نے جواب دیا۔ وہ نہیں۔ یوں کوئی آنکھ سے دیکھ نہیں سکتی
میں یہ کہہ رہی تھی کہ پریشہ کو ہم معلوم کر سکتے ہیں۔ محسوس کرنے کے چھوڑتے
ہیں۔ تم جس قسم سے معلوم کرنے کو کہہ رہی تھیں وہ قوت باصرہ ہے۔
آنکھ سے دیکھنا۔ تم میرے گلے کی آواز سنتی ہو۔ یہ قوت سامعہ ہے۔ یعنی
کان کے ذریعہ سے میری آواز تم کو محسوس ہوتی ہے۔ میرے ہاتھ میں گجرا ہے
اُس کی خوشبو تمھاری ناک میں پہنچتی ہے یا نہیں؟

دیوی ا۔ ہاں پہنچتی ہے۔
دیوی۔ یہ خوشبو تمھاری ناک کے ذریعے سے محسوس ہوتی ہے۔ یہ قوت شامہ
ہے۔ اگر میں اپنے ہاتھ سے تمھارے ایک تپڑ لگاؤں تو تم کو میرا ہاتھ

محسوس ہوگا۔ یہ قوت لامسہ ہے۔ اگر نشی تمھارا بھیجا کھائے تو اسکو ذائقہ محسوس ہوگا۔

دیوہا۔ بڑی اچھی چیز اس کو محسوس کی۔ مگر پریش کو نہ دیکھ سکتے ہیں۔ نہ سن سکتے ہیں۔ نہ سوچ سکتے ہیں۔ نہ چھو سکتے ہیں۔ نہ چکھ سکتے ہیں۔ تو پھر پریش کو نہ محسوس ہو۔

نشی۔ یہ تو پانچ قسم کی قوتیں ہوتی ہیں۔ ان کے علاوہ ایک چھٹی قسم ہے جسکو قوتِ مدد کہتے ہیں۔

دیوہا۔ کیا دانست کی طاقت۔
نشی۔ درہو پوگی۔ جی میں آتا ہے کہ ایسا تھپڑ لگاؤں کہ تیرا دماغ بل جائے۔ دیوی۔ (ہنستی ہوتی) جو اس جسم کا بادشاہ دماغ ہے۔ قوتِ مدد کہ اسی دماغ سے متعلق ہے۔ اسی قوت کے ذریعے سے پریش محسوس ہوتا ہے۔
دیوہا۔ یہ اپنا مدد کہ اؤر کہ رہنے دو۔ میں نے تو اپنے دماغ میں بھی کبھی پریش کو نہیں دیکھا۔

پریش۔ پھر دھی دیکھنے کی بات۔ دیکھنے کے لئے صرف آنکھ ہے۔ اور کوئی قوت دیکھنے کے لئے نہیں ہے۔ عقل کو آنکھ سے نہیں دیکھ سکتے۔ عقل کے ذریعے سے پریش محسوس ہوتا ہے۔ آنکھ سے دکھائی نہیں پڑتا۔
دیوہا۔ کہاں۔ مجھے تو دماغ میں بھی پریش معلوم نہیں ہوتا۔

پریش۔ معذرتاً انسان کو ہر شے عقل کے ذریعے سے محسوس نہیں ہوتی ہے۔ اس کی مدد کی ضرورت ہے۔

دیوہا۔ محسوس ہونے کے لئے مدد کی کیا ضرورت۔ دیکھو میں ندی۔ پانی۔ پیڑ۔ تارے۔ سب کو بغیر مدد کے دیکھ سکتی ہوں۔

پر پھل - سب چیزیں دیکھ سکتیں - اس کی ایک مثال دوں گی - یہ تو تم کو معلوم ہے کہ آج انگریزوں کے سپاہی ہم کو پکڑنے آئے ہیں - دیوانے ٹھنڈی سانس لیکر کہا - "وہ یہ تو معلوم ہے" -

پر پھل - سپاہیوں کو تم نے دیکھا - دیوا - نہ - مگر جب وہ آئیں گے تو ان کو دیکھ لوں گی - پر پھل - میں کہتی ہوں کہ وہ آگئے ہیں - تم بغیر روانہ نہ کرو دیکھ نہیں سکتیں یہ لو اس کی مدد سے دیکھو -

یہ کہہ کر پر پھل نے دیوا کے ہاتھ میں دو رہیں دیدی - اور اس کو ایک طرف دیکھنے کے لیے سمجھا دیا - دیوانے دیکھا -

دیوی نے پوچھا - "کہو - کیا دکھلائی پڑتا ہے" - دیوا - ایک کشتی - اس میں بہت سے لوگ ہیں -

دیوی - اس میں سپاہی ہیں - اور دوسری کشتی دیکھو -

اسی طور پر دیوی نے دیوا کو مختلف مقامات پر پانچ کشتیاں دکھائیں - کشتی نے بھی دیکھا - کشتی نے پوچھا - "دکشتیاں کنارے لگی ہیں - یہ لوگ تو ہم کو پکڑنے آئے ہیں - ہمارے قریب کیوں نہیں آتے - دور دور کشتیاں کیوں روک لیں" -

دیوی - معلوم ہوتا ہے کہ جو سپاہی خشکی کی راہ سے آئے والے تھے وہ ابھی تک یہاں نہیں پہنچے - کشتیوں والے سپاہی انھیں کا انتظار کر رہے ہیں - ان کو یہ امداد دینا ہے کہ اگر وہ اس وقت ہم کو گھیریں گے تو ہم لوگ خشکی کی راہ سے بھاگ جائیں گے - دیوا - ہم لوگوں نے تو ان کو دیکھ لیا اس وقت اگر چاہے تو ہم لوگ بھاگ سکتے ہیں -

دیووی۔ انا کو یہ نہیں معلوم ہے کہ پیارے پاس دور میں ہے۔

نشئی۔ بہن۔ اگر تمھاری جان سلامت ہے تو ایک نہ ایک دن شوامی سے

ملاقات ہو جائے گی۔ آج چلو۔ ہم لوگ فحش کی راہ سے بھاگ چلیں۔

دیووی۔ اگر اپنی جان ہی کی جھگو فکر ہوتی تو یہ سب جان بوجھ کر میں

بہان کینڈن آتی۔ اگر آئی بھی تھی تو اپنے آدمیوں کو کیوں رخصت کر دیتی

اپنے ہزار برق انماڑوں کو دوسری جگہ کینڈن بھیج دیتی۔

دیووی۔ اگر مجھے پہلے سے معلوم ہوتا تو میں کبھی تم کو ایسا کام نہ کرنے دیتی۔

دیووی۔ تم کیا کر سکتی تھیں۔ میں نے جوار ادا کر لیا ہے اس کو پورا کرونگی

میں آج اپنے شوامی کے درشن کروں گی۔ ان کی اجازت سے

یہ دعا مانگوں گی کہ آئندہ جنم میں وہی میرے شوامی ہوں۔ اُسکے بعد

اپنی جان دوں گی۔ دیو اور نشئی۔ تم دونوں میری بات مان لینا۔

جس وقت میرے شوامی واپس جائیں تم بھی انھیں کی کشتی پہ چلی جانا۔

نہیں تنہا گرفتار ہو جاؤں گی اور تنہا پھانسی پر چڑھوں گی اسی لئے

میں نے ہجرے سے سب کو رخصت کر دیا۔ تم نے اُس وقت جانا

منظور نہ کیا۔ لیکن اب میں تم دونوں سے منت کرتی ہوں کہ میرے

شوامی کی کشتی پر چلی جانا۔

نشئی۔ جب تک جان میں جان ہے تمھارا ساتھ نہ چھوڑوں گی۔ اگر مرنا ہے

تو دونوں ایک ساتھ مر جائے۔

پرپھل۔ اچھا اس وقت ان باتوں کو رہنے دو۔ جو میں کہہ رہی تھی اُسکو

ختم کروں۔ جو چیز آنکھ سے نظر نہ آتی تھی وہ دور میں کی مدد سے

نظر پڑی اسی طور پر ہمیشہ کو عقل سے محسوس کرنے کیلئے بھی دور میں چاہیے

دیوا۔ عقل کی دور بین کیا ہے۔
 پر پھیل۔ جوگ۔ تین قسم کے جوگ ہیں۔ گیان جوگ۔ کرم جوگ۔ بھگت جوگ
 اور ہنشی دور بین اٹھا کر دیکھنے لگی تھی۔ دیکھتے دیکھتے کہنے لگی کہ
 ”یہ تو کچھ اور گڑ بڑ معلوم ہوتا ہے۔ ایک پنسوئی آرہی ہے کیا کوئی
 انگریز آرہا ہے۔“
 پر پھیل نے ہنشی کے ہاتھ سے دور بین لیکر دیکھا۔ کہنے لگی۔ ”یہ تو ٹھیک
 ہوا۔ وہ آرہے ہیں۔ تم دونوں نیچے جاؤ۔“
 ہنشی اور دیوا اچھٹ سے اتر کر نیچے کمرے میں چلی گئیں۔ پنسوئی آکر بھرے
 کے پاس ٹھہری۔ بر جیشیر اتر کر بھرے پر آگیا اور ملاحت کو حکم دیا کہ پنسوئی کو
 کسی قدر فاصلے پر۔ پنسوئی کسی قدر فاصلہ پر روک لی گئی۔
 جس وقت بر جیشیر قریب پہنچا پر پھیل کھڑی ہو گئی۔ اور سر جھکا کر
 اپنے شواہی کے قدم چھوئے۔ پھر دونوں بیٹھ گئے۔ بر جیشیر نے کہا۔ ”آج
 روپیہ نہ مل سکا۔ امیر ہے کہ دو چار دن میں مل جائے۔ دو چار دن کے بعد
 تم سے کب اور کھان ملاقات ہوگی۔“
 واہ۔ بر جیشیر۔ واہ۔ دس برس کے بعد پر پھیل سے یہ باتیں۔
 پر پھیل نے جواب دیا۔ ”اب پھر مجھ سے ملاقات نہ ہوگی۔“ یہ کہتے
 ہی پر پھیل کی آواز بھاری ہو گئی۔ آنکھوں میں آنسو چھلک آئے۔ آنسو پھیل
 کہنے لگی۔ ”مجھ سے پھر ملاقات نہ ہوگی مگر میرا قرضہ ادا ہو سکتا ہے۔
 جب موقع ہو تو وہ روپیہ غریبوں محتاجوں کو تقسیم کر دیجئے گا مجھے
 پہنچ جائے گا۔“
 بر جیشیر نے پر پھیل کا ہاتھ تھام کر کہا۔ ”پر پھیل۔ تمہارا روپیہ۔“

بات ختم نہ ہونے پائی۔ منہ کی بات منہ ہی میں رہ گئی۔ جیسے ہی برجیش نے پریچل کو کہہ کر ہاتھ تھامنا دیکھا وہ پریچل کا دس برس کا بندھا ہوا ہاتھ ٹوٹ گیا۔ آنسوؤں کے وہاڑے بہنے لگے۔ برجیش کی روئے دالی بات اُسی وہاڑے میں بہہ گئی۔ دیوی رانی بچوں کی طرح رو رہی تھی۔ برجیش اُس وقت بڑی مشکل میں پڑ گیا۔ اُس کے دل ہی دل میں یہ خیال تھا کہ یہ پائی عورت ڈکیتی کرتی ہے۔ اس کے لئے ایک آنسو بھی نہ گرانا چاہیے مگر آنسو کسی قاعدے کے پابند نہیں رہتے وہ خواہ مخواہ آکر برجیش کی آنکھوں میں بھر گئے۔ برجیش نے خیال کیا کہ اگر ہاتھ اٹھا کر آنسو پونچھ ڈالے تو پریچل کو معلوم ہو جائے گا۔ اسی خیال میں اُس نے اپنے آنسو نہ پونچھے نتیجہ یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ آنکھوں سے آنسو پھوٹ پئے۔ گالوں سے ہونے ہوئے پریچل کے ہاتھ پر آکر گرے۔

برجیش یہ سوچ کر اٹھا کہ پریچل کو ڈکیتی کرنے کے لئے بہت کچھ سخت و سست باتیں کہے گا۔ اور اس کے بعد اُس سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہوگا۔ مگر رورو کر جس کا ہاتھ جھکا دیا اُس سے سخت باتیں کہنا آسان نہ تھا۔

اب برجیش نے اپنے آنسو پونچھے اور کہنے لگا۔
 ”دیکھو پریچل۔ تمہارا روپیہ میرا روپیہ ہے۔ اس کے مباح کرنے کے لئے میں پریشان نہیں ہوں۔ مگر ہاں اور پریشانیاں ہیں۔ آج دس برس ہوئے مگر بھاری یاد میرے دل سے کبھی نہ گئی۔ میری اور دو بیویاں ہیں۔ مگر ان دس برسوں میں ان کو میں نے کبھی اپنی بیوی نہ سمجھا۔ تمہیں کو اپنی بیوی سمجھا رہا۔ میں نے سنا تھا کہ تم نہیں ہو۔ مگر میرے دل میں تم موجود تھیں

نتھارے سو اگسی اور کی جگہ میرے دل میں نہ تھی۔ میں نے ارادہ کیا تھا کہ تم سے نہ کہوں گا۔ مگر خیر۔ کہنے میں ہرج بھی نہیں جب میں نے نتھارے مرنے کی خبر پائی تھی تو یہ قصد کر لیا تھا کہ میں بھی اپنی جان دید وں گا۔ اب یہ خیال ہوتا ہے کہ اگر مر جاتا تو اچھا ہوتا۔ تم مر جاتین تو اچھا تھا۔ اگر تم نہ بھی مری تھین تو بھی میرا مر جانا اچھا تھا۔ جو باتیں سنتا ہوں وہ سننے میں نہ آتیں۔ آج دس برس کے بعد کھویا ہوا مال پایا تھا۔ مجھ سے بڑھ کر کون خوش ہوتا مگر افسوس کہ تم کو دیکھ کر مجھے دلی صدمہ ہو چکا۔ ہائے۔

جس پر پھیل کو سونے کی سورت کی طرح دل میں رکھا تھا۔ ہائے۔ اسی پر پھیل کے یہ طریقے۔“
پر پھیل۔ کیا۔ میں ڈکیتی کرتی ہوں۔
برج۔ کیوں۔ کیا ڈکیتی نہیں کرتی ہو۔

اس سوال کے جواب میں پر پھیل ایک بات کہہ سکتی تھی۔ جب برجیش کے باپ نے پر پھیل کو نکال دیئے کے لئے حکم دیا تھا اس وقت پر پھیل نے پوچھا تھا کہ وہ کھائے گی کیا۔ اس کے سر پر جواب دیا تھا کہ چوری ڈکیتی کر کے کھائے۔ پر پھیل کا حلقہ اچھا تھا۔ وہ اس بات کو بھولی نہ تھی۔ آج ممکن تھا کہ پر پھیل یہ جواب دیتی۔ ”میں ڈکیتی ضرور کرتی ہوں۔ مگر اس پر خفا کیوں ہوتے ہو تمہیں لوگوں نے مجھ سے چوری ڈکیتی کرنے کو کہا تھا۔ میں صرف اپنے بڑوں کے حکم کی تعمیل کرتی ہوں۔“ مگر پر پھیل نے ضبط کیا اس بات کو زبان پر نہ لائی۔ کہنے لگی۔

دو مین تمھارے سامنے قسم کھاتی ہوں کہ میں نے کبھی ڈکیتی نہیں کی۔
 نہ کبھی ڈکیتی کا ایک پیسہ ہاتھ سے چھوا۔ تم میرے دیوتا ہو۔ میں نے
 اور دیوتاؤں کی پرستش سیکھنا چاہی تھی۔ مگر سیکھ نہ سکی۔ میرے دیوتا
 تمھیں ہو۔ میں تمھاری ہی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ میں نے کبھی ڈکیتی نہیں
 کی۔ مان مجھے یہ معلوم ہے کہ لوگ مجھ پر یہ الزام لگاتے ہیں۔ اور اس
 الزام کی وجہ بھی جانتی ہوں۔ وہ سب حال تم کو سنتا ہو گا۔ وہی
 حال کہنے کے لئے میں آج یہاں آئی ہوں۔ اگر آج نہ سنو گے تو پھر کبھی
 نہ سن پاؤ گے۔ سنو۔ میں کہتی ہوں۔“

پرنسپل نے شروع سے پورا حال مفصل طور پر بیان کیا۔ سارا حال
 شکر بر حبشہ کو تعجب ہوا۔ کچھ حجاب ہوا۔ طبیعت خوش ہو گئی۔ اپنی بیوی
 کی قبا بابت کا حال شکر حیرت زدہ ہو گیا۔ سب باتیں کہہ کر پرنسپل نے کہا
 ”دو میری ان باتوں کو تم نے یقین کیا یا نہیں؟“

نہ یقین کرنے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ پرنسپل کی ایک ایک بات بر حبشہ
 کے دل میں کھب گئی۔ بر حبشہ جواب نہ دے سکا۔ مگر اس کے چہرے کی
 بشارت دیکھ کر پرنسپل کو معلوم ہو گیا کہ اس نے سب باتوں کو یقین کر لیا۔
 اس وقت پرنسپل نے کہا۔

”اب مجھے جتنی زندگی کے لئے رخصت کرو۔ اب یہاں زیادہ نہ ٹھہرنا
 سامنے کچھ گڑ بڑ معلوم ہوتا ہے۔ میں نے تم کو دس برس کے بعد پایا۔

اب میں تم کو رخصت کرتی ہوں۔ میری دو سہیلیاں میرے ساتھ ہیں۔ وہ
 بڑی لائق ہیں اور میں ان کو بہت چاہتی ہوں۔ تم اپنے ساتھ ناؤ پر ان کو
 لیتے جاؤ۔ مکان پہنچ کر وہ جہاں جانا چاہیں وہاں ان کو پہنچا دینا۔

میری یاد نہ بھلاتا۔ ساگر کو بھی میری یاد دلانا کہ
 بر حبشیر ٹھوڑی دیر تک چپ چاپ سوچتا رہا۔ اس کے بعد کہا کہ میری
 سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ پر پھل مجھے بتلاؤ تو۔ تمہارے اتنے آدمی کیا ہو گئے
 بھرے پر ملال کات نہیں۔ صرف دو عورتیں ہیں۔ اُن کو بھی تم رخصت
 کئے دیتی ہو۔ کتنی ہو کہ سامنے کچھ گر بڑھے۔ اور مجھے ٹھہرنے کو منع
 کرتی ہو۔ یہ بھی کہہ رہی ہو کہ اب اس زندگی میں ملاقات نہ ہوگی۔ یہ ہے
 کیا۔ سامنے یہ کیا گر بڑھے۔ اگر نہ بتلاؤ گی تو میں ہرگز نہ جاؤں گا۔ منکر
 چلا جاؤں گا یا نہیں اس کو بھی ابھی نہیں کہہ سکتا۔
 پر پھل۔ وہ سب باتیں تمہارے سننے کے قابل نہیں۔
 سرج۔ تو کیا میں تمہارا کوئی نہیں ہوں۔
 اتنے میں۔ ”دن“ سے بندہ روق کی آواز ہوئی۔

تیسرا باب

بندہ روق کی آواز ہوئی۔ بر حبشیر اور پر پھل دونوں چونک سے پڑے
 دیکھا کہ پانچ کشتیاں آ رہی ہیں۔ پانچوں میں سپاہی بھرے ہوئے ہیں۔
 جو سپاہی کہ خشک کی راہ سے آئے والے تھے وہ آکر پہنچ گئے اٹھارہ
 نے بندہ روق فیر کر کے جتا دیا کہ وہ آگئے فیر ہوتے ہی پانچوں کشتیاں کھول دی
 گئیں یہ حال دیکھ کر پھل نے کہا کہ اب ایک لمحہ کی دیر نہ کرنا۔ اپنی پیسوی
 پر جلد سوار ہو کر چلے جاؤ۔

برج - کیوں - یہ کشتیان کس کی ہیں -

پرپھیل - تم پوچھ کر کیا کرو گے -

برج - جب تک نہ معلوم ہوگا میں یہاں سے نہ جاؤں گا -

پرپھیل - ان کشتیوں میں انگریزوں کے سپاہی ہیں -

برج - اتنے سپاہی ادھر کیوں آ رہے ہیں - کیا تمہارے گرفتار کرنے کے لئے -

پرپھیل نے اس بات کا کچھ جواب نہ دیا - برصیش نے پھر پوچھا -

وہ ننھاری باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ تم کو پہلے سے خبر تھی -

پرپھیل - ہاں مجھے میرے مخفروں نے خبر دی تھی -

برج - اس گھاٹ پر آ کر معلوم ہوا - یا پہلے سے معلوم تھا -

پرپھیل - پہلے سے معلوم تھا -

برج - تو جان بوجھ کر یہاں کیوں آئیں -

پرپھیل - تم کو ایک مرتبہ دیکھنے کے لئے -

برج - تمہارے ہمراہی کیا ہوئے -

پرپھیل - میں نے سب کو رخصت کر دیا - میرے لئے ان کی جانیں کیوں

مضاع ہوں -

برج - کیا تم ضرور اپنے تئیں گرفتار کرادو گی - کیا یہی طے کر لیا ہے -

پرپھیل - سچ کر کیا کروں گی - تم کو دیکھ لیا - تم سے اپنے دل کا حال کہہ دیا -

ننھاری زبانی سن لیا کہ تم کو مجھ سے محبت ہے - جس قدر دولت

میرے پاس تھی وہ سب میں نے خرچ کر ڈالی - اب میں بچ کر کیا کروں گی

اور کون سی مٹا ہے جس کو پورا کروں گی - اب زندہ رہنے کی ضرورت

ہی کیا ہے۔
 برج - اگر کچھ جاؤ تو میرے گھر چلکر میری بیوی ہو کر رہ سکتی ہو۔
 پریچل - سچ کہتے ہو۔
 برج - تم نے قسم کھائی تھی۔ اب میں بھی قسم کھاتا ہوں کہ اگر آج تم اپنی
 جان بچا لو تو میں انہم کو اپنے ساتھ گھر لے چلون گا۔
 پریچل - تمھارے والد کیا کہیں گے۔
 برج - میں ان کو سمجھا بھالوں گا۔
 پریچل - ہاے۔ یہ بات کل کیوں نہ مٹتی۔
 برج - کل سننے سے کیا ہوتا۔
 پریچل - اگر کل سن پائی تو کس کی مجال تھی کہ مجھے پکڑ لیتا۔
 برج - اب کیا ہو۔
 پریچل - اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ تم اپنی پنسوئی بلاؤ۔ اور نشی اور دیو آ
 تم کو لیکر جھٹ پٹ سوار ہو جاؤ۔
 برج - میں نے اپنی پنسوئی کو قریب بلایا۔ ملا حون سے کہا۔ "تم لوگ
 بہت جلد بھاگ جاؤ۔ دیکھو انگریزوں کے سپاہی آرہے ہیں۔ اگر تم
 کو دیکھ پانہیں گے تو بیگار میں پکڑ لیں گے۔ جلد بھاگو۔ میں نہ جاؤں گا
 یہیں ٹھہرون گا۔"
 پنسوئی والوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ فوراً وہاں سے پنسوئی لیکر چل دیے
 پنسوئی کو جاتے ہوئے دیکھکر پریچل نے کہا۔ "تم نہ گئے۔"
 برج - میں کیوں جاتا۔ کیا تم مرنا چاہتی ہو اور میں یہیں جاتا۔ میں
 تمہیں سو مرتبہ چھوڑ دین۔ مگر ہوں تو تمھارا شوامی۔ مصیبت میں

مختصاری حفاظت کرنا بھی پر فرض ہے۔ یہ مانا کہ میں تم کو نہ بچا سکونگا مگر یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ میں تم کو مصیبت میں پھونک کر چلا جاؤں۔
پر پھیل۔ مجبوری ہے۔ خیر۔ اگر جان بچانے کی کوئی صورت ہوگی تو میں اب ضرور اس کا انتظام کروں گی۔

یہ کہتے ہوئے پر پھیل نے آسمان کی طرف نگاہ کی۔ جو کچھ دیکھا اس سے کسی قدر امید پڑی۔ مگر پھر چہرے پر مایوسی چھا گئی اور پر پھیل تنہا لگی۔
وہ اگر میں اپنی جان بچاؤں تو ایک اور مشکل ہے۔
سرج۔ کیا۔

پر پھیل۔ میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ تم سے نہ کہوں گی۔ اگر اب کہنا ضروری ہو گیا۔ ان سپاہیوں کے ساتھ تمہارے والہ ہیں۔ اگر میں گرفتار نہ ہوئی تو ممکن ہے کہ ان پر کوئی مصیبت آجائے۔
برجیشیر کاٹپ اٹھا۔ دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔ کہنے لگا۔
وہ کیا انھیں نے مخبری کی؟

پر پھیل خاموش رہی۔ برجیشیر سمجھ گیا کہ یہ ساری آفت اس کے باپ کی بدولت ہے۔ مگر لڑکا سفاقت مندی سے باز نہ آیا۔ کہنے لگا۔
وہ اگر میری جان جاے تو کچھ ہرج نہیں۔ مگر میرے باپ کی جان ضرور بچانا چاہیے۔

پر پھیل اس کی فکر نہ کرو۔ جب میری جان نہ بچگی تو تمہارے والد سے کوئی باز پرس نہ ہوگی۔ ممکن ہے کہ وہ تمہیں بھی بچا لیں۔ تم اطمینان رکھو کہ میں ان کو مصیبت میں ڈال کر اپنی جان نہ بچاؤں گی۔ اگر تم نہ بھی کہتے تب بھی میں اس بات کا خیال رکھتی۔

دیوی نے یہ بات دل سے کہی تھی۔ اس میں شک نہیں کہ ہر لمحہ
نے دیوی کے ساتھ بڑی سختی کی تھی اور اس وقت بھی اس کے تباہ کرنے
کے لیے کوئی بات اٹھا نہیں رکھی تھی۔ مگر دیوی اس کی بھی خواہ تھی۔ وجہ
یہ تھی کہ دیوی خود بڑی نیک تھی۔ نیکی کرنے والا اس کو نہیں دیکھتا
کہ کس کے ساتھ نیکی کر رہا ہے۔ اس کو صرف نیکی کرنے سے کام ہے
دوستا جگل کی طرف سے بگل کی آواز سنائی پڑی۔ برصیش اور پچھل
دونوں چونکا اٹھے۔

چوتھا باب

دیوی نے پکارا۔ ”نشی“

نشی چھت پر آئی۔

دیوی۔ یہ کس کا بگل ہے۔

نشی۔ اپنا ہی بگل معلوم ہوتا ہے۔

دیوی۔ رنگ راج نے بجایا ہے۔

نشی۔ ویسا ہی معلوم ہوتا ہے۔

دیوی۔ یہ کیا۔ میں نے تو آج سویرے رنگ راج کو دیسی گڑھ بھی دیا تھا

نشی۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ راستے سے پلاٹ آیا۔

دیوی۔ رنگ راج کو بلاؤ۔

برصیش نے کہا بگل کی آواز بہت فاصلے پر ہوئی ہے۔ یہاں سے

کر کوئی پکارے گا تو وہاں تک آواز نہ جائے گی۔ میں جانا ہوں بگل جانے والے کو ڈھونڈ لاؤں گا۔

دیوی نے جواب دیا۔ ”تم کو تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں۔ تم مجھے جا کر دیکھو کہ نشی کیونکر ملاتی ہے۔“

نشی اور برج بیچے اور تر گئے۔ نشی نے نیچے جا کر اک بھلی نکالی شے لگائے بجائے میں بڑی ہوشیار تھی۔ اس نے راجہ کے یہاں سیٹی کی تعلیم پائی تھی۔ اسی نے رانی کو میں سکھائی تھی۔ نشی نے سلی میں ملازمت کی تان اوڑائی۔ تھوڑی ہی دیر میں رنگ راج آکر مجھ سے پہنچ گیا۔

راجہ برجیشیر نے نشی سے کہا ”تم چھت پر جاؤ۔ تم سے دیوی اپنی امر پوشیدہ نہ رکھیں گی۔ پلٹ کر مجھ سے کہنا کہ دیوی نے رنگ راج سے کیا کہا۔“

نشی نے منظور کیا۔ کمرے کے باہر گئی۔ باہر جا کر پھر پلٹ آئی اور برجیشیر سے کہنے لگی۔ ”ذرا باہر آکر دیکھئے تو۔“

برجیشیر نے گردن بڑھا کر دیکھا کہ بہت سے آدمی جنگل کے باہر آ رہے ہیں برجیشیر نے پوچھا۔ ”وہ کیا لوگ ہیں؟“

نشی نے کہا۔ ”معلوم ہوتا ہے کہ یہ برقی انداز ہیں۔ رنگ راج ساتھ لایا ہے۔“

دیوی بھی آن لوگوں کو دیکھ رہی تھی کہ اتنے میں رنگ راج نے آکر آشیر باد دی۔

دیوی نے پوچھا۔ ”رنگ راج۔ تم یہاں کیوں آئے؟“

رنگ راج نے پہلے کچھ جواب نہ دیا۔ دیوی اسی سلسلے میں کہتے لگی۔ ”وہ میں نے آج صبح تم کو دیہی گڈھ بھیجا تھا۔ تم وہاں کیوں نہ آئے۔ میرا کہا کیوں نہ مانا۔“

رنگ راج۔ میں دیہی گڈھ جا رہا تھا۔ راتے میں بھوانی پاٹھاکر سے ملاقات ہوئی۔ اُن کی زبانی معلوم ہوا کہ کہنی کے سپاہی آکھو گرفتار کرنے آتے ہیں۔ اسی سبب سے برق اندازوں کو جمع کر کے ہم لوگ یہاں پہنچ گئے۔ برق اندازوں کو جنگل میں چھپا کر میں دریا کے کنارے بیٹھا تھا۔ کشتیوں کو آتے ہوئے دیکھ کر میں نے بگل بجا دیا اور اُن لوگوں کو خبر ہو گئی۔

دیوی۔ کیا اس جنگل میں بھی کہنی کے سپاہی ہیں۔
رنگ راج۔ ہاں مگر اُن کو ہم لوگوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔
دیوی۔ بھوانی پاٹھاکر کہاں ہیں۔
رنگ راج۔ برق اندازوں کو ساتھ لئے ہوئے جنگل کے باہر

آ رہے ہیں۔
دیوی۔ تم تو کتنے برق انداز ساتھ لائے ہو۔
رنگ۔ قریب قریب ایک ہزار ہوں گے۔

دیوی۔ سپاہی کتنے ہیں۔
رنگ۔ سنا ہوں کہ کوئی پانچ سو ہوں گے۔
دیوی۔ اگر یہ ہندوہ سو آدمی لڑیں گے تو ضایع کتنے ہوں گے۔

رنگ۔ دو چار سو کی جابین جاسکتی ہیں۔
دیوی۔ پاٹھاکر جی سے جا کر کہو اور تم بھی سن لو کہ تم لوگوں کی اس

حرکت سے میرے دل کو بہت رنج ہوا۔

رنگ۔ کیوں۔ مان

دیوی۔ ایک عورت ذات کے پکانے کے لئے تم نے اتنے آدمیوں کی جان کا کچھ خیال نہ کیا۔ کیا تم کو ذرا بھی دھرم کا خیال نہیں۔ اگر سیری میسا د پوری ہو گئی ہے تو میں تنہا مروں گی۔ میرے لئے چار سو آدمی اپنی جان کیوں دیں۔ کیا تم لوگوں نے مجھے ایسا غرض سمجھ لیا ہے کہ میں اپنی جان بچانے کے لئے اتنے آدمیوں کا خون گوارا کروں گی۔

رنگ۔ آپ کے بچنے سے بہت سی جانوں کی پرورش ہوگی۔

دیوی نے غصہ اور خطرات کے ساتھ کہا۔ ”وچھی! یہ نکر رنگ راج کا چہرہ فق ہو گیا۔ دل ہی دل میں کہتا تھا کہ وہ زمین پھٹ جائے اور میں اُس میں سما جاؤں۔“

دیوی نے تیز بدل کر غصے میں کانپتے ہوئے ہونٹوں سے کہا۔

”سنو رنگ راج۔ پانٹھک جی سے جا کر کہہ دو۔ کہ ہیوقت برقی اندازہ کو واپس لے جائیں۔ اگر دم بھر کی دیر ہوگی تو میں اسی پانی میں پھانسا کر اپنی جان دے دوں گی۔ تم لوگ کوئی محکوم روک نہ سکو گے۔“

رنگ راج کا چہرہ اتر گیا۔ کہنے لگا۔ ”وہ میں ایسی جا کر پانٹھک جی سے یہ سب حال کہتا ہوں وہ جو کچھ مناسب سمجھیں گے کریں گے۔ میں دونوں کا بعد ا رہوں۔“

رنگ راج یہ کہہ کر چلا گیا۔ نشی نے چھت پر آکر یہ سب باتیں سنی تھیں۔ اُس نے دیوی سے کہا۔ ”وہ تم اپنی جان بچانے کے لیے جو چاہو کرو مگر تم کو

یہ خیال نہ آیا کہ آج تمھارے ساتھ تمھارا شوامی ہے۔ اُس کی جان کی فکر تو لازم تھی۔“

دیوہی۔ بہن۔ مجھے اس کا خیال تھا۔ مگر میں کر کیا سکتی ہوں۔ ایشور بھروسہ رکھنا چاہیے۔ جو ہونے والا ہے وہ ہوگا۔ مگر جو کچھ ہو میرے لئے یہ کسی طور پر مناسب نہیں کہ میں اپنے شوامی کی جان بچانے کے لئے اتنے آدمیوں کا خون ہونے دوں۔ شوامی میرا ہے وہ میرے لئے سب کچھ ہے۔ اُن کے لئے کچھ نہیں۔

نشی نے دل ہی دل میں رانی کو صبر آفرین تھی۔ خیال کرنے لگی۔ ”ایسی عورت کے ساتھ مرنا بھی خوشی کی بات ہے۔“

نشی نے جا کر سب باتیں بر جیشور سے بیان کیں۔ بر جیشور اُس وقت پریچل کو اپنی بیوی نہ خیال کر سکا۔ دل ہی دل میں کہنے لگا۔ ”وہ یہ بیچ بچ دیوی ہے۔ میں ہی نالایق ہوں۔ ہاں میں اس کو ڈکیتی کرنے پر سخت سست کہتا تھا۔“

ادھر پانچون کشتیاں بحرے کے قریب پہنچ گئیں۔ پریچل نے ادھر نگاہ بھی نہ کی۔ شکی مورت کی طرح سکوت کے عالم میں چھت پر بیٹھی رہی۔ پریچل کی نگاہ اُس وقت کشتیوں کی طرف نہ تھی۔ اور نہ برقی اندازوں کی طرف۔ وہ دور آسمان کو دیکھ رہی تھی۔ کچھ پیشتر آسمان پر ایک چھوٹا سا بادل نظر آیا تھا۔ پریچل اسی کو دیکھ رہی تھی۔ دیکھتے دیکھتے معلوم ہوا کہ بادل کسی قدر بڑا ہوا۔ اُس وقت دو بے ایشور کی کہہ کر پریچل چھت سے اتر کر نیچے کمرے میں آگئی۔

پریچل کو اندر آتے ہوئے دیکھ کر نشی نے پوچھا ”اب کیا ارادہ ہے“

نشہ پر پھلنے سے جواب دیا۔ ”میں اپنے شوامی کی جان بچاؤں گی۔“

نشہ - اور تم۔

بیوی - میرا حال اور نہ پوچھو۔ میں جو کچھ کہوں اس کو اچھی طرح سمجھ دوں گی۔
لو۔ میری اور تمھاری قسمت میں جو کچھ مہا موگر شوامی کو بچانا چاہیے
دبو کو بچانا چاہیے اور شوامی کے باپ کو بچانا چاہیے۔
یہ کہہ کر دیویشی نے ایک سنگھ اٹھا کر بچایا۔ نشہ نے کہا۔
”یہ ٹھیک ہے۔“

دیویشی نے کہا۔ اب جو کچھ کرنا ہو گا وہ میں تم کو سمجھائے دیتی ہوں
کام کا پورا ہو جانا تمھارے اوپر منحصر ہے۔

پانچواں باب

مڈھی دل کی طرح جنگل سے نکل کر دریا کے کنارے کی طرف برق انداز
آ رہے ہیں۔

سر پر لال پگڑیاں باندھے۔ لنگ بکسے ہوئے۔ پاؤں نیلے۔ اس
خیال سے کہ پانی میں لڑائی ہوگی کسی نے جوتا نہ پہنا۔ سب کے ہاتھوں میں
ٹوہال اور بلم۔ کسی کسی کے پاس بندہ بندوق بھی۔ مگر نذر و خون کی تعداد
موت کم۔ سب کی پیٹھ پر لاٹھی بندھی ہوئی۔ بنگالیوں کا اصل ہتھیار
یہی لاٹھی تھی۔ اسی کو ترس کر دینے سے بنگالی بوندے ہو گئے۔

برق اندازوں نے دیکھا کہ کشتیاں بھرے کے قریب آگئی ہیں اور

اور بھرے کو گھیرا ہی چاہتی ہیں۔ برق انداز و درانی جی کی جے، کتے ہوئے دوڑ پڑے۔ آئے ہی وہ لوگ بھرے کے چاروں طرف پہنچ گئے۔ اسی وقت شکھ بجنے کی آواز ہوئی فوراً کئی ایک برق انداز بھرے پر چڑھ گئے وہ دراصل بھرے کے ملاح تھے۔ مگر ضرورت کے وقت لالھی اور بلبلہ چلانے میں بھی کسی سے کم نہ تھے۔ اُس وقت کسی نے لڑنے کی تیاری نہ کی بلکہ کوئی ڈانڈے کر۔ کوئی استول کے پاس۔ کوئی بانس لیکر جس کا جس مقام پر کام تھا وہ وہاں بیٹھ گیا۔ اور بھی بہت سے برق انداز بھرے پر چڑھ گئے تین چار سو برق انداز دریا کے کنارے ٹھہر گئے اور وہیں سے کشتیوں پر وار کرنا شروع کیا۔ کہنی کے بہت سے سپاہی کشتیوں سے اتر پڑے اور نہ وقت اور سنگین لیکر برق اندازوں پر چھک پڑے۔ ہر طرف لڑائی چوڑی ہو گئی۔ مار مار سی۔ کاٹا کاٹی شروع ہو گئی۔ لالھیان اور بندو قین تڑاڑ چلنے لگیں۔ ایک سنگامہ برپا تھا۔

اگر دونوں جانب کے لوگ ایک دوسرے سے فاصلے پر نہ ہوتے تو سپاہیوں کے مقابلے میں لالھی والے بہت دیر نہ ٹھہر سکتے۔ کیونکہ فاصلے سے لالھی کیا کام دیتی۔ مگر اس وقت جو سپاہی کشتیوں پر تھے اُن کو بڑی مشکل پڑ گئی۔ جو سپاہی کنارے پر آ گئے تھے انھوں نے برق اندازوں کو سنگینوں کے منہ پر رکھ کر ہٹانا شروع کر دیا۔ جو سپاہی پانی میں لڑ رہے تھے اُن کو لالھی والوں نے مار مار کر پس پا کر دیا۔

پر محفل کے نیچے جانے کے تھوڑی ہی دیر بعد یہ معرکہ چھڑ گیا تھا۔ اُسے دل ہی دل میں کہا: ”معلوم ہوتا ہے کہ میرا پیغام پاٹھکاجی کے پاس نہیں پہنچا۔ یا شاید انھوں نے میرے کہنے پر کچھ خیال نہ کیا۔ غالباً انھوں نے یہ سمجھ لیا

ہوگا کہ میں اپنی جان نہ دیکھوں گی۔ خیر۔ وہ دیکھیں کہ میں کیا کرتی ہوں۔“
دیوی نے رانی ہو کر ایک کمال حاصل کر لیا تھا۔ یعنی جس موقع پر جس
شے کی ذرا بھی ضرورت ہوتی تو وہ شے اُن کے پاس ضرور نکل آتی۔ اس
وصف کی کئی مثالیں پیشتر بیان ہو چکی ہیں۔ اس وقت دیوی کے ہاتھ کے
قریب ایک سفید نشان پڑا ہوا تھا۔ اُس کو لیکر وہ چھت پر پہنچ گئی اور
اپنے ہاتھ سے اس نشان کو ادخا اٹھا دیا۔

اس نشان کے دکھلاتے ہی لڑائی دفعتاً بند ہو گئی۔ جو جہان تھا وہ وہیں
برجیہا روک کے چپ چاپ کھڑا ہو گیا۔ طوفان جنگ یکایک موقوف ہو گیا۔
دیوی نے دیکھا کہ اُس کے قریب برجیشہ کھڑا ہے۔ دیوی کو اوپر آتے
ہوئے دیکھ کر برجیشہ ساتھ ساتھ چلا آیا تھا۔ دیوی نے برجیشہ سے کہا۔
”وہ تم اس نشان کو اسی طرح کھائے ہوئے کھڑے رہو۔ میں نیچے جا کر نشی
اور دیوالے کچھ مضورہ کروں گی۔ اگر رنگ راج یہاں آجائے تو اُس سے
کہہ دینا کہ وہ دروازے پر کھڑا ہو کر میرا حکم سن جائے۔“

یہ کہہ کر دیوی نے برجیشہ کو نشان دے دیا اور خود نیچے اتر گئی۔ برجیشہ
اسی طور پر نشان کو کھائے ہوئے کھڑا رہا۔ اسی عرصے میں رنگ راج وہاں
آکر پہنچا۔ برجیشہ کے ہاتھ میں سفید نشان دیکھ کر اُس نے آنکھیں بدلتی دیکھا۔
”تم نے کس کے حکم سے سفید نشان دکھلایا؟“

برج۔ رانی جی کے حکم سے۔

رنگ۔ تم کون ہو۔

برج۔ کیا پہچان نہیں۔

رنگ۔ راج کے غور سے دیکھ کر کہا۔ وہ پہچان لیا۔ تم برجیشہ با ہو۔ یہاں

کیون آئے۔ کیا باپ اور بیٹے دونوں کی ایک ہی غرض ہے۔ کوئی ہے
اُن کو باندھ لو۔

رنج راج کو خیال گذرا کہ ہر بلبل کی طرح ہر جیش کو بھی یہی فکر ہے کہ دیوی رانی
کو گرفتار کر دے اور اسی فکر میں وہ کبھی طرح صدمہ و کا دے کے بھرے پر
سہو بچ گیا۔ رنج راج کا حکم سنتے ہی دو شخص ہرجیش کو باندھنے کے لئے
آئے ہرجیش نے اُن لوگوں کی کچھ پروا نہ کی۔ کہنے لگا۔

”مجھے باندھ لینا۔ کوئی ہرجیش نہیں ہے۔ مگر یہ تو بٹلا دو کہ سفید نشان
کے دیکھتے ہی لڑائی کیون بند ہو جاتی۔“

رنج راج نے جواب دیا۔ ”وڑے بھولے بنے ہیں۔ اُن کو اتنا بھی نہیں
معلوم کہ سفید نشان دیکھ کر انگریز لوگ لڑائی موقوف کر دیتے ہیں۔“
ہرج۔ ”مجھے اس کا حال معلوم نہ تھا۔ بہر حال تم جا کر رانی جی سے دریافت
کر لو کہ میں نے یہ نشان اُن کے حکم سے دکھلایا یا نہیں۔ تمہارے لیے
بھی وہ حکم دے گئی ہیں کہ وہ واڑے پر کھڑے ہو کر تم اُن کا حکم دریافت کر لو۔
رنج راج کمرے کے دروازے پر گیا۔ دیکھا کہ دروازہ بند ہے۔

باہر سے آواز دی۔ ”رانی مان۔“
اندر سے جواب ملا۔ ”کون۔ رنج راج۔“
رنج۔ ”جی مان میں ہوں۔ ہمارے بھرے سے سفید نشان دکھلایا گیا ہے۔
لڑائی موقوف ہو گئی۔“

جواب۔ ”سفید نشان کے لئے میں نے حکم دیا تھا۔ اس وقت تم یہی سفید
نشان لیکر نقشہ کے پاس جاؤ۔ جا کر کہہ دو کہ لڑائی کی ضرورت
نہیں ہے۔ میں خود گرفتار ہو جاؤں گی۔“

رنگ - جب تک ہماری جان میں جان ہے آپ کو کون گرفتار کر سکتا ہے۔
دیوی - سنو۔ جاہلون کی طرح حجت کرنے سے کوئی فائدہ نہیں تم لوگ
اپنی جانیں دے کر بھی بچو نہیں بچا سکتے۔ بندہ ق کے آگے لاشی
سوٹا کیا کر سکتا ہے۔

رنگ - لاشی کیا نہیں کر سکتی۔
دیوی - خیر۔ وہ جو کچھ کر سکتی ہو۔ سنو۔ اب اگر خون کا ایک قطرہ بھی
لڑائی میں گرے گا تو اس سے پہلے میں اپنی جان دے دوں گی۔
اگر میں اس وقت گرفتار ہو جاؤں گی تو میرے بھاگ نکلنے کا موقع
رہے گا۔ تم لوگ اس وقت اپنی اپنی جانیں بچا لو اور اس کے بعد
ایسی فکر کرنا کہ میں قید سے چھٹ آؤں۔ تمہنی کے سب نوکر رو بہ
کے غلام ہیں۔ روپیہ خرچ کرنے ہی سے میری رہائی کا انتظار
ہو جائے گا۔

در اصل دیوی کے دل میں اس کا ذرا بھی خیال نہ تھا کہ وہ شہوت
دے کر قید سے رہائی حاصل کرے گی۔ مگر اس وقت رنگ راج
کو محلا وادہ کے لئے یہ کہہ دیا۔ وہ دل میں کیا سوچ رہی تھی اسکا
پتہ رنگ راج کو ملنا بالکل ناممکن تھا۔ اس نے ارادہ کر لیا تھا کہ اگر ضرورت
پڑے گی تو خود گرفتار ہو جائے گی۔ ساتھ ہی اس نے یہ بھی سمجھ لیا تھا کہ اگر یہ
ایسی عقلمندی کی وجہ سے دھوکا کھا جائیں گے۔ اس کا یہ قسم قصور تھا کہ
آپنے شوامی کو۔ سسر کو۔ اور سیلیوں کو ضرور بچائے گی جو اتنی جلد
پر وقوع میں آنے والی تھیں وہ سب اس کے سامنے آئے تھیں۔
رنگ راج نے کہا۔ جس روپے کے خرچ کرنے سے آپکو رہائی مل سکتی

وہ بھرے ہی ہیں ہے۔ اگر آپ گرفتار ہو گئیں تو انگریز لوگ بھرا بھی چھین لیں گے۔

دیوہی۔ اس کے واسطے انتظام کر لینا۔ لفٹ سے کہہ دینا کہ میں گرفتار ہو جاؤں گی مگر بھرانہ دون گی۔ اور نہ بھرے کا مال و اسباب و دنگی۔ اور نہ بھرے میں جو لوگ ہیں ان کو گرفتار ہونے دون گی۔ میں انھیں شرائط پر اپنے تئیں ان کے حوالے کر سکتی ہوں۔

رنگ۔ اگر وہ نہ تھکے اور بھرا ہونے کا ارادہ کرے۔
دیوہی۔ تم کہہ دینا کہ بھرے میں کوئی ہاتھ نہ لگائے۔ اگر کسی نے ہاتھ لگایا تو پھر انگریزوں کی خیر نہیں۔ اگر وہ بھرا چھین لینے کی کوشش کریں گے تو مجھ کو نہ پائیں گے۔ بلکہ اسی وقت پھر لڑائی شروع ہو جائے گی اگر وہ ان شرطوں کو منظور کر لیں گے تو میں خود ان کی کشتی پر چلی جاؤں گی۔

رنگ۔ راج سمجھ گیا کہ ان باتوں میں کوئی نہ ضرور ہے۔ وہ پیغام لے جانے کے لئے راضی ہو گیا۔ دیوہی نے پوچھا۔
اؤ بھوانی ہاتھک کہاں ہیں۔

رنگ۔ وہ دریا کے کنارے لڑائی میں مشغول تھے۔ انھوں نے میرا کہنا نہ مانا غالباً وہ اب بھی وہیں ہوں گے۔

دیوہی۔ پہلے ان کے پاس جاؤ ان سے کہہ دو کہ برقی اندازوں کو لیکر دریا کے کنارے کنارے اپنے مقام کی طرف روانہ ہوں۔ یہ کہہ دینا کہ میرے بھرے پر جو لوگ موجود ہیں وہ کافی ہیں۔ یہ بھی سمجھا دینا کہ اب لڑنے کی ضرورت نہیں۔ میری حفاظت کا سامان خود ایشور

نے کر دیا ہے۔ اگر وہ اس بات کو نہ مانتا تو اُن سے کہہ سکتا کہ آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھ لیں۔ وہ سب باتیں سمجھ جائیں گے۔ اُس وقت رنگ راج نے خود آسمان پر نظر ڈالی۔ دیکھا کہ کالے کالے بادل جھبڑ کے جھنڈ جمع ہو رہے ہیں۔

رنگ راج نے پوچھا۔ دومان۔ ایک بات اور پوچھنی ہے۔ پھر راج نے آج کے لئے مجھری ٹی ہے۔ اُن کا لڑکا برجیشہ اس سچے پر موجود ہے۔ اُس کی نیت ضرور بری ہوگی۔ اگر حکم ہو تو وہ گرفتار کر لیا جائے۔ یہ سنکر نشی اور دیوا کھلکھلا کر سنس پڑیں۔ دیوی نے جواب دیا۔ ”خبردار۔ گرفتار نہ کرنا۔ اُن سے کہہ دو کہ چپ چاپ چھت پر بیٹھے رہیں جب دیوا ان کو بلائے تب وہ پیچھے آئیں۔“

رائی کے حکم کے مطابق رنگ راج نے برجیشہ کو چھت پر بٹھلا دیا جس کے بعد بھوانی پانٹھک کے پاس جا کر رائی کا پیغام بیان کیا اور آسمان کی گھٹا دکھائی۔ پانٹھک جی نے بالوں کا دل دیکھا۔ اس کو دیکھ کر اپنے برق اندازوں سے کہہ دیا کہ اُن کو دریا کے کنارے کٹا رہے جانا ہوگا۔ اودھرنشی اور دیوا باہر آئیں اور بھرے کے ملا حوں کو چپکے چپکے معلوم کیا ہدایت کر گئیں۔

چھٹا باب

بھوانی پانٹھک کو رخصت کر کے رنگ راج سفید نشان ہاتھ میں لئے

سہوئے لفٹ صاحب کی کشتی پر پہونچا۔ سفید نشان دیکھ کر کسی نے کچھ نہ کہا لفٹ صاحب نے پوچھا۔

دو تم لوگوں نے سفید نشان دکھلایا۔ کیا گرفتار ہو جانے پر راضی ہو؟ رنگ۔ ہم لوگ کیوں گرفتار ہوں گے۔ جن کو پکڑنے کے لئے آپ آئے ہیں وہ اپنی گرفتاری پر رضامند ہیں۔ میں یہی پیغام لیکر آیا ہوں صاحب۔ دیری رائی گرفتار ہو جائیں گی۔

رنگ۔ جی ہاں۔

صاحب۔ اور تم لوگ۔

رنگ۔ ہم لوگ کون۔

صاحب۔ تم لوگ جو آن کے دل میں ہو۔

رنگ۔ ہم لوگ گرفتار نہ ہوں گے۔

صاحب۔ میں سب کو پکڑنے آیا ہوں۔

رنگ۔ ان ہزار برق اندازوں میں آپ کیسے پہچان سکیں گے کہ رانی کے دل کا کون آدمی ہے۔

جس وقت رنگ راج یہ باتیں کر رہا تھا اس وقت تک بھوانی پاٹھک برق اندازوں کو لیکر روانہ ہوئے تھے۔ جانے کے لئے انتظام کر رہے تھے صاحب نے کہا۔ وہ جلتے برق انداز میں سب ڈاکو ہیں کیونکہ وہ ڈاکوؤں کا ساتھ دے کر سرکاری سے لڑتے ہیں۔

رنگ۔ وہ اب تھک چکے۔ دیکھئے وہ سب لوگ جا رہے ہیں۔

صاحب نے دیکھا کہ برق اندازوں کا گروہ جانے کے لئے تیار ہے صاحب نے بہت بگڑ کر کہا۔

دو کیا تم لوگ سفید نشان سے دھوکا دیکر بھاگنا چاہتے ہو۔
 رنگ۔ صاحب۔ آپ نے ہم لوگوں کو پکڑ ہی کب لیا تھا جو اب ہم
 بھاگے جاتے ہیں۔ اگر آپ پکڑ سکتے ہوں تو پکڑ لیے میں سفید نشان
 پھینکے دیتا ہوں۔

یہ کہہ کر رنگ راج نے سفید نشان پھینک دیا۔ مگر سپاہیوں نے
 چونکہ صاحب کا حکم نہ پایا اس لئے کچھ خبر نہ ہوئے۔
 صاحب اپنے دل میں یہ سوچ رہے تھے دو آن لوگوں کا تعاقب
 بیکار ہوگا۔ وہ فوراً جنگل میں گھس کر غائب ہو جائیں گے۔ ایک تورات
 کا وقت۔ دوسرے بادل گھرتے چلے آتے ہیں۔ جنگل میں اندھیرا گھپ
 ہوگا۔ چارے سپاہی راستہ بھی نہیں جانتے۔ ان برق اندازوں کا
 گرفتار کرنا بالکل ناممکن ہے۔ یہ سوچ سمجھ کر صاحب نے کہا
 ”اچھا۔ ان لوگوں کو جانے دو۔ تم لوگ گرفتار ہو جاؤ گے۔“

رنگ۔ کوئی بھی نہیں۔ صرف دیوبی رانی۔
 صاحب۔ تو کیا تم چند لوگ ہم سے لڑ سکو گے تمہارے برق اندازوں
 کا گروہ تو وہ دیکھو جلد یا۔

رنگ راج نے دیکھا کہ جھوٹی پاٹھک اپنے ہمراہیوں کے ساتھ
 جا رہے ہیں۔ رنگ راج نے جواب دیا۔

”وہیں یہ کچھ نہیں جانتا۔ میرے افسر نے جو پیغام بھیجا ہے وہ میں نے
 آپ سے کہہ دیا۔ آپ نہ بھرا پاتیں گے۔ نہ بھرے کا مال و اسباب نہ بھرے
 کے آدمی۔ آپ صرف دیوبی رانی کو لے جاسکتے ہیں۔
 صاحب۔ کیوں۔“

رنگ - میں سبب نہیں جانتا۔
 صاحب - تم جانویا نہ جانو۔ بھرا اب ہمارا ہے۔ ہم اُس پر دخل
 کریں گے۔
 رنگ - صاحب - میں کہے دیتا ہوں کہ بھرے کو ہاتھ نہ لگانا۔ ورنہ
 آفت آجائے گی۔
 صاحب - خوب۔ تم دو چار آدمی ہمارے پانچ سو سپاہیوں پر کیا آفت
 ڈال سکتے ہو۔
 یہ کہہ کر صاحب نے سفید نشان اٹھا کر پھینک دیا۔ اور سپاہیوں
 کو حکم دیا کہ بھرے کو چھیر لو۔
 سپاہیوں نے پانچوں کشتیان لیکر بھرے کو محصور کر لیا۔ صاحب نے
 حکم دیا کہ - ”بھرے پر جا کر برقی امنا زون کے ہتھیار چھین لو۔“
 صاحب نے یہ حکم لے کر آواز میں دیا۔ دیو سی رانی نے بھی اُس بات
 کو سنا۔ دیو سی نے بھرے کے اندر سے حکم دیا۔ دو جس جس کے ہاتھ میں
 ہتھیار ہوں۔ سب پانی میں پھینک دو۔
 یہ حکم سنتے ہی بھرے میں جس جس کے ہاتھ میں ہتھیار تھے سب نے
 ان کو پانی میں پھینک دیا۔ رنگ راج نے بھی اپنے ہتھیار پانی میں
 پھینک دیے۔ یہ دیکھ کر صاحب کو اطمینان ہوا۔ کہنے لگے۔
 دو چلو۔ چلکر دیکھیں کہ بھرے میں کیا ہے۔
 رنگ - آپ زبردستی بھرے پر جا رہے ہیں۔ دیکھیے میرا قصور
 نہیں ہے۔
 صاحب - تمہارا قصور کیا ہے۔

یہ کہہ کر صاحب نے ایک ساہی ساتھ لیا اور سلج بھرے پر پہنچے
یہ کام کچھ ہی بہت کا نہ تھا کیونکہ اس وقت بھرے پر کوئی آدمی تسلیج نہ تھا
صاحب کی سمجھ میں یہ بات نہ آئی کہ دیوی کی غسل ہی ہزار ہتھیاروں کے
برابر ہے۔

رنگ راج کے ساتھ ساتھ صاحب کمرے کے دروازے پر آئے
دروازہ کھلا دو نوں اندر داخل ہوئے۔ اندر جا کر جو کچھ دیکھا اس کو دیکھ کر
دونوں کو حیرت ہو گئی۔

دیکھا کہ کمرہ اسی طرح سجا ہوا ہے جیسا اس روز تھا۔ جس روز پر جبشیر
اس میں پہلی مرتبہ داخل ہوا تھا۔ اسی طرح دیواروں پر تصویریں اسی طرح
خوبصورت قالین بچھا ہوا۔ اسی طرح عطردان۔ گلاب پاش۔ گل دان
رکھے ہوئے۔ اسی طرح خوشبودار مہتابا کو بھرا ہوا۔ اسی طرح چاندی کی
تصویریں۔ چاندی کا جھاڑ اور سونے کی زنجیر میں لٹکتا ہوا طلائی چراغ
مگر آج بچائے ایک مسند کے دو سارین بھی ہوئی ہیں۔ اور دونوں مسندوں
پر کہنی کیے ہوئے دو عورتیں بیٹھی ہیں۔ دونوں قیمتی پوشاکیں پہنے
ہوئے اور پیش ہما جو امرا سے آراستہ۔ صاحب بہادر تو ان کو
پہچاننے نہ گئے مگر رنگ راج نے ان کو پہچان لیا کہ ایک انشی ہے اور
دوسری دیلا۔

صاحب کے بیٹھنے کے لئے ایک چاندی کی کرسی رکھی ہوئی تھی۔
صاحب اس پر بیٹھ گئے۔ رنگ راج تلاش کرنے لگا کہ دیوی کہاں ہے۔
دیکھا کہ معمولی لباس پہنے بال کھولے دیوی سادی وضع کے ساتھ ایک
کوٹے میں کھڑی ہے۔

صاحب نے پوچھا۔ ”دیوی رانی کون ہے۔ میں کس سے بات کروں۔“

نشی نے جواب دیا۔ ”مجھ سے بات کیجیے۔ میں دیوی رانی ہوں۔ دیوانے ہنس کر کہا۔ ”واہ۔ تو انگریز کو دیکھ کر مذاق کرتی ہے۔ یہ مذاق کا موقع نہیں ہے۔ لفٹ صاحب۔ یہ میری بہن ٹبری ہنس رہی ہے۔ مگر یہ ہنسی مذاق کا موقع نہیں ہے۔ آپ مجھ سے بات کیجیے۔“

دیوی رانی میں ہون۔ ”بھی کتنے لگی۔“ ”جیسا بھی کیا تو یہ چاہتی ہے کہ میری جگہ تنکا پھانسی دی جائے۔“ صاحب کی طرف مڑ کر نشی نے کہا۔ ”صاحب۔ یہ میری بہن ہے محبت کے مارے مجھے بچانا چاہتی ہے اسی لئے آپ کو دھکا دیتی ہے۔ مگر مجھ سے تو یہ نہ ہوگا کہ جھوٹ بول کر اپنی جان بچاؤں اور اس کو مصیبت میں پھنساؤں۔“ ”نشی سی جان ہے۔ تم لوگ بنگالی لی ٹرکیاں بہن ہمیں جان دینا سچے مشکل نہیں۔ چلے۔“ آپ مجھے چلے۔ دیوی رانی میں ہی ہون۔

دیوانہ بول اٹھی۔ ”صاحب تمہیں اپنے عیسیٰ مسیح کی قسم ہے کہ بے تصور کو گرفتار نہ کرنا۔ میں دیوی رانی ہوں۔“

صاحب نے غصا ہو کر رنگ راج سے پوچھا۔ یہ کیا ناما شا ہے۔ تم ٹھیک ٹھیک بتاؤ کہ دیوی رانی کون ہے۔ ”رنگ راج سمجھ گیا تھا کہ اس پھیر بدل میں کچھ بھید ہے۔ نشی کی طرف اشارہ کر کے اُس نے کہا۔ ”دیوی رانی یہی ہے۔“

اُس وقت دیوی رانی ایک طرف سے بول اٹھی۔ ”اس وقت میرا کچھ بولنا

پہلے موقع ہوگا۔ مگر یہ اندیشہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر جھوٹ بولنا ثابت ہو جائیگا تو ہم سب پر آفت آجائے گی۔ اس لئے کہنا ضروری ہے کہ اس شخص نے جو کچھ بیان کیا وہ سچ نہیں ہے۔ نشی کی طرف اشارہ کر کے یہ دیوی رانی نہیں ہے جس شخص نے اس عورت کو دیوی رانی بتلایا ہے وہ دیوی رانی کو مانگتا ہے اور مان کی طرح مانتا ہے۔ اسی لئے وہ رانی کو بچانے کے لیے اس عورت کو دیوی رانی بتلاتا ہے۔“

صاحب نے دیوی سے پوچھا۔ ”تو پھر دیوی کون ہے؟“
دیوی نے جواب دیا۔ ”دیوی مین ہوں۔“

دیوی کے اس کہنے پر نشی اور دیو اور رنگ راج اور دیوی مین جھگڑا ہونے لگا۔ نشی نے کہا۔ ”مین دیوی۔“ دیو ابولی مٹھی۔ ”مین دیوی۔“ رنگ راج نے نشی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ ”یہی دیوی ہے۔“ دیوی نے کہا۔ ”مین دیوی۔“ صاحب بہادر بڑے محفے میں پڑ گئے۔

نقشب صاحب نے سوچا کہ اس جھگڑے کو مٹانا چاہیے۔ کہنے لگے۔ ”تم دونوں مین کوئی نہ کوئی دیوی رانی ہے۔ وہ عورت تو خدا ہے وہ دیوی نہیں ہے۔ تم چالاک سے اس بات کو چھپاتی ہو کہ تم دونوں مین دیوی کون ہے۔ مگر مجھ سے تمہاری چالاک نہ چلے گی۔ مین اسوقت دونوں کو پکڑ لے جاؤں گا۔ پھر دریافت کرنے سے جو دیوی ثابت ہوگی وہی چھانی جائیگی اگر اس کا بھی ثبوت نہ ملا تو وہ دونوں کو چھانی دیجائیگی۔“

اس وقت نشی اور دیو اور رنگ راج نے کہا۔ ”اس قدر فکر کی ضرورت ہی کیا ہے۔ کیا آپ کے سامنے مخبر نہیں ہے۔ خبر کو بلائیے وہ بتلا دیگا۔ مگر دراصل دیوی رانی کون ہے۔“

دیوی کا اصل منشا یہ تھا کہ اس ترکیب سے ہر بلبلہ اس کی بھر سے پر
آجائے۔ ہر بلبلہ کی حفاظت کا انتظام جب تک نہ ہوگا اس وقت تک دیوی اپنی
جان بچانے کا انتظام نہ کریگی۔
صاحب نے دل میں سوچا کہ یہ اسے ٹھیک معلوم ہوتی ہے جو سپاہی
اس کے ساتھ آیا تھا اسکو حکم دیا کہ مجھ کو بلاؤ گا سپاہی نے ایک مہشتی کے جمعدار
سے کہا کہ مجھ کو بلاؤ۔ اب چاروں طرف بھگتی تلاش ہونے لگی۔

ساتواں باب

واقعی اس وقت ہر بلبلہ راے میدان جنگ میں موجود تھے۔ مگر خوشی
سے نہیں محض اتفاق سے۔ پہلے تو وہ دور دور رہے۔ چنانکہ کافول یاو تھا کہ
دوسینگہ واسے جانورن اور مسلح آدمیوں سے "فاصلے پر رہنا چاہیے۔ اس
قول کو یاد کر کے وہ سپاہیوں کی کشتی پر سوار نہ ہوئے۔ ایک دو گلی پر سوار ہو کر
آنھوں نے صاحب کو بھرا دکھلا دیا اور پھر وہاں سے آدھ کوس کے فاصلے پر جا کر
اپنی جان کی حفاظت کی۔ وہاں پہنچ کر دیکھا کہ آسمان پر گولی کالی آگیا ہیں
چھانی ہوئی ہیں۔ دل میں خیال کیا کہ اگر آدھی آگئی تو ڈوٹلی ڈوب جائیگی۔
اور روپے کے لالچ میں جان مفت حلی جائے گی۔ اس وقت راے نماشاے
ڈوٹلی سے اتر کر دریا کے کنارے آئے۔ مگر وہاں کنارے پر کوئی آدمی نظر نہ آیا
ہر بلبلہ تنہائی میں بہت گھبرائے۔ سانپ کا خوف۔ شیر کا ڈر۔ چور ڈاکو کا کھسکا۔
اجوت پریت کا اندیشہ۔ ہر بلبلہ بہت پریشان ہو کر سوچنے لگے کہ ہاے کیوں

ایسی آفت میں اگر مبتلا ہوا۔ سچا رہے کو اپنی مصیبت پر رونا آگیا۔
 اسی اثنائیں دفعتاً لڑائی کا شور و غل موقوف ہو گیا۔ ہر بلجہ نے خیال کیا
 کہ سپاہیوں کی ضرورت فوج ہو گئی اور وہ عورت پکڑ لی گئی۔ ورنہ لڑائی بند نہ ہوتی
 اس خیال سے ان کو تسکین ہوئی اور وہ میدان جنگ کی طرف جانے پر آمادہ
 ہوئے۔ مگر راست کا وقت۔ اندھیری چھائی ہوئی جنگ کا واسطہ۔ جاہلین تو
 کیونکر جاہلین۔ ڈوٹنگی کے طلح سے پوچھا۔ ”ہاں۔ بھیا طلح۔ یہ تو بتاؤ کہ
 اُدھر کیونکر جاہلین۔“ طلح نے کہا۔ ”جانے کی کیا فکر ہے۔ ڈوٹنگی پر سوار ہو لو
 ابھی پہنچائے دیتا ہوں۔ سپاہی لوگ پکڑ تو نہ لیں گے۔ اور اگر لڑائی پھر
 چھڑکے۔“

ہر بلجہ۔ سپاہی لوگ ہم سے کچھ نہ کہیں گے۔ لڑائی اب نہ ہوگی۔ ڈاکو گرفتار ہو گئے
 مگر اندھی پانی کی آند ہے۔ ڈوٹنگی پر چڑھتے ڈر معلوم ہوتا ہے۔

طلح۔ آندھی پانی میں ڈوٹنگی ڈوب نہیں سکتی۔
 ہر بلجہ کو طلح کی بات کا یقین نہ آیا۔ مگر مارتا کیا نہ کرنا چھوڑا ڈوٹنگی پر سوار ہوئے
 طلح کو یہ استی کی کہ بالکل کنارے کنارے ڈوٹنگی کو کے چلے۔ ڈوٹنگی ٹھوڑی
 دیر میں بجرے کے قریب پہنچ گئی۔ اسی وقت مخبر دو مخبر نامی ہر طرف سے پکار
 رہے تھے۔ ہر بلجہ بجرے پر چلے گئے اور اردلی کے سپاہی کے پاس جا کر کہا۔
 ”مخبر کو ڈھونڈتے ہو۔ مخبر ہیں ہوں۔“

سپاہی نے کہا۔ ”تم کو کپتان صاحب نے طلب کیا ہو۔“

ہر بلجہ۔ وہ ہیں کہاں۔

سپاہی۔ کمرے کے اندر ہیں۔ تم بھی وہیں جاؤ۔

جب دیہی کو ہر بلجہ کے آنے کی امید ہوئی تو اُس نے اپنے بھاگ بچنے

کی بخیر نہ کی۔ یہ کہہ کر کہ پستان صاحب کے لئے کچھ کھانے پینے کا انتظام کرے گی وہ اس کرے سے دوسرے کرے میں جا بی گئی۔
 اور ہر بلبلہ کرے میں داخل ہوئے۔ اس کی ذمیت اور دیوا اور نشی کی صورت دیکھ کر تیر ہوئے۔ صاحب کو سلام کرنے والے تھے مگر گھبراہٹ میں نشی کو سلام کیا۔ نشی نے منہس کر کہا۔ ”بندگی خان صاحب۔ مزاج شریف“ یہ سنکر دیوا نے کہا۔ ”بندگی خان صاحب میرا سلام بھی قبول ہو۔ میں اس کی رانی ہوں۔“

صاحب نے ہر بلبلہ سے کہا۔ ”یہ دونوں عورتیں فریب دینا چاہتی ہیں۔ ایک کہتی ہے کہ میں رانی ہوں اور دوسری کہتی ہے کہ میں رانی ہوں۔ میں نے تمہیں اس لئے بلایا ہے کہ تم ٹھیک بتلا سکو گے کہ دیوی رانی کون ہے۔“

ہر بلبلہ بڑی محبت میں پڑ گئے۔ دیوی کو دیکھا تو کبھی تھا نہیں۔ کرین کو کرین۔ کچھ سوچ سمجھ کر نشی کو بتلایا کہ یہی دیوی ہے۔ نشی کھلکھلا کر منہس پڑی۔ ہر بلبلہ نے اس وقت گھبرا کر دیوا کو بتلایا کہ یہ دیوی ہے۔ دیوا بھی فہم نہ ہو کر نشی پر لپٹا۔ ان ہو کر ہر بلبلہ نے پھر نشی کو بتلایا کہ وہی دیوی ہے۔ صاحب نے بڑبڑ کر کہا۔ ”تم بد ذات سو رہے۔ تم سچا بتا نہیں۔“

اس وقت دیوا کہنے لگی۔ صاحب آپ شفا نہ ہوں۔ وہ سچا بتا نہیں۔ ان کا لڑکا پچاتا ہے۔ ان کا لڑکا چھت پر بیٹھا ہے دیوا لیجے۔ وہ انہیں بچان دیکھا۔ ہر بلبلہ کو کاٹو تو بدن میں ہر نہیں۔ کہنے لگا۔ ”میرا لڑکا“
 دیوا۔ ہاں۔ سنتی تو یہی ہوں۔
 چہر۔ کون برجیشہ۔

دلیوا - بان - دی -

ہم - کہان -

دلیوا - پھت پر -

ہر - برج بہان کیوں آیا ؟

دلیوا - وہ خود کہیں گے -

صاحب نے حکم دیا کہ اُس کو بلاؤ - دلیوا نے رنگ راج کو اشارہ کیا -

رنگ راج نے پھت پر جا کر برجیش سے کہا -

دو چلو - دلیوا جاتی ہے -

برجیش راوتر کر کرے میں آیا - صاحب نے برجیش سے پوچھا -

"تم دیوی رانی کو پہچانتے ہو"

برج - پہچانتا ہوں -

صاحب - دیوی یہاں ہے -

برج - نہیں -

صاحب - کیا ان دونوں میں ایک بھی دیوی رانی نہیں ہے -

برج - یہ ان کی خادما ہیں -

صاحب - تم دیوی کو اچھی طرح پہچانتے ہو -

برج - بہت اچھی طرح -

صاحب - اگر ان دونوں میں کوئی دیوی نہیں ہے تو دیوی اس بجے پر

کہیں نہ کہیں ضرور چھپی ہوگی - شاید وہی خادما دیوی ہو - میں بجرا

تلاش کرتا ہوں تم جلد نشان دہی کرو - چلو

برج - تم کو بجز تلاش کرنا بہ تلاش کرو - میں کیوں نشان دہی کرنے لگا -

صاحب کے تیور بدل گئے۔ ڈپٹ کر کہنے لگے: ”کیوں یہذا؟ تم مجھ نہیں پہنچاؤ۔ وہ نہیں کہہ کر جو جیشیر نے صاحب کے منہ پر ایک تھپڑ ماری تو اسے مارا۔“
 ”ہاے یہ کیا کیا۔ یہ کیا کیا۔ بڑا غضب ہو گیا“ کوکھ پر ہاتھ رکھ کر پڑا۔
 باہر سے جمعہ مارنے کہا۔ ”حضور۔ طوفان اٹھا۔“

ساتھ ساتھ کی آواز سے معلوم ہوا کہ بڑے زور و شور کے ساتھ آندھنی آرہی ہے جس وقت برجیشیر نے صاحب کے تھپڑ مارا تھا ٹھیک اُسی وقت کمرے کے اندر سے سکھ بچے کی آواز آئی۔

بچے کا لنگر تو ڈالنا لگ گیا تھا۔ صرف دو سپون کے ذریعہ سے منہ میں بھر رہا تھا۔ اس منہ کے پاس دو ملاح بیٹھے تھے۔ جیسے ہی سکھ بچاؤں دونوں ملاحوں نے ریاں کھول دیں اور خود ایک کو بچے پر سوار ہوئے۔ کنارے پر جو سپا ہی بچے کو گھیرے ہوئے تھے انھوں نے ان ملاحوں کے مارنے کیلئے سنگینیں اٹھائیں۔ مگر ان کے ہاتھوں کی سنگینیں ہاتھوں ہی میں رہ گئیں اور چشم زدن میں کچھ کا کچھ ہو گیا۔ دیوی نے وہ ترکیب کی کہ ایک پل میں کمپنی کے پانچ سو سپا ہون پر فتح حاصل ہو گئی۔

پیشتر ذکر ہو چکا ہے کہ بچے کے چار پال لیٹے ہوئے تھے۔ یہ ذکر بھی ہو چکا ہے کہ نشی اور دیوانے باہر آکر ملاحوں کو کچھ بدلتی تھیں۔ انھیں ہدایتوں کے مطابق دو ملاح منہ کے پاس۔ چار ملاح پال کی ٹووریوں کے پاس۔ اور آؤر ملاح حسب ضرورت اپنے اپنے موقع پر مستعد بیٹھے ہوئے تھے۔

سکھ کی آواز ہوتے ہی پال کھول دی گئی۔ پالوں کے کھلتے ہی بہت زور و شور کی آندھی بھی وہاں پہنچی اور بلیک مارنے مارنے پالوں میں ہوا بھر گئی۔
 بجرامڑا۔ دو سپا ہون نے سنگینیں اٹھائی تھیں۔ جب تک سنگینیں اڑتی

ہوئیں بچے کا منہ پکاس ہاتھ کے فاصلہ پر پہنچ گیا۔ بچہ اڑا آندھی کا دھکاس
زور سے لگا کہ بچہ اتر چھا ہو گیا۔ قریب تھا کہ ڈوب جائے۔ لکھنے میں اتنی دیر لگی۔
مگر یہ باتیں اگلے بل میں واقع ہوئیں۔

برجیش کے ٹھکانے کے جواب میں صاحب نے گھونٹے تانا تھا۔ ہاتھ اٹھاتے
اٹھاتے یہ سب حالتیں واقع ہوئیں۔ صاحب کا گھونٹے تانا رہ گیا اور جھگڑے کے
ساتھ دفعہ میں بچہ ایسا ترچھا ہوا کہ صاحب بہادر سختی باندھے ہوئے دیوا
کے قدموں پر دم سے گر پڑے۔ برجیش بھی صاحب کے اوپر گر اور رنگ راج
برجیش کے اوپر برجیش کیلے نوشی کے اوپر گرا گر وہاں سے لٹکھٹکا ہوا چلا گیا اور
رنگ راج کے جوتے میں اٹک گیا۔ وہ سمجھا کہ بچہ اڑا ہوا اور سب کی جانیں
سکین۔ مگر پھر اڑا یا نہیں۔ ترجیحا ہر کچھ سیدھا ہوا۔ آندھی کے زمانے میں بجلی
کی طرح چلا۔ جو لوگ گر کر گرے تھے وہ پھر اٹھ کے کھڑے ہوئے۔

صاحب نے پھر گھونٹے تانا۔ مگر صاحب کی فوج جو یانی میں کھڑی تھی اسکے
اوپر ہو کر بچہ اگڑ گیا۔ بہتوں نے یانی میں غوطہ لگا کر اپنی جان چائی بعضوں نے
بچے کو مرنے ہوئے دیکھ کے بھاگ کر جان چائی۔ بعضوں کے چوٹ اگئی
مگر جان کسی کی بھی تلف نہ ہوئی۔ کشیان بھرے کی جھپٹ میں اگر ڈوب
سکین۔ وہاں پر پانی بہت زیادہ نہ تھا اور بھی زبردست تھی۔ بہر حال
سب کی جانیں بچ گئیں۔ مگر بچہ پھر کسی کو نظر نہ ہوا۔ تیر کی طرح اس آندھی
میں بچہ غائب ہو گیا۔ پامیوں کا دل تتر بتر ہو گیا۔ دیوی نے فتح حاصل کی
لفٹ صاحب اور برجیش گرفتار ہو گئے۔ حکم زندہ میں لڑائی فتح ہوئی۔
اس خیالی میں دیوی نے آسمان کی طرف دیکھ کر کہا تھا۔ وہ برجیش ہاری
حفاظت کا سامان کر رہا ہے۔

اکھوان باب

بجرا زور و شور سے پانی کاٹتا ہوا جا رہا تھا۔ آنہ صی کی آواز بھی خوفناک تھی۔ بجرا بہت ہی مضبوط بنا ہوا تھا۔ ملاح بھی اگلے درجہ کے پوشیاد تھے۔ بجرا کے سوار جو لڑکھڑا کے گرے تھے اب سنبھل کر اٹھ بیٹھے۔ ہر بلجیہ منہ کاٹے جینیو ہاتھ میں لے کر درگا کے نام کا جب کرنے لگے کہ بجرا ڈوبنے نہ پائے۔ صاحب بہادر نے جس گھونٹہ کو ملٹوی کر دیا تھا اُس کو پھرتانا۔ برجیشیر نے ہاتھ پکڑ لیا۔ ہر بلجیہ نے اپنے لڑکے سے جھڑک کر کہا۔

”یہ کیا کرتا ہے۔ صاحب پر ہاتھ ڈالتا ہے۔“

برجیشیر نے جواب دیا۔ ”میں صاحب پر ہاتھ ڈالتا ہوں کہ صاحب مجھ پر ہاتھ چلاتا چاہتے ہیں۔“

ہر بلجیہ نے صاحب سے کہا۔ ”دعہ فور یہ لڑکا ہے۔ ابھی ناک تیز تھیں آئی آپ اُس کی خطا کو عاف کر دیں۔“

صاحب نے جواب دیا۔ ”یہ لڑکا بد معاش ہے۔ اگر ہاتھ جوڑ کر معافی مانگے تو میں معاف کر سکتا ہوں۔“

ہر بلجیہ۔ برج۔ ہاتھ جوڑ۔ ہاتھ جوڑ کر صاحب سے معافی مانگ۔

برج۔ صاحب۔ ہم لوگ نہ وہیں۔ اپنے باپ کا حکم سنیں ٹال سکتے ہیں ہاتھ جوڑ کر آپ سے معافی مانگتا ہوں۔

صاحب خوش ہوئے کہ برجیشیر نے اپنے باپ کا کہنا مان لیا اور

اُس کو معاف کر دیا برعکس کا ہاتھ پکڑ کر بلایا۔ برعکس کی چودہ پشت کو یہ معلوم نہ تھا کہ وہ شیک ہیٹ، کس کو کہتے ہیں۔ وہ متعجب ہوا۔ پھر دل میں سوچا کہ ایسا نہ ہو کہ صاحب سے پھر چھڑ جائے۔ برعکس وہاں سے اٹھ کر کمرے کے باہر چلا گیا۔ ہوا کا زور تھا بارش نہ تھی۔ رنگ راج بھی کمرے سے باہر نکل آیا اور دروازے سے پیٹھ بٹھا کر بیٹھ گیا۔ وہ نوٹوں طرف کی خبر داری تھی۔ اُس وقت ہوشیار رہنے کی ضرورت بھی تھی کیونکہ بھراڑے زناٹے ہیں چار ہاتھ۔ نہ معلوم کس وقت کیا آفت آجاتی۔

ہوا اٹھ کر دیوی کے پاس چلی گئی۔ مردوں کے کمرے میں زیادہ دیر ٹھہرنے کی ضرورت نہ تھی۔ کتنی دھن ٹھہری رہی۔ کسی غرض سے اُس نے اپنے سب کام شری کرشن کے حوالے کر دئے تھے۔ اس لیے ہمت بھی حد سے زیادہ تھی۔

صاحب پھر چاندی والی کرسی پر بیٹھ گئے۔ بیٹھ کر سوچنے لگے۔ وہ معلوم نہیں کہ ان ڈاکوؤں کے ہاتھ سے کب نجات ملے گی۔ جس کو گرفتار کر لے آیا تھا اُس نے خود مجھی کو گرفتار کر لیا۔ عورتوں نے مجھ پر فتح حاصل کی۔ اب انگریز بھائیوں کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ میرا پھر کرنے جانا ہی اچھا۔

ہر بلبلہ راسے سنبھل کر نشی کی سند کے قریب بیٹھ گئے۔ دیکھا نشی نے کہا۔ وہ آپ تھوڑا سا سو لیجیے۔

پھر۔ آج کہیں نیند آتی ہے۔
نشی۔ آج اگر نیند آئی تو پھر بس۔

پھر - پھر بس کیا -
نشی - پھر تم کو سونے کے لئے دن کہاں نصیب ہوگا -
کیون -

نشی - آپ دیوی رانی کو گرفتار کرانے آئے تھے -
پھر - تو - تو - تم - کیا جانتی -
نشی - معلوم ہے کہ اگر رانی گرفتار ہو جائیں تو کیا ہوتا -

پھر - نہ - نہ - تو - کیا - معلوم -
نشی - دیوی نے تمہارا کچھ بگاڑا نہ تھا - بلکہ وقت پر تمہاری بڑی اردو
کی تھی - جس وقت تمہاری ذات اور تمہاری جان جاری تھی
اُس وقت پچاس ہزار روپیہ دے کر تم کو بچایا اُس کے
صلے میں تم نے یہ کوشش کی کہ دیوی کو پھانسی ہو جائے بناؤ
تو تمہارے لائق کون سی سزا ہے -

پھر بلجھ نے کچھ جواب نہ دیا -
نشی کہنے لگی - دو مہینہ وہی کہہ رہی تھی کہ اگر سمونا نہ تو اس وقت
سولو - اب پھر رات کا منہ دیکھنے کو نہ ملے گا - بناؤ تو پھر اکسان
جارہا ہے -

پھر بلجھ کے منہ سے بات مٹکنے کی طاقت نہ تھی -
نشی پھر کہنے لگی - دو ایک مہینہ ہے جس کو ڈاکوؤں کا سان
کہتے ہیں - ہم لوگ جس کو جان سے مارنے میں اُس کی جان و مہینہ جا کر
بیٹے ہیں - پھر وہیں جارہا ہے - اُسی جگہ صاحب کو پھانسی دیکھنے لگی
رانی جی نے حکم دے دیا ہے - تم کو معلوم ہے - کہ تمہارے بارے

کیا حکم ہوا۔“
 برہمچریہ نے لگا۔ دو ہاتھ جوڑ کر بولا۔ میری جان بچاؤ۔ نشی نے کہا
 ایسا پانی کون ہوگا جو تمہاری جان بچائے گا۔ تم کو سولی پر چڑھا دینے
 کا حکم ہو گیا ہے۔“ برہمچریہ پھوٹ پھوٹ کے رونے لگا۔ طوفان کے شور و غل
 میں اُس رونے کی آواز برہمچریہ یا دیوی کے کانوں تک نہ پہنچی۔ صاحب
 نے وہ آواز سنی۔ صاحب نے باتیں نہ سن پائی تھیں۔ مگر رونے کی آواز
 سنی۔ صاحب نے ڈانٹ کر کہا۔ دو کیوں روتا ہے۔ ابو۔ ایک
 دن ضرور مرنے ہے۔“

برہمچریہ نے اس بات کا خیال نہ کیا۔ بیچارہ بوڑھا برہمن ہاتھ
 جوڑ کر نشی سے کہنے لگا۔ کوئی ایسی ترکیب بتاؤ کہ میری جان بچ جائے۔
 نشی۔ تم ایسے موزی کی بچا کر کون گناہگار ہو۔ ہماری رانی بہت رحیم
 ہیں مگر تمہارے لئے اُن سے کون سفارش کرے۔

ہر۔ بین لاکھ روپیہ دوں گا۔
 نشی۔ ٹھہری ہے تمہاری اوقات پر۔ کہتے ہوئے شرم بھی نہیں آتی
 پچاس ہزار کے لئے تو ایسا پاہی کام کیا اور پھر لاکھ روپیہ کی بات
 کرتے ہو۔

ہر۔ مجھ سے جو کہو گی میں وہی کروں گا۔
 نشی۔ تم ایسے موزیوں سے کیا کام ہو سکتا ہے۔ اچھا۔ میں جو
 کہوں وہ کرو گے۔
 ہر۔ ذیل سے ذیل شے کچھ کام آسکتی ہے۔ اچھا بتاؤ مجھے کیا کرنا ہوگا۔
 میں حاضر ہوں میری جان کسی طرح بچاؤ۔

نشئی رکچہ ویرتاک سوچنے کے بعد تمھارے ذریعہ سے ممکن ہے
مگر چار ایک کام نفل کے۔ مگر تم ایسے لوگوں سے وہ کام نہ لینا
ہی اچھا۔

بیر۔ میں تمھارے ہاتھ جوڑتا ہوں تمھارا ہاتھ تمام کرکٹا ہوں۔
بیر بلیجہ کے جو اس ٹھکانے نہ تھے۔ اُس نے برجوا سی میں نشئی کا
چکنا چکنا سٹول ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھام لیا۔ نشئی نے پہلے اپنا ہاتھ
ٹسایا۔ پھر کہنے لگی۔ وہ ہوش میں آو۔ یہ ہاتھ شری کرشن کے حوالہ کر چکی
ہوں۔ خیر۔ اگر تم کو ایسی ہی پریشانی ہے تو میں تمھارے لئے کوشش
کروں گی۔ مگر اس کا یقین نہیں ہوتا کہ تم جو کچھ وعدہ کرو گے اُسکو پورا بھی
کرو گے۔ تم فریبی۔ وغا باز۔ پانی آدمی۔ تجری کرتے پھرتے ہو۔ تمھاری
بات کا اعتبار ہی کیا۔

بیر۔ تم جو کو وہ قسم کھانے کے لئے میں تیار ہوں۔

نشئی۔ تمھاری قسم کیا۔ اچھا۔ تو کیا قسم کھاؤ گے۔

بیر۔ نشئی اور گنگا ابل دے دو۔ میں چھو کر قسم کھاؤں گا۔

نشئی۔ بر جیشر کے سر پر ہاتھ رکھ کے قسم کھاتے ہو۔

بیر بلیجہ تھلا سا گیا۔ سننے لگا دو تم جو چاہو کرو۔ مگر مجھ سے یہ نہ ہو گا۔ مجھے
اس کے معاف کرو۔

نشئی۔ خیر۔ تم کو قسم کھانے کی ضرورت نہ ہو گی۔ تم ہمارے اختیار میں

ہو۔ سنو میں بڑے اعلیٰ درجے کے برہمن کی بیٹی ہوں۔ ہمارے

خاندان والوں کو اسی درجے کا دولہا ملنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ میری

شاہی تو ہوئی رہنا ظہرین کو معلوم ہے کہ یہ جھوٹ تھا، مگر میری چھوٹی بہن

بن بیاہی ہے۔

ہر۔ عمر کیا ہوگی۔

نشئی۔ پچیس تیس برس کی۔

ہر۔ اچھے برہمنوں کی لڑکیاں اکثر اتنی عمر کی ہوجاتی ہیں۔

نشئی۔ میری بہن کی عمر زیادہ ہوگئی۔ اگر اب شادی نہ ہوئی تو خواہ مخواہ

نیچے درجہ والوں کے گھر بیاہنا پڑے گا۔ تمہارا خاندان میرے

باپ کے خاندان سے برابر درجے کا ہے۔ اگر تم میری بہن سے

شادی کرلو تو میں رانی جی سے کہہ تمہاری جان بچا لوں۔

ہر بلجہ کے سر سے پہاڑ اوتر گیا۔ صرف ایک اور شادی ہی تو کرنی ہوگی

اچھے برہمن کے لئے یہ کوئی مشکل کام نہیں۔ بیوی کی عمر زیادہ سہی

چند ان ہرج نہیں۔ جس جواب کی اب نشئی کو تھی وہی جواب ہر بلجہ

نے دیا۔ اُس نے کہا۔

وہ یہ کون مشکل بات ہے۔ اعلیٰ خاندان کی عزت رکھنا اعلیٰ

خاندان والوں ہی کا کام ہے۔ مگر ایک بات ہے۔ میں ہوا بوڑھا

اب بیاہ کرنے کی عمر نہیں رہی۔ اگر میرے لڑکے سے شادی ہو جائے

تو کیا ہرج۔

نشئی۔ وہ راضی ہوں گے۔

ہر۔ میرے کہنے سے منظور کر لے گا۔

نشئی۔ تو کل صبح اُن کو اجازت دے کر آپ چلے جائیں۔ میں پانکی

اور کہا رمنگا دون گی۔ آپ پانکی پر گھر چلے جائے گا۔ آپ بیشتر

جا کر مکان پر نئی بہو کے آنے کی دعوت کا انتظام کر رکھے گا۔ ہم لوگ

شادی کے بعد دولہا دھن کو ایک ساتھ بھیج دینگے۔
ہر بلجھ کی جان میں جان آگئی۔ کمان سولی پر چڑھائے جاتے تھے
کمان نچی ہو کی آمد کی دعوت کے لئے انتظام کی ٹھہری۔ اب ہر بلجھ سے
انتظار نہیں ہو سکتا۔ کہنے لگا۔ دو تو تم جا کر یہ سب حال رانی نچی سے
کہاؤ۔

نشی وہاں سے اٹھ کر دوسرے کمرے میں چلی گئی۔
نشی کے جانے کے بعد صاحب نے ہر بلجھ سے پوچھا۔ ”یہ عورت
تم سے کیا پوچھتی تھی“

ہر۔ کوئی ایسی بات نہ تھی۔

صاحب۔ تم روتے کیوں تھے۔

ہر۔ کمان۔ میں تو تہین روتا تھا۔

صاحب۔ ہنگامی بڑا جھوٹا ہوتا ہے۔

”دھن نشی جب دوسرے کمرے میں گئی تو دیوی نے پوچھا۔

”میرے سسر سے اتنی کیا باتیں کر رہی تھیں؟“

نشی۔ میں کوشش کر رہی تھی کہ دیکھوں بین تمھاری ساس بہن سکتی
ہوں یا نہیں۔

دیوی۔ تم اپنی جان۔ اپنا دل۔ اپنا جسم۔ اپنی جوانی سب
شری کرشن کے حوالے کر چکی ہو۔ مگر تمھاری شرارت ابھی تک
تمھارے ہی پاس موجود ہے۔

نشی۔ دیوتا کو اچھی اچھی چیزیں دیتے ہیں۔ خواب چیز نہیں دیتے۔
دیوی۔ تم جہنم میں جاکر مرو گئی۔

نوان باب

طوفان موقوف ہو گیا۔ پھرے کی رفتار کم ہو گئی۔ دیوی نے بھرے کی کھڑکی سے دیکھا کہ صبح کا آغاز ہے۔ سنسنی۔

”نشی آج تیری صبح مبارک ہے۔“

نشی نے کہا۔ ”میرے لئے بھی صبح مبارک ہے۔“

دیو ابولی۔ ”تھارا تو خاتمہ ہے۔ میرے لئے یہ صبح مبارک ہے۔“

نشی۔ جس روز میرا خاتمہ ہو گا میں اسی صبح کو مبارک سمجھوں گی۔
آج دیوی رانی کے لئے مبارک صبح ہے کیونکہ آج سے دیوی رانی کا خاتمہ ہے۔

دیو ا۔ این۔ لگی۔ یہ کیا کہتی ہے۔

نشی۔ سچ کہتی ہوں۔ دیوی رانی مر گئیں۔ اور پھر پھل سسرا چلیں۔
دیوی۔ اس میں ابھی دیر ہے۔ اچھا بھرے کو رکھو ادو۔

نشی نے حکم جاری کیا۔ ملاحون نے کنارے لگا کر بھرا باڑھ دیا۔

دیوی نے کہا۔ ”رنگ راج سے دریافت کرو کہ ہم لوگ کس نظام پر ہیں۔ یہاں سے رنگ پور کتنی دور ہے۔ اور بھوت ناتھ کتنی دور۔“

رنگ راج سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ بکرا ایک رات میں چار دن کی راہ طے کر آیا۔ رنگ پور وہاں سے کئی منزل ہے اور خشکی

کی راہ سے بھوت ناتھ ایک دن کی راہ ہے۔ دیوی رانی نے دریافت کیا کہ پانگی اور گمار وہاں میٹھے۔ رنگ راج نے کہا کہ کوشش کرنے سے

مل سکتے ہیں۔ اُس وقت دیہی نے نشی سے کہا کہ ہر بلبجہ کو بھرے سے نیچے اوتار کر کہہ دو کہ اشن دھیان سے فارغ ہو جائیں۔
 نشی نے رنگ راج کو بلایا اور ہر بلبجہ کے سامنے کھنے لگی۔
 صاحب کو پھانسی دی جائے گی۔ اس برہمن کو ابھی سولی پر چڑھانے کی ضرورت نہیں۔ اس کے ساتھ پرے والے کو بھی جسد اور بری اشن دھیان سے فراغت کر آئیں۔

ہر بلبجہ کھنے لگا۔ دو کچھ میرے لیے حکم ہوا۔
 نشی نے آنکھ مار کر کہا۔ دو میری عرض منظور ہو گئی ہے۔ تم فراغت پا کے آ جاؤ۔

نشی نے رنگ راج کے کان میں کہہ دیا۔ پرے والوں سے یہ منشا ہے کہ نہ لانے دھلانے کے لئے خد شکار ساتھ کر دو۔ اسی طور پر رنگ راج نے انتظام کر دیا۔

اُس وقت دیہی نے نشی سے کہا۔ مہاب کہہ دو کہ صاحب کو چھوڑ دین صاحب سے کہہ دو کہ رنگ پور واپس جائیں۔ رنگ پور یہاں سے بہت فاصلے پر ہے سو اشرقیان سفر خرچ کے لئے دلو اور دو۔

نشی نے سو اشرقیان سے کہہ رنگ راج کو دین اور رانی جی کا حکم بتا دیا۔ اُس حکم کے علاوہ نشی نے اور بھی کچھ ہدایتیں رنگ راج کو کیں۔
 رنگ راج دو برقی اندازوں کو ساتھ لیکر آیا اور صاحب سے کہا دو اٹھو۔

صاحب۔ کہاں جانا ہوگا۔
 رنگ۔ قیدی کو ان باتوں کے پوچھنے سے غرض۔

صاحب چپ چاپ رنگ راج کے پیچھے پیچھے چل دئے اور اُن کے ساتھ ساتھ دونوں برقی انداز۔ جس گھاٹ پر ہر بلبلہ ہمارا تھا اسی گھاٹ کی طرف سے وہ لوگ گزرے۔

ہر بلبلہ نے پوچھا۔ دو صاحب کو کہاں لئے جاتے ہو؟
رنگ۔ اسی جنگل میں۔

کیون۔
رنگ۔ جنگل میں۔ لے جا کر اُن کو پھانسی دی جائیگی۔
ہر بلبلہ کا بدن کانپ اٹھا۔

صاحب کو جنگل میں لے جا کر رنگ راج نے کہا۔
”وہم لوگ کسی کو پھانسی نہیں دیتے۔ تم اپنے گھر جاؤ۔ ہمارا بیچا چھوڑو ہم نے تم کو رہا کیا۔“

پہلے تو صاحب کو بڑی حیرت ہوئی۔ پھر دل میں خیال کیا کہ بنگالی کی اتنی ہمت کہاں کہ صاحب کو پھانسی دے؟ اُس کے بعد رنگ راج نے کہا۔ دو صاحب۔ رنگ پور یہاں سے بہت دور ہے۔ جاؤ گے کیسے۔
صاحب۔ دیکھو ن کیسے جاؤں۔

رنگ۔ کشتی کرایہ پر لے لو۔ یا گاؤں میں جا کر ایک گھوڑا خریدا لو۔ یا پالکی کر لو۔ چارمی رانی نے تم کو سفر خرچ کے لئے ایک سو اشرفیان عنایت کی ہیں۔

رنگ راج گن گن کر اشرفیان دینے لگا۔ صاحب نے صرف پانچ اشرفیان لئے لیے۔ باقی اشرفیوں سے انکار کیا کہنے لگا۔ ”یہ بہت کافی ہے یہ اشرفیان بھی میں قرض لیتا ہوں۔“

رنگ - بہتر۔ اگر ہم آپ سے قرعہ وصول کرنے جائیں تو مع سود کے
دیدینا اگر مختار کوئی سپاہی نہ بھی ہوا ہو تو اس کو بھیج دینا اور اگر کوئی
سپاہی مر گیا ہو تو اسے وارث کو بھیج دینا۔

صاحب - کیوں۔

رنگ - رانی جی اُن لوگوں کے ساتھ کچھ سلوک کریں گی۔

صاحب کو اعتبار نہ آیا۔ اُس نے ہاں نہیں کچھ جواب نہ دیا اور وہاں
سے چل کھڑا ہوا۔

وہاں سے رنگ راج پانکی اور کماروں کی تلاش میں گیا۔ نشی نے
اس بارے میں کہا۔ یا تھا۔

دسوان باب

جب میدان صاف پایا تو برہیشر اٹھکر آہستہ آہستہ دیوی کے پاس آ بیٹھا۔
دیوی نے کہا۔

”اچھا ہوا کہ تم آ گئے۔ تمہارے بے پوچھے ہوئے آج کا کام نہیں ہو سکتا
تم نے حکم دیا تھا کہ اپنی جان بچالو۔ اسی وجہ سے میں نے اپنی جان بچائی
دیوی رانی تو مر گئی اب زندہ نہیں ہے۔ مگر پر پھل زندہ ہے۔ یہ بتاؤ
کہ پر پھل رہے یا دیوی رانی کے ساتھ جائے۔“

برہیشر نے بڑی محبت سے پر پھل کو پیار کیا اور کہنے لگا۔

”وہ تم چلکر میرے گھر کو روشن کرو۔ اگر تم نہ جاؤ گی تو میں بھی نہ جاؤں گا۔“

پہلے۔ اگر میں گھر گئی تو تمہارے والد کیا کہیں گے۔
 برج۔ یہ میرا ذمہ ہے۔ تم انتظام کر کے ان کو پیشتر روانہ کر دو یہ لوگ
 ان کے بعد جائیں گے۔

پہلے۔ بالائی اور کھار لینے کے لئے ایک آدمی بھیجا ہے۔
 تھوڑی دیر میں بالائی اور کھار آ گئے۔ ہر بلجہ بھی اسٹان دھیان سے
 فارغ ہو کر بچے پر آگیا۔ دیکھا کہ نشی ان کے کھانے کے لئے کھیر۔ بالائی۔
 اکھن۔ ام۔ کیلا وغیرہ ایک تھالی بن سجا رہی ہے۔ نشی نے بڑی خاطر
 سے اس کو کھانے کے لئے بٹھلایا۔ کہنے لگی۔
 دو اب آپ میرے رشتہ دار ہو گئے۔ بغیر منہ جو ٹھلے نہ جاتے
 پاپے گا۔

میر۔ برجیشہر کمان ہے۔ کل رات سے اُسے نہیں دیکھا۔
 نشی۔ وہ میرے بہنوئی ہوں گے۔ آپ ان کی فکر نہ کریں۔ وہ بہن
 موجود ہیں۔ آپ کچھ کھائیے میں ان کو بلائے دیتی ہوں آپ
 ان سے وہ بات کمر لیجئے۔

ہر بلجہ نے کھانا شروع کیا۔ نشی برجیشہر کو بلالائی۔ برجیشہ کو کمرے
 کے اندر سے اگلتا ہوا دیکھ کر ہر بلجہ کو کسی قدر تعجب ہوا۔ مگر ہر بلجہ نے
 خیال کیا کہ دو میرا چاند سا لڑکا دیکھ کر یہ ڈاکو عورتیں اُس پر خریفستہ
 ہو گئیں۔

برجیشہر سے ہر بلجہ نے کہا۔ ”مجھے ذرا بھی خبر نہیں کہ تم کیوں نہ آ گئے
 تھے۔ خیر۔ کچھ مضائقہ نہیں۔ میں نے اس وقت ایک درخواست منظور
 کر لی ہے تم کو اُسے بجالانا ہوگا۔ یہ عورت بہت اچھے خاندان کی ہے۔

ان کی ایک بن بیاہی بن ہے۔ کوئی اچھی نسبت قرار نہ پائی۔ اب خاندان میں دھبہ لگتا ہے۔ اچھے خاندانوں کی آبرورکھٹا اچھے خاندان والوں یہی کام ہے اور میری یہ بھی خوشی ہے کہ تمھاری آب اور شاہی ہو جائے۔ تمھاری مان کی بھی یہی خواہش ہے۔ بڑی بہو کے مرنے کے بعد سے ہم لوگوں کی یہی مرضی تھی۔ میں خوشی سے اجازت دیتا ہوں کہ تم ان کی بہن سے بیاہ کر لو۔

برجیش نے دبی زبان سے کہا۔ ”جو ارشاد ہو“۔
ننھی کو بہت ہنسی آئی مگر اُس نے ضبط کیا۔ ”بہجہ کہنے لگے۔“ ”ہرے لے پاللی اور کہا آگئے ہیں۔ میں جا کر دعوت کا انتظام کرتا ہوں۔ تم حسبِ قاعده بیاہ کر کے بہو کو لیکر آ جانا۔

برج۔ جو ارشاد ہو۔
میر۔ اور باتوں کے کہنے کی تم سے ضرورت نہیں۔ تم خود سمجھ دار ہو۔ تم خود ہی حسبِ نسب ذات بات دیکھ کر شادی کر دے۔ کسی قدر آہستہ آواز سے، اور شادی میں ہم لوگوں کو جو کچھ ملتا ہے۔ اس کا حال بھی تو معلوم ہوگا۔

برج۔ جو ارشاد ہو۔
میر۔ بہجہ کھاپی کر رخصت ہوا۔ برج اور ننھی نے اُس کے قدم چھوئے پاللی پر سوار ہو کر برجہ کی جان میں جان آئی۔ سوچنے لگا۔ دولٹ کا ان کو عورتوں کے ہاتھ میں رہ گیا۔ کچھ اندیشہ کی بات نہیں وہ خود کوئی راستہ نکال لے گا۔ اچھی صورت کا چلے بول بالا ہے۔“

برہمچر روانہ ہو گیا۔ برہمچر نے نشی سے پوچھا۔ "دو یہ بات کیا تھی۔
تمہاری چھوٹی بہن کون۔"

نشی۔ "بچاے نہیں۔ اس کا نام ہے پھل۔"

برج۔ "خوب۔ اب سمجھا۔ مگر کرنا کو تم نے راضی کیونکر کر لیا۔"

نشی۔ "عورتوں میں بہت گن ہوتے ہیں۔ کیا کہوں چھوٹی بہن کی

ساس بننا ٹھیک نہیں۔ ورنہ میں ان کو ایک اور بات پر بھی

راضی کر لیتی۔"

دیوا بگڑ کر کہنے لگی۔ "دو تو غارت ہو۔ شرم لحاظ کچھ باقی نہیں۔ بھلا

مردوں سے بھی کوئی ایسی باتیں کرتا ہے؟"

نشی۔ "بہان مرد بے کون۔ کون برہمچر۔ کل مردی معلوم ہو گئی۔"

برج۔ "کل کی بات تھی۔ مگر تم نے آج عورتوں کی طرح بے عقلی کا کام

کیا یہ بات اچھی نہ ہوئی۔"

نشی۔ "کیون۔"

برج۔ "اپنے باب سے دھوکا نہیں چلتا۔ کیا تم سمجھتی ہو کہ باب کی

آٹکھ میں دھوکا جھونک کے اور چھوٹی باتیں کہہ کے میں بیوی کو گھر

میں لے جا کر رکھوں گا۔ اگر باب کو دھوکا دیا تو دنیا میں اور ایسا

کون شخص ہے جس کے ساتھ میں فریب نہ کروں گا۔"

نشی سٹٹا گئی۔ "دل ہی دل میں کہنے لگی کہ واقعی برہمچر مرد

ہے۔ صرف اسی کو مرد نہیں کہنے جو لالچی چلانے میں ہوشیار ہو۔ نشی

کہنے لگی "دو پھر اب کیا ہو؟"

برج۔ "میں فکر کروں گا۔ پھر پھل کو گھر لے جاؤں گا اور سارا قصہ

اپنے باپ سے بیان کروں گا۔ دھوکا دھڑی سے کام نہیں چلتا۔
نشی۔ اگر تم نے سب حال کہا ریا تو کیا تمھارے باپ دیوی رانی کو گھر
بین گھسنے دیں گے۔

دیوی کہنے لگی۔ ”دیوی رانی کون ہے۔ وہ تو مر گئی۔ اب کبھی اس
دنیا میں اُس کا نام زبان پر نہ لانا۔ پر پھیل کا ذکر کرو گے۔
نشی۔ کیا وہ پر پھیل کو گھر میں رہتے دیں گے۔
برج۔ میں تو کہہ چکا کہ یہ میرا ذمہ ہے۔
پر پھیل کو اطمینان ہو گیا۔ وہ جانتی تھی کہ اگر برجیشیر کے امکان میں
نہ ہوتا تو وہ کبھی اس بات کو اپنے ذمہ نہ لیتا۔

گیارھواں باب

بھوت ناتھ جانے کا انتظام شروع ہوا۔ یہ طے پایا کہ رنگ راج
دھین سے رخصت کر دیا جائے۔ کیونکہ برجیشیر کے جربان اُسے سب کو
پہچانتے تھے۔ رنگ راج کو بلا کر سب باتیں ظاہر کر دی گئیں۔ کچھ نشی
نے کہا اور بہت سی باتیں پر پھیل نے کہیں۔ رنگ راج کی آنکھوں
سے آنسو جاری تھے۔ کہنے لگا۔ ”وہاں۔ ہم لوگوں کو اس بات کی
ذرا بھی خبر نہ تھی کہ آپ ہیکو چھوڑ دیں گی۔ سب نے ملکر رنگ راج
کی تسفی لی۔ پر پھیل نے رنگ راج کو کچھ روپیہ دینا کے کاموں
کے لئے دیا۔ سننے لگی۔

”دو بیبی گڈھ جا کر قیام کرو۔ وہاں میرا مکان ہے۔ وہاں دیوتاؤں کا
 کی خدمت کرنا اور پرشاد دکھا کر دن کاٹنا۔ اب لہجی لائٹھی کام میں نہ لانا
 تم جس کو دوسرے کی بھلائی خیال کرتے ہو وہ دراصل دوسرے کو
 ایذا پہونچانا ہے۔ لائٹھی کے ذریعہ سے اور لوگوں کے ساتھ بھلائی
 نہیں ہوسکتی۔ خراب آدمیوں کو اگر راجہ سزا دے سکے تو ایشور
 دے گا۔ ہم تم سزا دینے والے کو بھلے آدمیوں کے ساتھ بھلائی
 کرنے کا بار اپنے سر لینا۔ مگر خراب آدمیوں کو سزا دینے کا بار ایشور
 چھوڑنا۔ یہ سب باتیں میری طرف سے پانچک بجی سے بھی کہہ دینا۔
 اور ان سے میرے ہزاروں پرنام کہنا۔“

رنگ رانج روتا ہوا رخصت ہوا۔ دیوا اور نشی پر پھل کے
 ساتھ ساتھ بھوت ناتھ کے گھاٹ پر چلے۔ یہ طے پایا کہ وہ اسی
 بجر کے پر دیوی گڈھ چلی جائیں اور وہاں رہ کر دیوتاؤں کا پرشاد
 کھائیں اور ہر نام جپیں۔ بجر کے پرست سا سامان امارت کا تھا۔
 وہ سب پر پھل لے دیوا اور نشی کو دے دیا۔ یہ کہا کہ ”اس سب
 کو بیچ کر تم سب ضرورت خرچ کرنا۔ جو کچھ باقی بچے وہ غریبوں محتاجوں
 کو دینا۔ اس مال میں میرا کچھ نہیں ہے۔ میں اس میں سے کچھ نہ لوں گی۔“
 یہ کہہ کر پھل نے اپنی بیش بہا پوشاکیں اور اپنے زیور بھی نشی اور
 دیوا کو دیدائے۔

نشی کہنے لگی۔ ”بہن۔ کیا بغیر زیور کے سسرال جاؤ گی۔“

پر پھل نے برہمیشیر کی طرف اشارہ کر کے کہا ”وہ میرے لئے بھی
 زیور سب سے اچھا ہے۔ بہن۔ ہم عورتوں کو اور زیور کی کیا ضرورت۔“

نشی نے کہا۔ ”دہن۔ آج پہلے پہل تم باقاعدہ سسرال جا رہی ہو۔ مین تمہیں کچھ نذر دیے کر اشیر باد کہوں گی۔ دیکھو۔ مجھے منع نہ کرنا۔ یہی میری آخری تمنا ہے۔ میرا حوصلہ پورا ہونے دینا۔“ یہ کہہ کر نشی بہت سے بیش قیمت زیور پر پھل کو پھٹا نے لگی۔ ناظرین کو یاد ہو گا کہ جب نشی ایک راجہ کے یہاں تھی تو رانی نے بہت سے زیور اس کو دئے تھے۔ یہ وہی گمنا ہے۔ چونکہ ویوہی نے نشی کو نیا گمنا دیا تھا اس لئے وہ اس پرانے گمنے کو استعمال نہ کرتی تھی۔ نشی نے وہی پرانا گمنا پر پھل کو پھٹا یا۔ اب اور کوئی کام باقی نہ رہا۔ تینوں بیٹھ کر یونے لگیں۔ نشی تو زیور پھٹانے وقت ہی داغیں مار مار کر رونے لگی تھی۔ اُس کے بعد دیوا بھی اوسکے سر وں میں رونے لگی۔

پھل کو بھی رد نا آیا۔ اور رونا کیوں نہ آتا۔ تینوں میں ولی خلوص تھا۔ مگر اُس روز پھل کا دل خوشی سے بھرا ہوا تھا اس لئے اُس کے رونے میں زیادتی نہ تھی۔ نشی کو بھی خیال تھا کہ پھل آج بہت خوش ہے۔ پھل کی خوشی میں نشی بھی خوش تھی اس لئے نشی کا رونا بھی کم تھا۔ ان دونوں کی کمی دیوانے پوری کر دی۔

بجرا بھوت ناتھ کے گھاٹ پر پہونچا۔ پھل نے دیوا اور نشی کے حق میں چھوٹے اور اُن سے رخصت ہوئی۔ وہ دونوں روتی ہوئی وہاں سے دیسی گڑھ روانہ ہو گئیں۔ دیسی گڑھ پہونچ کر انھوں نے برقی اندازوں اور ملا حوں کا حساب کر دیا۔ بجرا جانا پہونچا ہوا تھا۔ اُس کا بھی رکھنا مناسب نہ تھا۔ پھل نے کہہ دیا تھا۔ ”اُس کو نہ رکھنا۔“ نشی نے بھرتے کو ٹوڑ ڈالا۔

اردو و سال تک اس کی لکڑیاں جلا تیں۔
انہیں لکڑیوں کو نذر دے کر ناظرین نشی سے رخصت ہوں۔

بارہوان باب

بھوت ناتھ کے گھاٹ پر بچہ اٹھرتے ہی سارے گاؤں میں
مشہور ہو گیا کہ برجیشیر ایک اور شادی کر کے بیوی ساتھ لایا ہے۔ یہ
بھی مشہور تھا کہ بیوی تو یا وہ عمر کی ہے۔ بوڑھے۔ بچے۔ کانے۔ کھڑے
اندر ہے۔ لو لے جو جہان تھے سب دھن دیکھنے کے لئے چل دئے۔
جو کھانا پکا رہا تھا اُس نے ہانڈی چھوڑی اور چل دیا۔ جو مچھلیاں
کاٹ رہا تھا اُس نے ٹوکے کے نیچے مچھلیاں بند کیں اور چل دیا۔ جو
سہارہا تھا وہ اسی طرح بھیگا کپڑا پہنے ہوئے چلا۔ جو کھارہا تھا وہ اُدھا پیٹ
کھا کے چل دیا۔ جو کسی سے جھگڑا کر رہا تھا اُس نے اُسی وقت اپنے
دشمن سے میل کر لیا۔ کوئی عورت بچے کو مار رہی تھی وہ بچہ مارے بچ گیا
اور مان کی گود میں دھن دیکھنے چلا۔ کوئی عورت اپنے شوہر کے کھانے
کے لئے وال چاول نکال چکی تھی۔ مچھلی کا شور بہ نکالنے کے لئے باقی
تھا۔ اتنے میں نشی دھن کے آنے کی خبر معلوم ہوئی۔ شوہر کو مچھلی کا شور
کھانے کو نہ ملا۔ بوڑھی کمزور عورتیں اپنی پوتی سے کہہ رہی تھیں۔ اگر
ہمارا ہاتھ پکڑ کے نہ لے جاؤ گی تو ہم گھاٹ تک کیونکر پہنچیں گے۔ اتنے
میں دھن کے آنے کی خبر جو پہنچی تو پوتی نے دادی کا ہاتھ چھوڑ دیا اور

خود دلہن کے مکان کی طرف دوڑ گئی۔ مگر معلوم نہیں کہ دادی بھی کیونکر وہاں پہنچ گئی۔ کسی لڑکی کو باہر جانے کے لئے ماننے مارا تھا۔ وہ لڑکی مان کے سامنے قسم کھا رہی تھی کہ اب باہر نہ نکلے گی۔ نگری دلہن کی آمد شکر وہ قسم پوری نہ ہونے پائی اور وہ لڑکی دلہن کے گھر کی طرف چل کھڑی ہوئی۔ بائیں پچن کو چھوڑ کر چل دیں بچے روتے ہوئے مان کے پیچھے پیچھے چلے۔ گھر میں جھٹھل سر بیٹھے ہی رہے مگر بہو نے کسی کا خیال نہ کیا۔ گھونٹ نکال کے سامنے سے چل دی۔ کسی کا کپڑا اٹھا لیا۔ بے کسی کو باندھنے کی فرصت نہیں۔ جوڑا اٹھا جاتا ہے گو نہ ہنسنے کی مہارت نہیں۔ سنبھالنے میں کہاں کا کپڑا کھڑ جاتا ہے اسکا کچھ ٹھیک نہیں۔ سارے گائون میں ہل چل مچ گئی۔ حیا کی دیوی وہاں سے شرم کر چل دی۔

دو لہا دو دلہن آکر دروازے پر پہنچے۔ گنتی نے پرچھن کی۔ بہو کے دیکھنے کے لئے ایک پر ایک ٹوٹا پڑتا ہے مگر بہو نے اپنا اناراز نہ چھوڑا۔ ڈیڑھ ہاتھ لمبا گھونٹ نکالا۔ کسی نے صورت نہ دیکھ پائی۔ ساس نے پرچھن کرتے وقت گھونٹ کھول کر بہو کا منہ دیکھ لیا۔ منہ دیکھ کر کسی قدر چونک سی پڑی۔ مگر زبان سے کچھ نہ کہا۔ ہاں اتنا کہا کہ ”بہو بہت اچھی ہے“۔ آنکھوں میں دو ایک آنسو بھی چھلک آئے۔

پرچھن کے بعد بہو گھر میں بٹھلائی گئی۔ ساس نے اور سب عورتوں سے جو جمع ہو گئی تھیں کہا۔ ”دو بہو اور بیٹیا بڑی دور سے آ رہی ہیں۔ بھوک پیاس سے پریشان ہوں گے۔ میں ان کو کھلا پلا دوں۔ بہو اب تو

اپنے گھر کی ہے روز ہی دیکھو گی اس وقت اپنے اپنے گھر جا کر کھا پو۔
 گنتی کی یہ باتیں سن کر سب غور میں آسی وقت آپس میں اس کی
 برائیاں کرتی ہوئی اپنے اپنے گھر بیٹ گئیں۔ قصور تو گنتی کا تھا مگر زیادہ برائیاں
 بہو کی نسبت بیان کی گئیں۔ کیونکہ کسی نے اس کی صورت نہ دیکھ پائی۔
 سب نے یہ کہہ کر نفرت ظاہر کی کہ بہو کی عمر بہت زیادہ ہے۔ یہ بھی ذکر
 ہو کہ اعلیٰ خاندانوں میں اکثر زیادہ عمر کی بہو آتی ہے۔ پھر جس جس کے
 خاندان میں زیادہ عمر کی بہو آتی تھی۔ اُن کا چرچا ہوا۔ گو بند نے محسن برس
 کی لڑکی سے شادی کی تھی۔ ہر ہی چڑجی ستر برس کی سنواری گھر لائے تھے۔
 منو بڑجی نے ایک بڑھیا سے مرتے وقت بیاہ کر لیا تھا۔ راستہ بھر
 یہی قصے ہوتے رہے۔ اسی طور کی باتیں کر کے رفتہ رفتہ گانوں کے لوگ
 ٹھنڈے پڑے۔
 جب تھوڑے بھاڑ موقوف ہو گئی گنتی نے برعیش کو بلایا۔ برج نے آکر کہا۔
 دو کیا ہے مان۔

رگنتی - بیٹا - یہ بہو تو نے کہاں پائی۔

برج - مان - یہ نیا بیاہ نہیں ہے۔

رگنتی - بیٹا - یہ کھویا ہوا مال کہاں مل گیا رگنتی کی آنکھوں میں آنسو
 آ گئے۔

برج - ابشر نے مہربانی کر کے کھویا ہوا مال پھر بخش دیا۔ مان - تم

باوا سے کچھ نہ کہنا۔ موقع سے میں خود سب حال اُن سے عرض
 کروں گا۔

رگنتی - بیٹا - تجھے کچھ کہنے کی ضرورت نہ ہو گی۔ میں کہ سن لوں گی۔ بہن

کی آمد کی دعوت ہو جائے پھر مین دیکھ لوں گی۔ بیٹیا۔ تم کچھ فکر نہ کرنا۔
اور نہ کسی سے کچھ کہنا۔

برجیش نے منظور کیا۔ اس شکل کام کا بار مان نے اپنے سر لے لیا۔
برج ہلکا ہو گیا۔ اُس نے کسی سے کچھ نہ کہا۔

دعوت ہنسی خوشی ختم ہو گئی۔ بہت دھوم دھام نہ ہوئی۔ خاص خاص
دوست اور رشتہ دار بلائے گئے تھے۔

دعوت کے بعد گئی نے ہر بلجھ سے اور باتوں کا ذکر کر کے کہا۔ یا کہ
”یہ نئی ہو نہیں ہے۔ یہ وہی بڑی ہو ہے۔“

ہر بلجھ یہ سن کر چونک سا پڑا۔ گویا سونے ہوئے شیر کے کسی نے
نیر مارا۔ کہنے لگا۔

”دیکھا۔ وہی بڑی ہو۔ یہ کہا کس نے۔“

گنی۔ مین نے خود پہچان لیا۔ اور برج نے بھی مجھ سے کہا۔

میر۔ اور دس برس ہوئے وہ تو مر گئی تھی۔

گنی۔ کوئی آدمی مر کے واپس نہیں آتا۔

میر۔ اتنے دنوں وہ تھی کہاں اور کس کے ساتھ؟

گنی۔ یہ حال مین نے برجیش سے نہیں پوچھا۔ اور نہ پوچھوں گی۔ برج
بے سمجھے پوچھے اُس کو گھر مین نہ لاتا۔

میر۔ اچھا۔ مین پوچھوں گا۔

گنی۔ میرا ہی مانتھ دیکھو۔ تم ایک بات بھی نہ پوچھنا۔ تم نے

ایک مرتبہ کہہ کر دیکھ لیا تھا کہ لڑکا ہاتھ سے جاتا تھا۔ میرا ہی ایک

لڑکا۔ دس بیس تو ہیں نہیں۔ دیکھو۔ تم کچھ نہ کہنا۔ اگر تم نے کچھ بھی کہا

تو میں پھانسی لگا کر مرنے لگی۔
 ہر طبقہ کے بنائے کچھ نہ بن پڑی۔ مجبوراً خاموش ہو رہا۔ ہاں اتنا کہا
 کہ ”اچھا۔ تو اور لوگوں سے یہی کہا جائے کہ نئی ہو آئی ہے۔“
 گنی نے جواب دیا۔ ”ہاں۔ یہی کہا جائے گا۔“
 اُس کے بعد موقع سے گنی نے برجیش کو خوشخبری سنائی۔ کہنے لگی۔
 ”وہ میں نے اُن سے کہہ دیا ہے کہ وہ تجھے کچھ نہ پوچھیں اور نہ پرانی باتوں
 کا ذکر زبان پر لائیں۔ اب اُن باتوں کے سمجھنے کی ضرورت نہیں۔“
 برجیش نے خوش ہو کر یہ مشورہ پر کھیل کو سنایا۔
 ہم اقبال کی کہنے ہیں کہ اس مرتبہ گنی نے وہی کام کیا جو بڑے بوڑھے
 کو لازم تھا۔ جس خاندان کی بڑی بوڑھی لایق ہوتی ہے۔ اُس میں کبھی
 کسی کو تکلیف نہیں ہوتی۔ جس کشتی کا ملاح پتوار کو سنبھال سکتا ہے
 اُس کشتی کو کچھ خوف نہیں۔

تیرھواں باب

برجیش کو ساگر سے ملنے کی تمنا ہوئی۔ برجیش کا اشارہ پا کر گنی
 نے ساگر کے لانے کے لئے آدمی بھیجے گنی کی بھی خوشی تھی کہ تینوں بہوؤں
 کو ایک جگہ دیکھے۔
 جو لوگ ساگر کو بلانے گئے تھے اُن کی زبانی ساگر نے سنا کہ اُس کے
 شواہی نے ایک اور بیواہ کیا ہے۔ اور یہی بوڑھی ہے۔ ساگر کے دل میں

پڑی نفرت پیدا ہوئی۔ دقت ہے۔ بوڑھی عورت۔ پھر بیاہ۔ کیا ہم بیویان نہ تھیں۔“

ساگر کو بہت رنج ہوا۔ وہاے۔ ایش نے مجھے غریب کی لڑکی کیوں نہ کیا۔ اگر بین وہاں رہے پاتی تو وہ اور شادی نہ کرتے۔“

اسی رنج اور پریشانی میں ساگر سسرال آئی۔ آکر وہ پہلے ہی نہیں ہو کے پاس پہونچی۔ بین ہو کو ساگر ایک آنکھ نہ بھاتی تھی۔ ساگر کو بھی اس سے نفرت تھی۔ مگر آج دو نوں ایک ہیں۔ دو نوں ایک ہی مصیبت میں مبتلا۔ دو نوں ایک ہی خنجر کی شہید۔ یہی سمجھ کے ساگر پہلے بین ہو کے پاس گئی۔

جب سے پرچھل آئی تھی بین ہو کا وہ حال تھا جو اس سانپ کا ہوتا ہے جس کو کسی پانڈی میں بند کر دیتے ہیں۔ ایک مرتبہ برجیش سے ملاقات ہوئی مگر گالیوں کی وہ بوچھاڑ پڑی کہ برجیش جھاگ کھڑا ہوا۔ پھر ملنے کی ہمت نہ ہوئی۔ پرچھل بھی میل کرنے کے لئے گئی مگر اس کے ساتھ بھی وہی برتنا ہو ہوا۔ شوہر اور سوت تو الگ رہے اڑوس پڑوس والے کی مجال نہ تھی کہ غضبناک بین ہو کے سامنے پھٹک سکیں۔ بین تارا کے کئی ایک بچے تھے۔ سب سے زیادہ مصیبت ان پر تھی مار کھاتے کھاتے بیچارے بیدم ہو جاتے تھے۔

اسی دیوی کے من رہیں ساگر جا کر پہونچی۔ ساگر کو دیکھ کر بین تارا کہنے لگی۔ دو آؤ۔ آؤ۔ تم کیوں باقی رہ جاؤ۔ تم بھی حصہ بنا لو۔“

ساگر۔ کیا۔ اور بیاہ کیا ہے؟

بین۔ کیا معلوم۔ مجھے کیا خبر کہ بیاہ کیا ہے یا نکاح کیا ہے۔

ساگر۔ برہمن کی لڑکی کا کیا کہیں نکاح ہوتا ہے۔
 نہیں۔ میں دیکھنے تو گئی نہ تھی کہ برہمن ہے یا شہر یا مسلمان۔
 ساگر۔ ایسی بات زبان سے نہ نکالنا۔ اپنے خاندان کی آبرو کے خلاف
 کوئی بات نہ کہنی چاہیے۔
 نہیں۔ جس گھر میں اتنی بڑی ہوئے اُس گھر کی آبرو ہی کیا۔
 ساگر۔ کتنی بڑی ہے؟
 نہیں۔ تیری ماں کی عمر کی۔
 ساگر۔ بال سفید ہو گئے؟
 نہیں۔ اگر بال سفید نہیں ہیں تو ڈھٹرو۔ ات دن گھونگھٹ نکالے کیوں
 پھرتی ہیں۔
 ساگر۔ دانت بھی گر گئے ہیں؟
 نہیں۔ جب بال سفید ہو گئے تو دانت کیا باقی رہ جائیں گے۔
 ساگر۔ تو شواہی سے عمر زیادہ ہے۔
 نہیں۔ اور اتنی دیر سے میں کہتی کیا ہوں۔ سنا نہیں۔
 ساگر۔ ایسا نہیں ہوتا۔
 نہیں۔ اچھے خاندان والوں میں سب کچھ ہوتا ہے۔
 ساگر۔ صورت کیسی ہے۔
 نہیں۔ جو بن پھٹا پڑتا ہے۔ جیسے گوبند کی گل پھٹی ماں۔
 ساگر۔ خیر ہم لوگوں کو اپنی زبان سے شواہی کو کچھ نہ کہنا چاہیے۔
 نہیں۔ کہوں تو تب جب ملاقات ہو۔ اب نظر کمان آئے ہیں۔ کہیں ملیں
 تو میں جھاڑو لئے تیار ہوں۔

ساگر۔ بن جا کر اس سونے کی نئی نو ملی صورت کے درشن تو کراؤن۔
 مین۔ ہاں ہاں جا۔ جا کر کلیجہ ٹھنڈا کرے۔
 ساگر نئی ہو کی تلاش میں چلی۔ تالا پ پر نئی ہو کو پایا۔
 پر پھیل ایک جانب منہ پھیرے ہوئے برتن مل رہی تھی۔
 ساگر نے پشت کی طرف سے جا کر پوچھا۔ کیوں جی۔ تمھیں نئی
 ہو ہو بہ
 ”کیا ساگر آگئی۔“ یہ کہہ کر نئی ہونے اس کی طرف منہ پھیرا۔
 ساگر نے دیکھتے ہی پہچان لیا۔ میجر ہو کر کھنے لگی۔ ”دیوی رانی“
 پر پھیل نے جواب دیا۔ ”چپ۔ دیوی مر گئی۔“
 ساگر۔ پر پھیل
 پر پھیل۔ پر پھیل بھی مر گئی۔
 ساگر۔ تو تم ہو کون ؟
 پر پھیل۔ میں نئی ہو ہوں۔
 ساگر۔ یہ کیا اور کیونکر ہوا مجھ سے کہو تو۔
 پر پھیل۔ یہاں موقع نہیں میرے کمرے میں چلو دہان سب
 حال کہوں گی۔
 دونوں نے جا کر کے کمرے کے دروازے بند کر لیے اور باہر
 پہنچنے لگیں۔ پر پھیل نے سب حال ساگر سے کہہ سنایا۔ سن گے
 ساگر نے ہنسا۔
 ”کیا اب گھر گرتی ہیں تمہارا جی لگے گا۔ چاندی کے سنگھاسن
 پر بیٹھنے اور جو اہرات کا تاج پہننے کے بعد برتن ملنے جھاڑ دینے

کا کام کیا اچھا معلوم ہوگا۔ وید شاستر پڑھنے کے بعد برمجہ ویدی کی کہانیاں
کیا بھلی معلوم ہوں گی۔ جس کے حکم پر دو ہزار لوگ دوڑتے تھے اُسکو
اب جس تس کی حکومت اچھی معلوم ہوئی۔

پرہ پھل۔ اگر اچھا نہ معلوم ہوتا تو میں آتی ہی کیوں۔ عورتوں کا دراصل
یہی دھرم ہے۔ راج کرنا عورتوں کا کام نہیں۔ گھر گہستی کے
کام سے بڑھ کر عورت کے لئے کوئی عبادت نہیں گھر کے
دھندوں سے زیادہ کون ریاضت ہو سکتی ہے۔ دیکھو ہلوگوں
کو روز کتنے کتنے چاہوں۔ بیوقوفوں۔ غور غصہ من سے سابقہ پڑتا
ہے۔ جن لوگوں کو گھر سے تعلق ہے اُن کو کسی طرح کی تکلیف
نہ پہونچے بلکہ سب خوش رہیں۔ اس کام میں کتنی مشکلیں پیش آتی
ہیں۔ اُن مشکلوں کو دور کرنے سے بڑھ کر کون سیاس ہو سکتا ہے
میں اب اسی سیاس کو کروں گی۔

ساگر۔ اچھا تو میں کچھ دنوں تمہارے ساتھ رہ کر تمہاری چلی بونگی۔
جس وقت ساگر آدر پھیل میں یہ باتیں ہو رہی تھیں اس وقت
برجیشیر برمجہ ویدی کے پائس بیٹھا ہوا کھانا کھا رہا تھا۔ برمجہ ویدی
نے پوچھا۔

”دیکھو آجکل کیسا پکاتی ہوں“

برجیشیر کو وہ دیرس کی پرانی بات یاد آگئی۔

برج۔ بہت اچھا۔

برمجہ۔ دودھ کیسا ہوتا ہے۔ خراب تو نہیں ہے۔

برج۔ بہت اچھا ہے۔

برمھ - ہاں اور دس برس ہو گئے۔ مجھے ابھی تک گنگا نہ پہونچایا
 برج - مین بھول گیا تھا۔
 برمھ - اب تو مجھے اپنے ہاتھوں پر گنگا نہ لے جانا۔ تو چار ہو گیا ہے۔
 برج - نہ - نہ - چپ رہو۔ اب اس بات کا ذکر زبان پر نہ لانا۔
 برمھ - اچھا تو مجھے گنگا لے جانا۔ مین اس بات کو نہ کہو نگلی۔ مگر دیکھو
 خبردار۔ کوئی میرا چرخہ نہ توڑنے پائے۔

چودھوان باب

کئی مہینے راہ کے ساگر نے دیکھا کہ پر پھیل نے جو کھانا دہری کر
 دکھایا۔ گھر میں سب کو خوش کر لیا۔ کئی گو اس قدر اٹھ کر لیا تھا۔
 کہ اس نے گھر بار کا سارا انتظام پر پھیل کے سپرد کر دیا اور خود ساگر کے
 لڑکے کو گود میں لئے لئے پھرا کرتی تھی۔ رفتہ رفتہ یہ بلیجہ کو بھی پر پھیل
 کے اوصاف معلوم ہوئے۔ یہاں تک نوبت پہونچی کہ جو کام پر پھیل
 نہ کرتی تھی وہ کام سب پر بلیجہ کو پسند نہ آتا تھا۔ اس سسر پر پھیل سے
 بے پوچھے کوئی کام نہ کرنے ان کو پر پھیل کی عقلمندی اور بلیاقت پر
 پورا اعتبار ہو گیا تھا۔

برجھہ دہری نے بھی رسوئیں کا انتظام پر پھیل ہی کے سہ ڈال دیا
 تینوں بیویاں کھانا پکاتی تھیں مگر جس دن پر پھیل دو ایک چڑھن نہ پکا
 دیتی اس دن کوئی بھی کچھ کھانا نہ کھاتا۔ کھاتے وقت جس کے

اس پر پھیل نہ کھڑی ہو جاتی وہی سمجھتا کہ آدمی پیٹ کھانا کھایا۔ ایک بڑا بھاری ٹھکانہ پر پھیل نے جیتا۔ یعنی بین ہو کر رام کر لیا۔ اب وہ پر پھیل سے جھگڑا کرتی تھی۔ بلکہ پر پھیل کے خوف سے اور کسی سے بھی نہ بھڑکتی یہاں تک کہ اب پر پھیل سے بغیر مشورہ لئے کوئی کام نہ کرتی تھی۔ وجہ یہ تھی کہ بین ناراضے لڑکوں کی پر پھیل اتنی غارت کرتی تھی کہ خود بین ناراضے سے ممکن نہ تھی بین ناراضے اپنے لڑکے بالوں کو پر پھیل کے سپرد کر دیا اور خود بے فکر ہو گئی۔ ساگر کو بھی اب اپنے باپ کے گھر میں صحن نہ بڑھتی چند دنوں کے لئے گئی مگر جا بجا پاٹ آئی۔ اُس کو پر پھیل ہی کے ساتھ رہنے میں خوشی ہوئی تھی۔

اگر اور کوئی عورت ایسے اوصاف سے موصوف ہوتی تو بہت تعجب ہوتا۔ مگر پر پھیل میں ان اوصاف کا ہونا کوئی بڑی بات نہ تھی۔ کیونکہ اُس نے بے لوث کام کرنے کا سبق سیکھ لیا تھا۔ اصلیت تو یوں ہے کہ پر پھیل کا سنیا س واقف اُس وقت شروع ہوا جب وہ گھر گشتی کے کاموں میں مشغول ہوئی۔ اُس کو کسی بات کی تمنا نہ تھی وہ صرف کام کرنا چاہتی تھی۔ جو شخص اپنی کسی خواہش کی وجہ سے کام کرنا ہے وہ خود غرض ہے۔ جو شخص بلا خواہش کام کرتا ہے وہ اور لوگوں کی خوشی کے لئے کرتا ہے۔ پر پھیل اسی وجہ سے سچا سنیا سنی تھی۔ اسی وجہ سے جس چیز میں وہ ہاتھ لگاتی وہی سونا ہو جاتی۔

پر پھیل بھوانی یا ٹھاک کی نیز کی ہوئی چھری تھی۔ اُس نے دنیا کی مشکلوں کو بہ آسانی کاٹ ڈالا۔ مگر گھر میں کسی کو اس کی خبر نہ ہوئی کہ پر پھیل ایسی لائق اور عالم ہے۔ اُس کی علمیت کو جاننا تو درکنار

کسی کو یہ بھی نہ معلوم ہونے پایا کہ پرمپھل حرف شناس بھی ہے۔ گھر گرتی کا علم برتنے کے لئے ہے نہ دنگھاوے کے لئے۔ برہمان علییت کے اظہار کی ضرورت نہیں وہاں اُس کا اظہار کرنا جہالت کی دلیل ہے۔ اصل عالم وہی ہے جو اپنے علم کا اظہار نہ کرے۔

پرمپھل اگر کسی سے جھگڑا کرتی تو برہمیشیر سے۔ دو کہتی تھی۔ زمین ہی تنہا تمھاری بیوی نہیں ہوں۔ تم جس طرح میرے شوامی ہو اُسی طرح ساگر کے اور اُسی طرح میں چو کے۔ میں اکیلی تم پر اپنا عمل وصل کیوں کروں عورتوں کا شوامی اُن کا دیوتا ہوتا ہے۔ تو وہ لوگ تمھاری پرستش کیوں نہیں کرنے پاتیں۔

مگر برہمیشیر اس کا کہنا نہ مانتا تھا۔ برہمیشیر کے دل میں پرمپھل کے سوا کسی کی گنجائش نہ تھی۔ پرمپھل کہا کرتی تھی۔ جس طرح مجھ سے محبت کرتے ہو اگر اسی طرح ان دو ذون سے محبت نہ کر دے تو میرے ساتھ بھی تمھاری محبت پوری نہیں۔ کیوں کہ مجھ میں اور اُن میں کوئی فرق نہیں۔

مگر برہمیشیر کی سمجھ میں یہ بات نہ آتی تھی۔ پرمپھل کی عقل۔ ذہانت اور خوش فکری کا نتیجہ یہ ہوا کہ گھر کی جاہلاد کا انتظام بھی اُس کے سپرد ہوا۔ علاقے کا انتظام باہر ہوتا تھا مگر جب کوئی اہم معاملہ درپیش ہوتا تو گرتا یا پوگھریں آکر گنتی سے کہتے تھے۔ دوشی ہو سے تو پوچھو اور دیکھو وہ کیا کہتی ہیں۔ چونکہ سب کام پرمپھل کے مشورے سے ہونے لگے۔ اس گھر میں روز بروز دولت اور عزت کی ترقی ہوئی۔ جب وقت آگیا تو نہایت فارغ الصبا بی اور خوشحالی کے زمانے میں ہر مایہ نے اس دنیا سے آخرت کی راہ لی

جایداوبر حبشیر کو تر کے بین ملی۔ پڑھنے کے حسن انتظام سے
بہت سا نقد روپیہ جمع ہو گیا۔ اس وقت پڑھنے نے کہا۔
”وہ میرا چاس ہزار روپیہ کا قرضہ میاقتی کر دو۔“
برج۔ کیون تم روپیہ لیکر کیا کرو گئی۔

پڑھنے۔ میں کچھ نہ کروں گی۔ مگر روپیہ میرا نہیں ہے۔ سری کرشن
کا ہے۔ غریب محتاجوں کے کام کے لئے۔ انھیں کو دیا جائے گا۔
برج۔ کس طور پر۔

پڑھنے۔ بچاس ہزار روپیہ لگا کے ایک محتاج خانہ بنوا دو۔
برج حبشیر نے ویسا ہی کیا۔ اس محتاج خانہ میں ایک مورت
ان پورنا کی رکھی۔ اور اس کا نام۔ ”دیوی نو اس“ رکھا۔
پڑھنے کو ایشیر نے لڑکے پوتے عنایت لئے اور جب زندگی ختم
ہوئی تو وہ بہشت نصیب ہوئی۔ وہاں سب لوگ یہی کہتے تھے
”اگر ہم اب بے مان کے ہو گئے۔“

رنگ راج۔ دیوا۔ اور نشی تینوں دیوی گڈھ میں سری کرشن
کی پوجا کرتے رہے اور بالآخر اس دنیا سے سدھارے مگر بھوانی پانچک
کا خاتمہ اس طور پر نہ ہوا۔

انگریزوں کی حکومت جم گئی۔ سیاست کا کام انھوں نے
اپنے ذمہ لیا۔ پانچک جی اس بار سے سکدوش ہوئے اور ڈکیتی
تد کر دی۔ اس وقت پانچک جی نے دل میں خیال کیا۔ ”مجھے
گھناہوں کی تلافی کرنے کی ضرورت ہے۔“ یہ سوچ کے بھوانی پانچک
نے انگریزوں کے پاس جا کر اپنے تئیں خود گرفتار کرادیا۔ جتنے

ڈاکے ڈالے تھے سب کا اقبال کیا اور ستر پاتے کی تمنا ظاہر کی انگریزوں نے
 حاکم دیکھ کر تم کو سیوروریا سے شور کی سزا دی جائے گی۔“ پاٹھک
 نے اہمایت خوشی سے کالے پانی کی سزا منظور کی۔

پر پھل یہاں آجاؤ۔ ایک مرتبہ دنیا میں آ کے کھڑی ہو جاؤ موجودہ
 جماعت کے سامنے کھڑی ہو کر ایک دفعہ یہ تو کہہ دو کہ وہاں نہیں
 ہوں۔ پرانی ہوں۔ میں یہاں کئی بار آچکی۔ تم لوگ مجھے قبول کئے تھے
 اسی لئے میں پھر آئی ہوں۔“